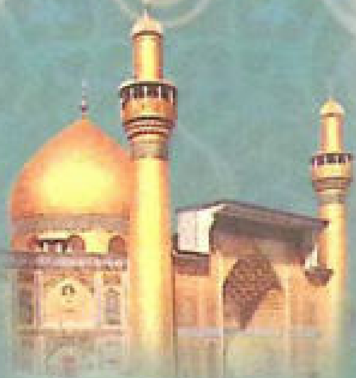
اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا

(حدیثِ رسولؐ)



کشکولِ سخن

مجموعۂ مراثی

(جلد اوّل)



منبرِ بزمِ سلونی سے ملی خوئے سخن
باغِ زہراؑ سے میسّر ہے مجھے بوئے سخن
دیدنی ہے سرِ قرطاس و قلم روئے سخن
اب نظر والوں کی اٹھتی ہے نظر سوئے سخن
مرثیے کے لئے آغازِ سفر کرتا ہوں
میں درِ علم سے کشکولِ سخن بھرتا ہوں

نیّر اسعدی



آغا نیّر علی (نیّر اسعدی)

صد چاک

بہ ناصر جہیر رضا ستار الہ آبادی

کے لیے تحفہ

آغا سکندر سعیدی

غلط نامہ

صفحہ نمبر	بند نمبر	مصرع	غلط	صحیح
مضمون ڈاکٹر ہلال نقوی		۵	رو انیس سخن	رو انیس سخن
مضمون قیصر جعفری	لائن ۱۳		جب وہ مرثیہ پڑھتے ہوں	جب وہ مرثیہ پڑھتے ہیں
۲۵	بند نمبر ۳۳	۲	مال غنیمت	مال غنیمت
۳۲	۶۵	۳	کٹے	کٹے
۶۶	۲۸	۴	جزیرے	جزیرے
۵۷	۱۰۳	۶	لکھو	لکھوں
۷۵	۷۱	۳	کی	کے
۸۱	بند نمبر ۳	۲	الا	ولا
۹۹	۲	۵	کوئی کر سکتا	کوئی نہیں کر سکتا
۱۱۶	۸۹	۶	چلی جائے گی	چلی آئے گی
۱۱۷	۹۴	۳	بس اسے منتخب کیا	اسے منتخب کیا
۱۳۹	بند نمبر ۱	۵	رو انیس سخن	رو انیس سخن
۱۴۲	۱۹	۵	پڑھاتا	بڑھاتا
۱۴۵	۳۱	۳	جلیل	خلیل
۱۶۳	۳۴	۲	سورت	صورت
۱۶۵	۴۳	۳	صلح شبیز	صلح شبز
۲۲۷	۳	۱	سے	ہے
۲۳۶	۱۸	۳	افق	فق
۲۷۶	۵۹	۶	نیرہ	نیزہ
۲۹۶	لائن نمبر ۱۲		شعبہ	شیعہ
۲۹۶	رباعی نمبر ۲	۲	سدا	پیدا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عطا

پھول مدحت کے مرے لب پہ کھلا دیتا ہے
رنگ و خوشبو کے وہ انبار لگا دیتا ہے
میں نے جس در سے لگا رکھی ہے لَو اے نیّرؔ
وہ مرے ظرف سے کچھ مجھ کو سوا دیتا ہے

بھکاری

نہیں یہ فکر کہ کشکول کس کے بھاری ہیں
ہمیں زمانے میں بس نسبتیں ہی پیاری ہیں
اسی پہ فخر کیا ہے یہی ہے فخر کی بات
درِ حسینؑ کے ہم لوگ سب بھکاری ہیں

گدائی

ولائے آلِ محمدؐ کے جام رکھتا ہوں
سخن کی بزم میں اپنا مقام رکھتا ہوں
بھرا رہے گا مرا کاسۂ سخن نیّرؔ
گدائیِ درِ شاہِؑ امام رکھتا ہوں

ہم لوگ

فیضِ عترتؑ سے تو ہم لوگ برابر ٹھہرے
حسنِ سیرت سے تو ہم لوگ برابر ٹھہرے
ایک ہی در سے عطا ہوتی ہے کشکول میں بھیک
در کی نسبت سے تو ہم لوگ برابر ٹھہرے

کشکولِ سخن

(جلد اوّل)

عطا کا سلسلہ ٹوٹا، نہ ٹوٹے گا کبھی نیّر
سخیؑ کو کیا غرض ہے تنگیِ ظرفِ گداگر سے

نیّر اسعدی
(آغا نیّر علی)

نام کتاب : کشکولِ سخن

مصنف : نیّر اسعدی

تدوین : قیصر جعفری

سرورق : التقا گرافِ پرنٹرز

کتابت و تصحیح : جاوداں پبلیکیشنز

[illegible]

فون: ۵۔۶۶۹۶۵۹، فیکس ۶۶۸۳۳۱۳

ناشر : بزم اسعد و ادارۂ فیض ادب، پاکستان

طابع : نیاز پرنٹرز

سالِ اشاعت : آغاز ورانیہ ۰۵۔۲۰۰۳ء

تعداد : ۱۰۰۰

قیمت : ۵۰۰/= روپے

ملنے کا پتا : این ۔ ۲۸، پی آئی بی کالونی، کراچی

فون: ۴۹۳۳۳۳۵

موبائل: ۰۳۰۰۔۳۶۸۲۷۰۳

ای میل: nayyer_asadi@hotmail.com

انتساب

(۱) خالقِ کائنات کے نام جو نہایت غفور و رحیم ہے۔

(۲) محمدؐ و آلِ محمدؐ کے نام جو باعثِ خلقتِ کائنات ہیں اور جن کی مودت امت پر فرض ہے، جن کی شفاعت کے بغیر بخشش ناممکن ہے۔

(۳) اہلِ بیتِؑ اطہار کے نام جن کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان دونوں سے تمسک تمھیں لبِ کوثر لے جائے گا۔ وہ ہیں ایک قرآن اور دوسرے اہلِ بیتؑ اطہار۔

(۴) اپنے دادا مولانا مرزا احمد حسین ناصرؔ اور اپنی دادی چاہت بانو کے نام جن کی تربیت کی بدولت جیسا ہوں آپ کے سامنے ہوں۔

(۵) اپنی والدہ نیاز فاطمہ کے نام جن کی دعاؤں نے مجھے اس قابل بنایا کہ میں بابِ مدینۃ العلم سے کشکولِ سخن بھر کر بارگاہِ سیدۂ کونینؑ میں حاضر ہوں:

آنکھ میں تحفہ جو انمول لیے بیٹھا ہوں
نذرِ زہراؑ کو یہ کشکول لیے بیٹھا ہوں

(۶) اپنے بھائی آغا اکرم علی اکرمؔ کے نام جو ایک قلندر صفت شاعر تھا اور حالات کی نذر ہو گیا۔ عرصہ ۲۳ سال تک بیمار رہا اور پھر تمام خاندان اور اہلیانِ پیر الٰہی بخش کالونی اور احباب کو داغِ مفارقت دے گیا:

جناں میں بھی سجے گی محفلِ شعر و سخن اکرمؔ
خدا کی سربراہی میں، محمدؐ کی صدارت میں

(۷) اپنے سُسر مرزا محمد اخترؔ کے نام جو مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔

(۸) اپنے ہم زلف سید مظفر عالم زیدی مرحوم کے نام جو شاعری کا بہترین ذوق رکھتے تھے۔ ہزاروں اشعار ازبر تھے۔ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔

(۹) اپنے مرثیے کے استاد فیضؔ بھرت پوری اور استاد دادا نسیمؔ امروہوی کے نام کہ میری عزت و توقیر جو اربابِ ادب میں ہے وہ میری اپنی کاوش کے علاوہ اسی سلسلے سے تربیت میں مضمر ہے۔

(۱۰) اپنے غزل کے استاد درّد اسعدی اور استاد دادا اسعد شاہجہانپوری کے نام۔ درّد اسعدی صاحب کی تربیت نے مجھے مشقِ سخن کا عادی بنا دیا اور یہ مقام اسی مشقِ سخن اور تربیت سے حاصل ہوا ہے کہ اہلِ ادب مجھے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

(۱۱) ان تمام دوستوں کے نام جن کی ہمت افزائی نے ادب کی دنیا میں قدم قدم پر مجھے تقویت بخشی۔

(۱۲) ان مرثیہ گو شعرا کے نام جنھوں نے کراچی کے مرثیہ گوئی کے اسکول میں اپنی کاوش سے چار چاند لگائے خاص طور پر زیبا ردولوی اور ڈاکٹر یاور عباس جن کی بدولت ابھی لکھنؤ کے مرثیہ گو شہر کراچی میں باقی ہیں۔

(۱۳) محترم یاور اعظمی مرحوم کے نام جنھوں نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی اور اپنے عشرۂ مراثی میں ہمیشہ مجھ سے مشورہ کیا اور ہمیشہ میری کاوشوں کو سراہا۔

(۱۴) ان شعرا کے نام جنھوں نے اپنے استاد کا نام علی الاعلان روشن کیا اور کبھی احسان فراموش نہیں رہے اور استاد رکھتے ہوئے بھی کبھی بے استادوں کی صف میں شامل ہونا پسند نہیں کیا اور جن سے کچھ رہنمائی حاصل کی ان سے اپنے آپ کو بلند رکھنے کی تمنا سے ہمیشہ دور رہے۔

(۱۵) ان گرامی قدر سامعین کے نام جو مجلسی علم رکھتے ہیں اور شعر سمجھ کر داد دیتے ہیں اور ان گروہوں سے دور ہیں جو ناجائز طرف داریوں میں مجلسوں اور محفلوں میں پھبتیں اُڑا کر محافل اور مجالس کے اقدار و تقدس کو پامال کر رہے ہیں۔

(۱۶) ان بانیانِ محافل و مجالس کے نام جو گروہ بند شعرا کے ناز و نخرے سے ہٹ کر اپنی مجلسوں اور محفلوں کو صرف خوشنودیٔ مولا کے لیے منعقد کرتے ہیں۔

(۱۷) ان مرحوم منقبت خوانوں کے نام جو شعرا کے درمیان ان کا ادب و احترام کرتے تھے اور محفل میں شعرا سے پہلے پڑھتے تھے اور محفل میں شعرا کو آخر تک سنتے تھے اور جمی ہوئی محفل کو خراب نہیں کرتے تھے۔

(۱۸) اپنے والد الحاج آغا محمد اصغر، بڑے چچا مولانا مرزا محمد اطہر اور چھوٹے چچا مولانا مرزا محمد ظہیر الحسن کے نام کہ جنھیں میں نے اپنے دادا مولانا مرزا احمد حسین ناصر کے ساتھ بچپن سے منبر پر رونق افروز اور ذکرِ حسینؑ میں منہمک دیکھا ہے، جنھیں منبر پر دیکھ کر میں مرثیہ گوئی اور تحت اللفظ خوانی کی طرف راغب ہوا۔

فہرست

قطعۂ تاریخِ طباعت (عیسوی)

باقر زیدی (امریکہ)

آساں تو نہ تھی قدرتِ کشکولِ سخن
خالق کی عطا دولتِ کشکولِ سخن
اللہ اُسے اور بلندی بخشے
نیرؔ کا قلم زینتِ کشکولِ سخن

۲۶۰+۲۱ ، ۱۷۰ ، ۴۶۷ ، ۳۷۶ ، ۷۱۰

۲۰۰۳ء

قطعۂ تاریخِ طباعت (ہجری)

رکھتا ہے نظر ، واقفِ فن ہے نیرؔ
مدّاحِ شہنشاہِ زمن ہے نیرؔ
برسوں جو شب و روز ریاضت کی ہے
وجہِ کُلِ کشکولِ سخن ہے نیرؔ

۱۴+۵۰ ، ۳۷۶ ، ۷۱۰ ، ۱۵ ، ۲۶۰

۱۴۲۵ھ

قطعۂ تاریخِ طباعت (در صنعتِ تعمیہ)

گوہرِ اشک سے بھرا کشکول
حشر میں یہ کہے گا خلد کے مول
بات کرنے سے پہلے بات کو تول
انگبینِ ولا میں زہر نہ گھول
کتنے ڈالے ہیں چاہِ فکر میں ڈول
تب مرتّب ہوا ہے یہ کشکول
کڑوی باتیں تو ہوتی رہتی ہیں
بول باقرؔ کچھ آج میٹھے بول
کیا کہیں اس کتاب کے اوصاف
یہ ہے نیرؔ کا تحفۂ بے مول
فیض کی تربیت کا فیض ہے یہ
کہیں ممکن نہیں کلام میں جھول
اس میں مدحِ علیؑ کے دفتر ہیں
اس کو میزانِ علم و فن پہ تول
دان کی اُس کو کب کمی ہوگی
جس کے ہاتھوں میں آئے گا کشکول
بابِ فکر و نظر کو محفل میں
بابِ علمِ نبیؐ کے فیض سے کھول
یہ گدائی تو بادشاہی ہے
ایک ہی در سے بھر کیا کشکول
مجھ کو کہنا ہے قطعۂ تاریخ
اے خدا ، مجھ پہ بابِ رحمت کھول
ہو یہ مقبولِ بارگاہِ حسینؑ
اجر شاعر کو بھی ملے انمول
کس قیامت کے ہیں مصائب بھی
گوہرِ اشک دونوں آنکھوں سے رول

آنسوؤں کی زباں نے دی تاریخ
باغِ جنت کا مول ہے کشکول

۱۹۴۳+۶۰=۲۰۰۳ء

حمد

جسم میں جان روح کی بخشی ۔۔۔ تیرا احساں ہے زندگی بخشی
تو نے پھولوں کو تازگی بخشی ۔۔۔ تو نے گلشن کو دلکشی بخشی
غم کبھی اور کبھی خوشی بخشی ۔۔۔ اک توازن سے زندگی بخشی
چشم کو مہر و ماہ و اختر کو ۔۔۔ تو نے کس کس کو روشنی بخشی
تو نے معبود ساری دنیا میں ۔۔۔ جو بھی شے بخشی کام کی بخشی
بادلوں کی صدا یہ کہتی ہے ۔۔۔ آسمانوں کو زندگی بخشی
اک توازن زمین نے پایا ۔۔۔ میخ تو نے پہاڑ کی بخشی
تو نے پہچان ضد سے کروائی ۔۔۔ تیرگی بخشی ، روشنی بخشی
اپنے بندوں کے واسطے یارب ۔۔۔ تو نے ہر چیز کام کی بخشی
ہم کو تسکینِ زندگی کے لیے ۔۔۔ تو نے توفیقِ بندگی بخشی
تیرا احسان و شکریہ یارب ۔۔۔ تو نے آنکھوں کو روشنی بخشی
اپنے محبوبؐ کی گواہی کو ۔۔۔ تو نے کنکر کو زندگی بخشی
خلق دنیا میں کر کے آقاؐ کو ۔۔۔ ہم کو آقاؐ کی پیروی بخشی
سب سے افضل نبیؐ ہمیں بخشا ۔۔۔ سب سے اعلیٰ ہی رہبری بخشی
حمد گوئی سے ، نعت گوئی سے ۔۔۔ تو نے بھرپور شاعری بخشی

جستجو اپنی ذات کی مالک
تو نے نیّر کو جیتے جی بخشی

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نعت کی فکر کو اس طرح سنوارا جائے
دل کے قرطاس پہ قرآن اتارا جائے

ایسے طوفان سے ساحل کو ابھارا جائے
دل کی گہرائی سے آقاؐ کو پکارا جائے

مطلعِ فکر سے سورج کو ابھارا جائے
نعت کو کرنوں کی صورت میں اتارا جائے

خارزاروں پہ لہو بول رہا ہے پیہم
کبھی دنیا کے مصائب سے نہ ہارا جائے

مثلِ دیوارِ حرم چاند بھی شق ہوتا ہے
میرے آقاؐ کی جو انگلی کا اشارا جائے

فکر الجھن میں ہے اور نعت مجھے کہنی ہے
اب تو اے دل ابو طالبؑ کو پکارا جائے

ناخدا آلِ محمدؐ ہیں تو ساحل ہیں رسولؐ
ہاتھ سے جائے سفینہ نہ کنارا جائے

آپؐ کے نقشِ کفِ پا کا سہارا لے کر
زیست کو آپؐ کے قدموں میں گزارا جائے

خواب میں شافعِ محشرؐ کو مسلسل دیکھوں
نہ کھلے آنکھ نہ آنکھوں سے نظارا جائے

مدح گو خالقِ اکبر ہے تو پھر اس کے حضور
نعت کہتا ہوا یہ بندہ تمھارا جائے

دل گناہوں سے جو آلودہ ہوا ہے اس کو
ڈوب کر بحرِ مودت میں نکھارا جائے

جو محمدؐ کے اشارے سے ہوا دو ٹکڑے
دل کے آنگن میں وہی چاند اتارا جائے

نعت کی فکر ہے ہاتھوں میں قلم ہے میرے
میرے ہاتھوں سے نہ بخشش کا سہارا جائے

اپنے ایمان کو تقلیدِ ابو طالبؑ میں
نعت کہہ کہہ کے بصد شوق سنوارا جائے

روشنی سورۂ والنجم سے لے کر نیّر
اوج پر میرے مقدر کا ستارا جائے

منقبت

در شانِ مولودِ کعبہ حضرتِ علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام

اگر بنتِ اسد جاتیں نہ کعبے کی طرف گھر سے
تو کعبہ کھنچ کے مل جاتا ابو طالبؑ ترے در سے

بڑھیں کرّار کی ماں سوئے کعبہ فیضِ داور سے
دیا دیوار نے رستہ، چلی آئیں نئے در سے

گھٹا کعبے سے اٹھی ہے، نہ کوئی تشنہ لب ترسے
کہ اب ابرِ کرم اہلِ ولا پر ٹوٹ کر برسے

مسلسل فیض یہ پاتا ہوں میں قولِ پیمبرؐ سے
نظارہ کر رہا ہوں نورِ حق کا روئے حیدرؑ سے

وہی نسبت تو ہے مدّاح کو نفسِ پیمبرؐ سے
جو ذرّے کو ہے سورج سے، جو قطرے کو سمندر سے

کہاں جائیں گے اٹھ کر حیدرِ کرّار کے در سے
ہمیں کیا، بھیک ملتی ہے مَلک کو بھی اسی گھر سے

بپا جشنِ ولادت ہو رہا ہے کس کا کعبے میں
کہ رندوں کی تواضع ہو رہی ہے جامِ کوثر سے

مرے مشکل کشا کا نام ہی مشکل کشا ٹھہرا
کہ اُن کا نام لیتے ہی بلائیں ٹل گئیں سر سے

کہو اُن سے جنھیں دعویٰ غلامیِ علیؑ کا ہے
غلامی کی سند حاصل کریں وہ پہلے قنبرؓ سے

علیِ مرتضیٰ کا نام لے کر ہم اگر چاہیں
بساطِ گردشِ دوراں الٹ دیں ایک ٹھوکر سے

خدارا، ہاتھ باندھے دربدر پھرنے سے کیا حاصل
نظامِ مصطفیٰؐ لے لو غدیرِ خم کے منبر سے

علیؑ منبر پہ جب آئے سلونی شان سے آئے
علیؑ نے گفتگو کی شافعِ محشرؐ کے تیور سے

بنے حمدِ خدا نعتِ نبیؐ اور مدحتِ زہراؑ
ملی ہے روشنیِ فکر شہرِ علم کے در سے

علم کے خواب دیکھے جاگتے میں رات بھر سب نے
مگر کرّارؑ نے پایا علم دستِ پیمبرؐ سے

جو مولودِ حرم کے در سے ہٹ کر سر جھکاتے ہیں
حقیقت میں وہ اپنے سر کو ٹکراتے ہیں پتھر سے

سوّدت دل میں مولودِ حرم کی جو نہیں رکھتے
انھیں کیا ہوگا حاصل خانۂ کعبہ کے چکر سے

نظر رکھتے نہیں ہیں وہ کبھی دنیا کی دولت پر
جو دامانِ علیؑ ہاتھوں میں رکھتے ہیں مقدرؔ سے

یہ دعویٰ ہی عبث ہے منقبت ہم لوگ کہتے ہیں
علیؑ نے منقبت لکھوائی ہے ہر اک سخنور سے

شجاعت مرتضیٰ کی میں پرِ جبریلؑ سے لکھ کر
سخاوت شاہِ والا کی لکھوں قطرں ترے پر سے

عطا کا سلسلہ ٹوٹا، نہ ٹوٹے گا کبھی نیّرؔ
سخیؑ کو کیا غرض ہے تنگیِ ظرفِ گداگر سے

منقبت

درشانِ فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا

جیسے مردوں میں مثالِ مرتضیٰؑ کوئی نہیں
ویسے نسواں میں جواب فاطمہؑ کوئی نہیں

صنفِ نسواں میں جوابِ فاطمہؑ کوئی نہیں
بالمقابل آئینے کے آئینہ کوئی نہیں

رہنمائی آلِ زہراؑ سے نہ حاصل ہو تو پھر
زندگی میں زندگی کا آسرا کوئی نہیں

فاطمہؑ ہیں اک، محمدؐ ایک، حیدرؑ ایک ہیں
ایک ہی میرا خدا ہے، دوسرا کوئی نہیں

اور بھی بیٹی نبیؐ کی ہے کوئی جز فاطمہؑ
اک ستارے نے کہا بے ساختہ، کوئی نہیں

یہ درِ خاتونِ جنت ہی تو منزل ہے مری
ماسوا اِس کے جناں کا راستہ کوئی نہیں

فاطمہؑ زہرا کا پوتا ہادیٔ دوراں ہے اب
دوسرا دنیا میں میرا رہنما کوئی نہیں

جس کے سائے میں سمٹ آئے وجودِ پنجتنؑ
جُز ردائے فاطمہؑ زہرا ردا کوئی نہیں

باپ بھی تعظیم کو اٹھتا ہے وہ دختر ہے یہ
فاطمہؑ کا دہر میں ہم مرتبہ کوئی نہیں

بھیک لینے عرش سے آئے تھے جس در پر ملک
فرش پر اُس کی عطا کی انتہا کوئی نہیں

جو مریضِ عشقِ جنت ہیں کوئی اُن سے کہے
جُز ولائے پنجتنؑ اِس کی دوا کوئی نہیں

مادرِ حسنینؑ، خاتونِ جناں، بنتِ رسولؐ
زوجۂ حیدرؑ سے رتبے میں سوا کوئی نہیں

کس میں دم خم ہے چراغِ مدحِ زہراؑ کو بجھائے
اس قدر تو تیز دنیا میں ہوا کوئی نہیں

تربیت گاہِ جہاد و صلح ہے زہراؑ کی گود
مثلِ شبّرؑ، مثلِ شاہِ کربلا کوئی نہیں

قطعہ بند

پیروِ خاتونِ باغِ خلد ہیں حق آشنا
غاصبِ باغِ فدک سے واسطا کوئی نہیں

آؤ، آکر محفلِ بنتِ نبیؐ میں دیکھ لو
محفلِ بنتِ نبیؐ میں بے وفا کوئی نہیں

مدحتِ زہراؑ کی نیّر ابتدا ہم کر چکے
مدحتِ زہراؑ کی لیکن انتہا کوئی نہیں

منقبت

در شانِ امامِ حسن علیہ السلام

ہوائے صلحِ حسنؑ نے بڑا یہ کام کیا ۔۔۔ کہ اُس نے شام ہی میں گُل چراغِ شام کیا
مری زبان کو قرآں کا ہم کلام کیا ۔۔۔ مرے خدا نے مجھے شاعرِ امامؑ کیا
زبانِ تیغ سے ممکن نہ تھا جو دنیا میں ۔۔۔ وہی زبانِ قلم سے حسنؑ نے کام کیا
دعائے فاطمہؑ زہرا کے سائے میں ہم ہیں ۔۔۔ ہمیں مٹانے کا تم نے خیالِ خام کیا
حسنؑ کی مدح میں قرطاس پر جو لکھا ہے ۔۔۔ خموشیوں میں بھی اُس حرف نے کلام کیا
نفاق و کفر کے چہرے دکھائی دینے لگے ۔۔۔ حسنؑ کی صلح نے اک آئینے کا کام کیا
حسنؑ کی صلح ہے تجدیدِ صلحِ پیغمبرؐ ۔۔۔ حسنؑ کی صلح نے صلحِ نبیؐ کا نام کیا

قطعہ بند

نظر کے سامنے صلحِ رسولؐ کو رکھ کر ۔۔۔ حسنؑ نے اپنی شرائط کا اہتمام کیا
امیرِ شام سے منوا کے سب شرائط کو ۔۔۔ حسنؑ نے صلح سے باطل کو زیرِ دام کیا

فروغِ نور کو اور تیرگی مٹانے کو ۔۔۔ حسنؑ کا ذکر کیا اور صبح و شام کیا
بقائے دینِ نبیؐ ہے حسنؑ کی خاموشی ۔۔۔ یہ صلح نامے کے ہر لفظ نے کلام کیا
شبِ نمازِ مودّت قلم نے کاغذ پر ۔۔۔ کہیں پہ سجدہ کیا ہے، کہیں قیام کیا

قطعہ بند

پدر کی صلح سے مدحت کی ابتدا کی تھی ۔۔۔ پسر کی جنگ پہ مدحت کا اختتام کیا
وہ شعر جس میں ہے قاسمؑ کی جنگ کا نقشہ ۔۔۔ وہ شعر میں نے امامِ حسنؑ کے نام کیا

حسنؑ کی مدح جو کی آسمانِ مدحت پر
تو ہر ستارے نے نیّرؔ کا احترام کیا

منقبت

در شانِ امامِ حسین علیہ السلام

یہ کون آیا ہے زہراؑ کے آستانے میں
کہ اشک آنکھوں سے آئے خوشی منانے میں

قطعہ بند

برائے محفلِ میلاد گھر سے آنے میں
چراغِ فکر جلا شہؑ سے لو لگانے میں

ابھی ثواب ملا منقبت بنانے میں
ابھی ثواب ملا منقبت سنانے میں

شرف ہے بنتِ نبیؐ یہ ترا زمانے میں
امامؑ آئے مسلسل ترے گھرانے میں

درِ حسینؑ پہ آ چھوڑ کر زمانے کو
نہ کر تلاش حقیقت کو تو فسانے میں

ترے حسینؑ کا شاعر ہوں، دے سکونِ حیات
کمی ہے کون سی مالک ترے خزانے میں

درِ حسینؑ وہ در ہے ہمارے سر کی قسم
بلندیاں جہاں ملتی ہیں سر جھکانے میں

جو آئیں حُر کی طرح شہؑ کے آستانے پر
تو دیر لگتی نہیں قسمتیں بنانے میں

خدا ہی جانے کہ اُس کا مقام کیا ہوگا
فرشتے محو ہیں جھولا جسے جھلانے میں

محیط ہوگیا صدیوں پہ وہ خدا کی قسم
جو لمحہ گزرا تہِ تیغ سر کٹانے میں

نبیؐ کا عشق ، ولائے علیؑ ، حسینؑ کا غم
کمی نہیں ہے کوئی بھی مرے خزانے میں

فلک سے چاند محمدؐ کا دیکھنے کے لیے
ستارا اترا ہے زہراؑ کے آستانے میں

ولا کے جام نہ گردش میں آرہے ہوں جہاں
کبھی نہ جائیں گے ہم اُس شراب خانے میں

رکھا ہے سجدے میں سر شہؑ نے، اب خدا جانے
کہ کتنی دیر ہے سجدے سے سر اٹھانے میں

اسی یقین پہ گھر کو سجائے رکھتا ہوں
کبھی تو آئیں گے مولاؑ غریب خانے میں

وہ اک ہنسی کے لیے روزِ حشر ترسیں گے
شریک جو نہیں سرورؑ کا غم منانے میں

بہ فیضِ مدحتِ شبیرؑ میں رہا زندہ
زمانہ مٹ گیا نیّرؔ مجھے مٹانے میں

ابتدائیہ

تمام تعریفیں اس ذاتِ واجب کے لیے کہ جو کل جہانوں کا خالق ہے اور سلام و درود محمدؐ و آل محمدؐ پر کہ جو کل کائنات کی تخلیق کا باعث ہیں۔ قابلِ احترام ہیں وہ شعرا جو اللہ کے بتائے ہوئے راستے کو محمدؐ و آل محمدؐ کی سیرت کے تناظر میں دیکھتے ہیں اور حق کی پیروی میں باطل سے جہاد بالقلم کر رہے ہیں، حق کے بھیس میں چھپے ہوئے باطل کو آج بھی بے نقاب کر رہے ہیں۔ کربلا کا ذکر حق ہے اور یہ ذکر تا قیامت باطل کا چہرہ بے نقاب کرتا رہے گا کہ آنحضرتؐ کے اپنی پیاری بیٹی جناب فاطمہ زہراؑ سے وعدہ میں یہ راز پنہاں ہے تو حسینؑ کی یاد منانے والے دنیا میں کبھی نہ مٹ سکیں گے، چاہے دیواروں میں چن دیا جائے، گولیوں سے شہید کر دیا جائے یا خود کش حملوں سے، ذکرِ کربلا کسی نہ کسی صورت باقی رہے گا۔ وہ شعرا جو اس ذکر کو صنفِ مرثیہ میں زندہ رکھے ہوئے ہیں وہ چشمِ اہلبیت میں یقیناً بلند مقام رکھتے ہیں اور جو ذکرِ کربلا کو مرثیے سے کم کر رہے ہیں وہ جناب فاطمہؑ کے سامنے کس منہ سے جائیں گے جب رومالِ فاطمہؑ میں ان کے حصے کے موتی بہت کم ہوں گے یا بالکل نہیں ہوں گے۔

میں اپنے بارے میں یا اپنے کلام پر خود کیا لکھوں یا کسی سے کیوں اپنے لیے توصیفی کلمات لکھواؤں۔ اصل میں میری پہچان میرا اپنا کلام ہے جس کا کچھ حصہ اب ''کشکولِ سخن'' کی صورت میں قارئین کے سامنے ہے۔ قارئین سے عرض ہے کہ اس کلام میں خامیوں کے علاوہ خوبیوں کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔ میرا مطالعہ اور مشاہدہ ہے کہ کسی شاعر کا تمام کلام خامیوں سے مبرا نہیں ہوتا سو میرے کلام میں بھی خامیاں ہوں گی لیکن انصاف کا تقاضا ہے کہ خامیوں کے ساتھ خوبیوں کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے۔

اس کے علاوہ یہ دعا بھی فرمائیں کہ یہ کتاب 'کشکولِ سخن' بارگاہِ سیدۂ کونین میں مقبول ہو کیونکہ میں نے یہ مرثیے مجالس میں پڑھنے کے لیے کہے ہیں، ڈرائنگ روم میں پڑھنے کے لیے نہیں اور نہ دنیا میں نام و نمود کے لیے اور ان کو چھپوانے کا مقصد بھی یہ ہے کہ یہ مجالس میں پڑھے جائیں تاکہ حصولِ ثواب کا ذریعہ بنیں اور میرے نیک اعمال میں اضافہ ہو۔ اب میری عمر پچاس سال سے زیادہ ہوگئی ہے، ۳۷ سال سے زیادہ مشقِ سخن کرتے ہوئے ہوگئے، کراچی کی محافل و مجالس کے نشیب و فراز دیکھے ہیں، علامہ نجم آفندی کی صدارت میں پڑھا ہے، نہ جانے کیسے کیسے گوہرِ نایاب بزرگ شعرا کے درمیان مجلسی علم حاصل کیا ہے۔ مجھے وہ بہت یاد آتے ہیں:

اب نہ وہ بزرگ شعرا ہیں، نہ وہ مجلسی علم

اب نہ جانے کب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آجائے اس لیے اب عقبیٰ کی فکر ہے۔ تو دلی تمنا ہے کہ کم سے کم میرا مذہبی کلام چھپ جائے۔ اس لیے قارئین! یہ دعا بھی فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ چہاردہ معصومینؑ کی مودّت کے صدقے میں وہ اسباب پیدا کردے کہ میرا بقیہ تمام کلام میری زندگی میں چھپ جائے تاکہ دارِ فانی سے کوچ کے بعد بھی حصولِ ثواب کا سبب بنے۔

جن لوگوں نے اس کتاب کی طباعت کے سلسلے میں تعاون کیا ہے میں ان سب کا شکر گزار ہوں اور دعا گو ہوں کہ پروردگار اگر ان مرثیوں کی جیتوں کے عوض تو جنت میں مجھے گھر عطا فرمائے تو میرے گھر کے برابر اُن کو بھی گھر عطا فرما۔

اب میں اپنے کلام اور قارئین کے درمیان مزید حائل ہونا نہیں چاہتا، ورنہ ادبی دنیا کی حقیقتوں سے پردہ اٹھانے کے لیے لکھنے کو بہت کچھ ہے لیکن خاموشی اور گوشہ نشینی ہی بہتر ہے۔

دعاؤں کا طالب
دنیائے ادب کا ایک حقیر طالب علم
گدائے درِ اہلبیت
نیّر اسعدی

مرثیہ بعنوان کشکول

مطلع : منبرِ بزمِ سلونی سے ملی خوئے سخن

تعدادِ بند : ۷۰

سنِ تصنیف : ۱۹۹۴ء

درحال: شہادتِ امامِ حسینؑ واسیریٔ اہلبیتؑ

کیوں بھلا اہلِ خرد فکر کی پستی دیکھیں
علم کے درؑ پہ چلیں علم کی بستی دیکھیں
تشنۂ فکر نہ ہوگی وہاں ہستی دیکھیں
میں گداگر ہوں ، مری بادہ پرستی دیکھیں

بادۂ حبِ علیؑ بھر کے پیا ہے میں نے
کام کشکول سے ساغر کا لیا ہے میں نے

سلام

طلب راہِ عدم میں لازمی زادِ سفر کی ہے — سو ہم نے ذکرِ شہؑ میں زندگی پیہم بسر کی ہے

اندھیرا شام کا دیں کے افق پر آ نہیں سکتا — سرِ کرب و بلا شبیرؑ نے ایسی سحر کی ہے

حفاظت دینِ خالق کی کوئی آسان منصب تھا — بہتّر سر دیے ہیں تب مہم سرورؑ نے سر کی ہے

سرِ منبر نمازِ ذکرِ سرورؑ پڑھنے والوں نے — سو وقت کے مصلّے پر عبادت عمر بھر کی ہے

رہِ مدحت میں اب میرا قلم چل کر نہیں رکتا — قلم بازو ہوئے جس کے عجب اس نے نظر کی ہے

عزاداروں نے اپنایا غمِ شبیرؑ کو اتنا — کہ ان کو اب غمِ دنیا سے فرصت عمر بھر کی ہے

قطعہ بند

بشر ہو کر بھی شر سے میں جدا رہتا ہوں دنیا میں — عنایت مستقل یہ اسوۂ خیر البشرؐ کی ہے

میں ذکرِ کربلا میں خود پسندی کا نہیں قائل — جہاں میں خود پسندی اصل میں بنیادِ شر کی ہے

مجھے تو بارگاہِ حق میں ذکرِ شہؑ سے مطلب ہے — طلب شہرت کی مجھ کو ہے نہ خواہش مال و زر کی ہے

کوئی کم تر کہ برتر ذکرِ شہؑ میں ہو نہیں سکتا — کہ جو بھی بھیک ہے کشکول میں وہ ایک در کی ہے

نہ دی آب و غذا جس نے کبھی اس نے نہیں سوچا — حکومت خشک و تر پر بادشاہِ بحر و بر کی ہے

علی اصغرؑ کو ماں نے جب دیا سرورؑ کے ہاتھوں میں — اسے کچھ یوں لگا جیسے زمیں قدموں سے سرکی ہے

محمدؐ کا کلیجا ہو گیا چھلنی کہ اعدا نے — شہِ مظلوم پر تیروں کی بارش اس قدر کی ہے

وہ ڈھلکی زین اور گھوڑے کے ماتھے پر لہو شہؑ کا — فرس نے یوں حرم کو قتلِ سرورؑ کی خبر کی ہے

یہ منبر جیتے جی مجھ سے نہ چھوٹے گا کبھی نیّر
کہ لب پر ذکر ہے ان کا کہ جنت جن کے گھر کی ہے

کشکول

(۱)
منبرِ بزمِ سلونی سے ملی خوئے سخن   باغِ زہرا سے میسر ہے مجھے بوئے سخن
دیدنی ہے سرِ قرطاس و قلم روئے سخن   اب نظر والوں کی اٹھتی ہے نظر سوئے سخن
مرثیے کے لیے آغازِ سفر کرتا ہوں
میں درِ علم سے کشکولِ سخن بھرتا ہوں

(۲)
حرف میں نورِ ہدایت ہے اسی در کی عطا   نظم میں حسنِ فصاحت ہے اسی در کی عطا
فکر میں علم کی دولت ہے اسی در کی عطا   بھیک میں رزقِ سماعت ہے اسی در کی عطا
ہے یہ کشکولِ سخن باعثِ عزت مجھ کو
ہاتھ آئی ہے فقیری میں یہ دولت مجھ کو

(۳)
یہ وہ در ہے کہ جہاں بہتا ہے دریائے سخا   کوئی پیاسا نہ درِ علم سے مایوس پھرا
دیکھ لے کوئی بھی اس در پہ ذرا دے کے صدا   مانگنے والے کو ملتا ہے طلب سے بھی سوا
ہم فقیروں پہ سدا دستِ کرم رکھتا ہے
سب کے کشکولِ گدائی کا بھرم رکھتا ہے

(۴)
طائرِ فکر کی پرواز کو پر دیتا ہے   باغِ تخئیل میں پیہم گلِ تر دیتا ہے
ہر سخنور کو ریاضت کا ثمر دیتا ہے   اتنا دیتا ہے کہ کشکول کو بھر دیتا ہے
سر کو توقیر کا اک تاج عطا کرتا ہے
اوجِ منبر پہ یہ معراج عطا کرتا ہے

(۵)

یہ درِ علم ہے ہر فکرِ سخنور کا امیں — حرف کے سانچے میں ڈھلتا ہے یہاں نورِ یقیں
رکھی قرطاس پہ خامے نے اپنی سجدہ جبیں — فن کی معراج ہے یہ مرثیہ گوئی کی زمیں
چاند تاروں کی طرح لفظوں کی دولت دیکھو
آسماں فکر کا کشکول کی صورت دیکھو

(۶)

علم کے در سے ملا فن کا خزینہ ہم کو — آ گیا مدح سرائی کا قرینہ ہم کو
لے گیا ساحلِ رحمت پہ سفینہ ہم کو — اسی ساحل پہ ملے شاہِ مدینہ ہم کو
جس طرح دل میں کوئی دیدۂ تر سے آئے
علم کے شہر میں ہم علم کے در سے آئے

(۷)

ہم کو اس در سے ملی جرأتِ اظہارِ ہنر — سرِ قرطاس ہوا طے سفرِ فکر و نظر
مرثیہ لب پہ ہے اور آنکھوں میں اشکوں کے گہر — راہِ مدحت میں میسر ہے یہی زادِ سفر
آلِ احمدؐ کی مودت مرے کشکول میں ہے
دولتِ اجرِ رسالت مرے کشکول میں ہے

(۸)

میرا کشکول ہے اک آئینۂ حق آثار — اس میں آتے ہیں نظر کرب و بلا کے کردار
اس سے ہوتا ہے مرے جذبۂ غم کا اظہار — اس میں ہیں اشکِ عزا، یہ ہے مودت کا حصار
منزلیں طے کیے جاتا ہوں وفاداری کی
میرے کشکول میں دولت ہے عزاداری کی

(۹)

میرے کشکولِ ہنر میں ہے ولا کی دولت — دولتِ فکر و نظر، حرف و نوا کی دولت
دولتِ صبر و رضا، صدق و صفا کی دولت — دولتِ علم و عمل، مہر و وفا کی دولت
اتنی دولت جو درِ علم سے ہاتھ آئی ہے
کشورِ شعر و سخن میں مری دارائی ہے

(۱۰)

کشورِ شعر و ادب میں ہے عقیدت کا چمن　　مصرع اس میں جو ہے خورشیدِ مودت کی کرن
اُس پہ شاہی ہے مری ہے یہی لفظوں کا وطن　　تاجِ اقلیم ادب ہے ، مرا کشکول سخن
گوہرِ اشکِ عزا اس کی بدولت دیکھو
اس نظر سے مرے کشکول کی قیمت دیکھو

(۱۱)

نورِ خورشیدِ مودت سے منور ہے ایاغ　　پھول کھلتے ہیں ولا کے تو مہک جاتا ہے باغ
لو درِ علم پیمبرؐ سے لگاتا ہے دماغ　　میرا کشکولِ سخن اس طرح بنتا ہے چراغ
مجھ کو تاریکیٔ تربت کا نہ اب ڈر ہوگا
یہ چراغ اب مرے مرقد میں منور ہوگا

(۱۲)

میرے ہاتھوں میں ہے یہ مجلس و منبر کا چراغ　　بجھ نہیں سکتا کبھی فکرِ سخنور کا چراغ
اس سے روشن ہوا کرتا ہے مقدر کا چراغ　　رہبری کرتا ہے ذکرِ غمِ سرورؑ کا چراغ
تیرگی شام کی دنیا سے مٹا دیتا ہے
یہ رہِ حق پہ زمانے کو لگا دیتا ہے

(۱۳)

میرا کشکولِ سخن کیا ہے مودت کا چراغ　　مجلسِ شہؑ میں ہے پروانۂ جنت کا چراغ
ذکرِ شبیرؑ سے روشن ہے ہدایت کا چراغ　　حرف لَو دیتے ہیں یہ ہے وہ فصاحت کا چراغ
روشنی فکر کی ذہنوں پہ اثر کرتی ہے
کربلا حرف کی صورت میں سفر کرتی ہے

(۱۴)

میں درِ سبطِ نبیؐ پر ہوں گداگر کی طرح　　اس فقیری سے مقدر ہے سکندر کی طرح
دیدۂ تر کی ہے حالت دلِ مضطر کی طرح　　آنکھیں کشکول ہیں اور اشک ہیں گوہر کی طرح
آنکھ میں تحفہ جو انمول لیے بیٹھا ہوں
نذرِ زہراؑ کو یہ کشکول لیے بیٹھا ہوں

(۱۵)

دولتِ ذکرِ غم شاہِ امم رکھتا ہے   دردِ دل، دردِ جگر، لذتِ غم رکھتا ہے
تشنہ کاموں کے لیے آنکھوں کو نم رکھتا ہے   اشکِ غم میں صفتِ بحرِ کرم رکھتا ہے
ہو کوئی تشنہ سماعت تو صدا دیتا ہے
میرا کشکولِ سخن پیاس بجھا دیتا ہے

(۱۶)

کیوں بھلا اہلِ خرد فکر کی پستی دیکھیں   علم کے دَر پہ چلیں علم کی بستی دیکھیں
تشنۂ فکر نہ ہوگی وہاں ہستی دیکھیں   میں گداگر ہوں مری بادہ پرستی دیکھیں
بادۂ حبِ علیؑ بھر کے پیا ہے میں نے
کام کشکول سے ساغر کا لیا ہے میں نے

(۱۷)

ہے جو کشکول مئے حُبِ علیؑ سے لبریز   نشہ اس کا ہے زمانے کی شرابوں سے تیز
مدح گو کے لیے تاثیر ہے حیرت انگیز   پی لے اک گھونٹ تو ہو اسپِ تخیل مہمیز
خود قلم فکر کی رفتار پہ حیراں ہو جائے
ایک ہی جست میں طے منزلِ عرفاں ہو جائے

(۱۸)

ساقیا مے وہ پلا دیکھتا ہوں جس کے میں خواب   جس کا جنت کی شرابوں میں نہ ہو کوئی جواب
میرے کشکول میں وہ مے کرنہ ہو جس کا حساب   بچ گئی ساغرِ بہلول میں جو، دے وہ شراب
ناتواں فکرِ سخنور بھی توانا ہو جائے
کوئی دیوانہ اگر پی لے تو دانا ہو جائے

(۱۹)

میں سوالی ہوں عطا کر دے ہدایت کی شراب   میں بھکاری ہوں مجھے دے دے حقیقت کی شراب
میں سوالی ہوں ملے مجھ کو مودت کی شراب   میرے کشکول میں بھر دے مری قسمت کی شراب
روزِ محشر یہی جنت کا قبالہ ہو جائے
میرا کشکول ہی بخشش کا حوالہ ہو جائے

(۲۰)

علم کا شہر ہے میخانۂ حُبِ داور   علم کے شہر کا درؔ ہے اسی میخانے کا در
میں گداگر بھی ہوں میخوار درِ حیدرؔ پر   اپنے کشکولِ گدائی کو بنا کر ساغر
میں جو پیمانے کو ٹکراؤں گا پیمانے سے
پھر درودوں کی صدا آئے گی میخانے سے

(۲۱)

ساقیا تیرے ہی در پر ہے جھکی میری جبیں   تو جہاں پر ہے نگاہیں میری اٹھتی ہیں وہیں
دونوں عالم میں نہیں کوئی بھی تجھ جیسا حسیں   میرے ساقیؔ ترے جلووں کی مجھے تاب نہیں
اب دعاؤں کا اثر دیدۂ تر میں دے دے
اپنے جلوے مجھے کشکول نظر میں دے دے

(۲۲)

ساقیا دریا دلی نے تری بخشا یہ کمال   جزُ ترے میں نے کسی سے نہ کیا کوئی سوال
تو ہی رکھتا ہے مری بادہ پرستی کا خیال   اب مری بادہ پرستی پہ نہ آئے گا زوال
پے بہ پے مے سے جو کشکولِ سخن بھرتا ہوں
میں درِؔ علمِ پیمبرؐ کی ثنا کرتا ہوں

(۲۳)

یہ وہ در ہے جہاں قرآن کا منشور ملا   صورتِ علم ملی آئینۂ نور ملا
درس جو اس سے ملا عدل سے معمور ملا   اسی در سے تو مساوات کا دستور ملا
دین موقوف نہیں ہے کسی مجبوری پر
کُل کے مولاؑ کو بہت فخر ہے مزدوری پر

(۲۴)

یہ وہ عابد ہے نہیں جس کی عبادت کا جواب   یہ وہ عادل ہے نہیں جس کی عدالت کا جواب
یہ وہ ضیغم ہے نہیں جس کی شجاعت کا جواب   یہ سخی وہ ہے نہیں جس کی سخاوت کا جواب
اپنے قاتل کو بھی شربت یہ پلا دیتا ہے
انتہا اپنی سخاوت کی دکھا دیتا ہے

(۲۵)

یا علی کہہ کے گرہ اپنے مقدر کی کھول　　اپنا اندازِ نظر عشق کی میزان پہ تول
حسبِ توفیق یہاں بھیک ملے گی انمول　　منسلک ہو کے درِ علم سے بن جا بہلول
اپنے انداز سے اس در کی ثنا کرتا جا
علم کی بھیک سے کشکولِ خرد بھرتا جا

(۲۶)

اک درِ علم ہے اور مانگنے والے ہیں ہزار　　حد سخاوت کی یہاں ہے نہ عطا کا ہے شمار
بخش دی ایک سوالی کو جو اونٹوں کی قطار　　اپنے ہاتھوں سے وہیں چھوڑ دی قنبر نے مہار
مانگنے والے کو حیدرؑ کی مدد کافی ہے
اور قنبر کو غلامی کی سند کافی ہے

(۲۷)

یہ وہ در ہے کہ جہاں ملتی ہے صہبائے غدیر　　یہ وہ در ہے کہ جگاتا ہے جو انساں کا ضمیر
یہ وہ در ہے کہ جہاں آئے ہیں مسکین واسیر　　یعنی اس در پہ ملک آئے ہیں بن بن کے فقیر
فاقہ کرتا ہے یہ گھر شکرِ خدا کرتا ہے
ہل اتیٰ ان کی سخاوت کی ثنا کرتا ہے

(۲۸)

علم کے درؑ کے ہیں قرآن میں آئے اوصاف　　آئینۂ فکر و عمل کا نظر آیا شفاف
ساری دنیا میں یہاں ملتا ہے عدل وانصاف　　محورِ جود و سخا ، مرکزِ مہر و الطاف
اس کی فیاضی پہ اک حرف نہیں آتا ہے
یہ وہ در ہے جہاں کم ظرف نہیں آتا ہے

(۲۹)

ہے درِ علم نبیؐ اوجِ بقا کا زینہ　　خیر سے آیا فقیروں کو یہاں پہ جینا
علم کی شمع سے پرنور یہاں ہے سینہ　　جو یہاں آتا ہے رکھتا نہیں دل میں کینہ
دور نفرت کے اندھیروں سے یہ کر دیتا ہے
دل کا کشکول محبت سے یہ بھر دیتا ہے

(۳۰)

یہ درِ علم سخاوت کا حشم رکھتا ہے مانگنے والوں پہ یہ چشمِ کرم رکھتا ہے
جو بھی دست یہاں اپنے قدم رکھتا ہے اس کے ہاتھوں کا یہ در کھل کے بھرم رکھتا ہے
بھیک تھوڑی سی بھی لینے جو یہاں آتا ہے
جھولیاں بھر کے درِ علم سے وہ جاتا ہے

(۳۱)

لو اسی در سے لگاتے ہیں لگانے والے علم کے دیپ جلاتے ہیں جلانے والے
فکرِ خوابیدہ جگاتے ہیں جگانے والے اپنی تقدیر بناتے ہیں بنانے والے
کاسۂ فکر کو خالی نہیں ہونے دیتا
یہ سوالی کو سوالی نہیں ہونے دیتا

(۳۲)

سب کو بر وقت، ہر اک دور میں امداد ملی دل رسولوں کے بڑھے اور کلی دل کی کھلی
چاکِ پوشاکِ خرد سوزنِ ایماں سے سلی سب نے دیکھی ہے درِ علم کی یہ دریا دلی
راہ موسیٰ کو سرِ نیل دکھا دی اس نے
کشتیٔ نوح کنارے سے لگا دی اس نے

(۳۳)

مرحلے جتنے تھے سب حل شہِ قنبر نے کیے کوئی مشکل کوئی مشکل نہیں حیدرؑ کے لیے
دل جو ٹوٹے تھے انھیں حوصلے مولاؑ نے دیے آگ کی گود میں اس طرح براہیمؑ جیے
کام ہر منزلِ دشوار میں آتے تھے علیؑ
نارِ نمرود کو گلزار بناتے تھے علیؑ

(۳۴)

جب درِ علم نے بڑھ کر درِ خیبر الٹا ہاتھ اس وقت بہت مالِ غنیمت آیا
اپنا دامن مرے مولا نے وہیں پر جھاڑا اہلِ لشکر کے مقدر کا ستارا چمکا
خشک سالی میں گرفتار جو کچھ سال ہوئے
تیغِ کرارؑ کے صدقے میں وہ خوش حال ہوئے

(۳۵)

کچھ ہو مطلوب تو اس در پہ گزارش کرنا　ان کی عادت ہے فقیروں پہ نوازش کرنا
حق میں مخلوق کے خالق سے سفارش کرنا　بے نواؤں پہ زر و مال کی بارش کرنا
قرض داروں کا یہ قرضہ بھی ادا کرتے ہیں
حق سے جو ملتا ہے وہ بانٹ دیا کرتے ہیں

(۳۶)

علم کے در سے ملے ہم کو حسینؑ اور حسنؑ　باپ کی طرح ہے دونوں میں سخاوت کا چلن
جو تخی باپ کا ہے، ہے وہی بیٹوں کا تخی　ان سے ہی پھولا پھلا دین محمدؐ کا چمن
ایک نے مانگنے والے کو حکومت دے دی
ایک نے دیں کے لیے جان کی دولت دے دی

(۳۷)

وہ حسینؑ ابنِ علیؑ جس کی نہیں کوئی نظیر　جس کی تدبیر سے اسلام کی چمکی تقدیر
دیں کا سلطانؑ ہے اقلیم سخاوت کا امیر　فرش سے عرش تلک سب ہے اُسی کی جاگیر
مانگنا جو ہو تخی ابنِ تخی سے مانگو
علم کے در پہ حسینؑ ابنِ علیؑ سے مانگو

(۳۸)

باپ بیٹے کی سخاوت کی ہے یکساں صورت　وہ ہیں قرآنِ سخاوت تو یہ اس کی آیت
اپنے قاتل کو دیا جیسے علیؑ نے شربت　ویسے شبیرؑ سخاوت کے ہیں ابر رحمت
حر کے لشکر کو دمِ تشنہ دہانی بخشا
دشمنِ جاں کو بھی شبیرؑ نے پانی بخشا

(۳۹)

در بہ در کیوں ہو، درِ سبطِ نبیؐ پر آؤ　اپنا کشکول درِ شاہِ امم پر لاؤ
ہو جو مطلوب وہ سرورؑ سے طلب فرماؤ　جو کہیں سے نہیں ملتا وہ یہاں سے پاؤ
پھول امیدِ شفاعت کے یہاں کھلتے ہیں
درِ شبیرؑ پہ فطرس کو بھی پر ملتے ہیں

(۴۰)

بے وسیلہ نہیں ہوتی کبھی مقبول دعا　　بے وسیلہ نہیں ہوتی کبھی خالق کی عطا
جب فقیروں نے صدا دی ہے تو کشکول بھرا　　واسطہ دے کے محمدؐ کے نواسے کا ذرا
میں درِ سبطِؑ نبیؐ پر ہوں گدا کی صورت
یہ مرے ہاتھ ہیں کشکولِ دعا کی صورت

(۴۱)

ہاتھ پھیلے ہیں مگر سبطِ نبیؐ کے آگے　　کبھی دامن مرا پھیلا نہ کسی کے آگے
جنؑ سے امداد طلب حق تھا اسی کے آگے　　کربلا والے سخی ابنِ سخی کے آگے
رکھا کاغذ پہ قلم فکر جلا پانے لگی
کربلا سطحِ تخیل پہ نظر آنے لگی

(۴۲)

دیں کے اقدار کو کرتے تھے یزیدی برباد　　ہائے وہ وقت کہ جب چھا گیا کفر و الحاد
مل گئی دیں کو حسینؑ ابنِ علیؑ سے امداد　　در پہ شبیرؑ کے اسلام تھا محوِ فریاد
منزلِ اوجِ سخاوت سے گزرتے تھے حسینؑ
دینِ اسلام کے کشکول کو بھرتے تھے حسینؑ

(۴۳)

جن کو پرکھا شبِ عاشور وہ انصار دیئے　　ہاتھ پھیلائے تھا اسلام تو غم خوار دیئے
جرأتیں جن کی تھیں بے مثل وہ جرار دیئے　　ہر سن و سال کے شبیرؑ نے کردار دیئے
دینِ خالق کو بقا کے لیے تحریک ملی
بھیک جو مانگی درِ شاہؑ سے وہ بھیک ملی

(۴۴)

مانگا بھائی کا جگر کر دیا قاسمؑ کو فدا　　دیں نے مانگا جو پسر دے دیا پیری کا عصا
مانگا بے شیرؑ تو اصغرؑ سا دیا ماہ لقا　　مانگا بازو تو علمدارؑ کو قربان کیا
دینِ اسلام کو بخشے ہیں سہارے کیا کیا
حق پہ قربان کیے چاند ستارے کیا کیا

(۴۵)

دشت میں وعدۂ طفلی کو نبھاتے ہیں حسینؑ شمعِ توحید سرِ راہ جلاتے ہیں حسینؑ
شیرِ مادر کی یہ تاثیر دکھاتے ہیں حسینؑ پھر سے اسلام کو اسلام بناتے ہیں حسینؑ
جب ضرورت ہوئی نانا کی نشانی دے دی
دینِ اسلام کو اکبرؑ کی جوانی دے دی

(۴۶)

دشتِ غربت میں ہیں فرزندِ شہنشاہِ عرب پھر بھی ہیں بحرِ سخا گو ہیں بہت تشنہ لب
ان سے ہے ابرِ کرم یہ ہیں بہاروں کا سبب گلشنِ دیں نے جو پانی کیا اک بار طلب
دولتِ آلِ شہنشاہِ مدینہ دے دی
خونِ عباسؑ سے تر مشکِ سکینہ دے دی

(۴۷)

مختصر فوج سے میداں میں ہوئے جب محروم دینِ اسلام نے مانگا سرِ شاہِ مظلوم
در پہ خیمے کے گئے سبطِ پیمبرؐ مغموم دی یہ آواز کہ اے زینبؑ و امِ کلثومؑ
دیں ہمارا ہے طلب گار چلے ہم رن کو
تم رہو گھر سے خبردار چلے ہم رن کو

(۴۸)

بات یہ شاہ نے پھر ثانیِ زہراؑ سے کہی بنتِ شہزادیِ کونین ہو اے جانِ اخی
حق پہ قربان جو ہو جائے حسینؑ ابنِ علیؑ پھر بھی اسلام کی امداد میں آئے نہ کمی
بحرِ ظلمات میں گھر بار لٹانا زینبؑ
کشتیِ دینِ محمدؐ کو بچانا زینبؑ

(۴۹)

سن کے حضرتؑ کے سخن اہلِ حرم رونے لگے پیٹ کر سینہ و سر کشتۂ غم رونے لگے
شاہ جاتے ہیں تو سب مل کے بہم رونے لگے دیکھ کر ان کو شہنشاہِ امم رونے لگے
ہو کے رخصت درِ خیمہ سے نکلتے ہیں حسینؑ
جنگ کا نقشہ کوئی دم میں بدلتے ہیں حسینؑ

(۵۰)

کوئی مونس ہے نہ شبیرؑ کا کوئی غمخوار　　بڑھ کے خواہر نے کیا بھائی کو گھوڑے پہ سوار
تیز رفتاری سے میداں کو چلا اب رہوار　　وارثِ تیغِ یداللہ نے کھینچی تلوار
غل ہے اعدا میں شجاعِ ازلی آتے ہیں
اب بچے جنگ حسینؑ ابنِ علی آتے ہیں

(۵۱)

ہیں ادھر دشمنِ اسلام جہالت کے اسیر　　تیرگی دل میں لیے شام کے وہ مردہ ضمیر
خیر کے سامنے میدان میں آئے ہیں شریر　　مائلِ جنگ ہیں اب رے کی حکومت کے فقیر
کاسۂ سر میں کوئی دولتِ نخوت لایا
دامنِ دل میں کوئی بغض و عداوت لایا

(۵۲)

کاسۂ سر میں رعونت جو لیے تھا مغرور　　ہو گیا وہ شہِ اسلام کے آگے مجبور
ایک ہی وار جو مولاؑ نے کیا ہے بھرپور　　کٹ گیا کاسۂ سر مل گیا مٹی میں غرور
تن تڑپتا ہوا اب زادِ سفر ڈھونڈتا ہے
خاک پہ دور تلک کاسۂ سر ڈھونڈتا ہے

(۵۳)

تیغِ حیدرؑ کی یہاں جو بھی چبھن رکھتا ہے　　بدر و صفین کے زخموں کی دکھن رکھتا ہے
مائلِ ظلم اُسے زخم بدن رکھتا ہے　　کاسۂ دل میں عداوت کا چلن رکھتا ہے
تیغِ شبیرؑ سے جو کاسۂ دل ٹوٹ گیا
جان کے ساتھ عداوت کا چلن چھوٹ گیا

(۵۴)

دستِ شبیرؑ میں وہ تیغ ہے حیدرؑ والی　　بدر و صفین کے میدانوں کی دیکھی بھالی
اس نے میدان سے پھیرا نہ کسی کو خالی　　تیغ نے بھیک ہر اک کاسۂ سر میں ڈالی
دشتِ غربت میں بڑی اس نے نوازش کی ہے
نعمتِ موت ہر اک کاسۂ سر میں دی ہے

(۵۵)

تیغِ شبیرؑ سے میداں کی ہے حالت ابتر　　خوف سے لشکرِ اعدا میں مچی ہے بھگدر
بھاگتا پھرتا ہے ہر ایک اِدھر اور اُدھر　　خودِ کشکول کی صورت وہاں آتے ہیں نظر
ہے اجل سر پہ تو ہر ایک اماں مانگتا ہے
کاسۂ خُود میں اب دولتِ جاں مانگتا ہے

(۵۶)

یہ نئی تیغ لیے دشت میں ہے محوِ جدال　　رخ پہ آتا ہے نظر غیظ و غضب رعب و جلال
رن میں اعدا نظر آتے ہیں گداگر کی مثال　　ہاتھ میں صورتِ کشکول لیے پھرتے ہیں ڈھال
پائی کشکولِ سپر میں جو اجل کی دولت
لے کے مقتل سے چلے اپنے عمل کی دولت

(۵۷)

برق رفتاری سے یہ تیغ چلا کرتی ہے　　خاک ہو جاتا ہے یہ جس پہ گرا کرتی ہے
رشتۂ جان و جسد کاٹ دیا کرتی ہے　　خون سے رن کی زمین سرخ کیا کرتی ہے
تیغ مقتل کی فضاؤں پہ جو چھا جاتی ہے
موت ہی موت ہر اک سمت نظر آتی ہے

(۵۸)

تیغِ شبیرؑ سے میداں میں مچی ہے ہلچل　　اس کے سر جو بھی چڑھا اس کو ملی راہِ اجل
یہ چمکتی ہے، گرجتا ہے قضا کا بادل　　خوں کی برسات سے ہو جاتا ہے صحرا جل تھل
ایسے عالم میں بھی جب وقتِ نماز آتا ہے
ہاتھ تلوار چلاتے ہوئے رک جاتا ہے

(۵۹)

آ گیا عصر کا ہنگام رکی وہ شمشیر　　ایک مظلوم پہ پھر ٹوٹ پڑی فوج کثیر
مارتا تھا کوئی نیزہ، کوئی پتھر کوئی تیر　　چُور زخموں سے ہوئے، گر گئے رن میں شبیرؑ
امتِ جد کے لیے دل سے دعا کرنے لگے
سجدہ تیروں کے مصلّے پہ ادا کرنے لگے

(۶۰)

لے کے خنجر جو سوئے شاہ بڑھا دشمنِ دیں　　لے لیا گود میں مظلوم کا سر ماں نے وہیں
بین وہ اس نے کیے ہل گئی مقتل کی زمیں　　جیسے کہتی ہو یہ رو رو کے کہ اے شمرِ لعیں
یہ مرے گھر کا سہارا ہے نہ مار اس کو شقی
یہ مری آنکھ کا تارا ہے نہ مار اس کو شقی

(۶۱)

واسطہ جعفرِ طیار کا دیتی ہوں تجھے　　واسطہ حیدرِ کرار کا دیتی ہوں تجھے
واسطہ احمدِ مختار کا دیتی ہوں تجھے　　واسطہ ایزدِ غفار کا دیتی ہوں تجھے
یہ کئی روز کا پیاسا ہے نہ کر قتل اسے
یہ محمدؐ کا نواسا ہے نہ کر قتل اسے

(۶۲)

ناقہ اس کے لیے بنتے تھے رسولِؐ مختار　　اپنے کاندھے پہ محمدؐ اسے کرتے تھے سوار
پشت پر یہ تھا تو سجدے میں تھے شاہِ ابرارؐ　　ناز بردار محمدؐ تھے یہ انؐ کا دلدار
گود میں اس کو محمدؐ جو لیا کرتے تھے
اس کی گردن پہ بہت پیار کیا کرتے تھے

(۶۳)

شمر کے کان میں پہنچی نہ صدائے مادر　　شہ کے نزدیک گیا خنجرِ کیں لہرا کر
اُس نے مظلوم کی گردن پہ جو رکھا خنجر　　اک چھری پھر گئی گویا کہ دلِ زہراؑ پر
بھوکے پیاسے کا گلا تیغِ جفا سے کاٹا
سرِ شبیرؑ کو ظالم نے قفا سے کاٹا

(۶۴)

پھر علم کر دیا نیزے پہ سرِ شاہِ ہدا　　سر چمکنے لگی مقتل کی زمیں پر دکھیا
اور ادھر اہلِ حرم میں بھی ہوا حشر بپا　　ہائے ظلم و ستم اور ہوئی فوجِ جفا
یاں تو خاتونِ قیامت پہ قیامت ٹوٹی
اور وہاں ثانیٔ زہراؑ پہ مصیبت ٹوٹی

(۶۵)

کوئی وارث جو نہیں اہلِ حرم لٹتے ہیں   تشنہ لب لٹتے ہیں اب کشتۂ غم لٹتے ہیں
سوگوارانِ شہنشاہِ امم لٹتے ہیں   اہلِ دل ، اہلِ عطا ، اہلِ کرم لٹتے ہیں
ہائے پردیس میں اولادِ علیؑ لٹتی ہے
ہائے سرکارِ سخی ابنِ سخی لٹتی ہے

(۶۶)

لٹ گیا عابدِ بیمار و حزیں کا بستر   چھن گئیں بلوے میں رانڈوں کے سروں سے چادر
چھن گئے بالی سکینہؑ کے بھی کانوں سے گہر   جب لگی آگ تو زینبؑ نے صدا دی رو کر
خیمے جلتے ہیں مصیبت سے بچا لو عباسؑ
آ کے دریا سے ذرا آگ بجھا دو عباسؑ

(۶۷)

کوئی آیا ہی نہیں آگ بجھانے کے لیے   آلِ احمدؐ کو مصیبت سے چھڑانے کے لیے
ظلم کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے   ایک بیمار کو شعلوں سے بچانے کے لیے
پھر تو سجادؑ کو زینبؑ نے سنبھالا بڑھ کر
ایک بیمارؑ کو شعلوں سے نکالا بڑھ کر

(۶۸)

خاک پر ایک جگہ بیٹھ گئے خاک بسر   رات بھر زینبؑ مغموم رہیں پہرے پر
پھر قیامت لیے آئی جو غریبوں کی سحر   قید سب ہو گئی پردیس میں آلِ اطہر
شام جانے کے لیے قافلہ تیار ہوا
طوق و زنجیر میں بیمار گرفتار ہوا

(۶۹)

ہاتھ رسّی سے بندھے ہو گئے اونٹوں پہ سوار   ایسے عالم میں ہے بیمار کے ہاتھوں میں مہار
گو چلا جاتا نہیں ، چلتے ہیں لیکن ناچار   ان کو طے کرنی ہے اب شام کی راہ دشوار
کو بہ کو ٹھوکریں کھانے کے لیے جاتے ہیں
دینِ اسلام بچانے کے لیے جاتے ہیں

(۷۰)

کشتِ اسلام کو یہ آبِ بقا دیتے ہیں   خود ہیں بیمار مگر دیں کو شفا دیتے ہیں
اور پھر سیّدِ سجّاد دعا دیتے ہیں   دین محفوظ ہو زینبؑ کی ردا دیتے ہیں

اب نہ نیّر یہ کسی سے بھی سوالی ہوگا
دینِ اسلام کا کشکول نہ خالی ہوگا

جامِ شہادت

کربلا کے دشت میں جامِ شہادت یوں پیا   مذہبِ اسلام پر اکبرؑ نے احساں کر دیا
سینۂ اسلام میں پیوست ہو جاتی مگر   بڑھ کے اکبرؑ نے کلیجے پر سناں کو لے لیا

مقصدِ شبیرؑ

شام میں علم کی قندیل جلانے والی   مقصدِ حضرتِ شبیرؑ بتانے والی
کربلا، کرب و بلا میں ہی مقید ہوتی   ہوتی زینبؑ نہ اگر شام میں لانے والی

آزادیٔ فکر

دل میں ان کی یاد ہونا چاہیے   عزم بھی فولاد ہونا چاہیے
مستقل زنجیر دیتی ہے صدا   فکر کو آزاد ہونا چاہیے

حق

بند خوشبوئے چمن کوئی نہیں کر سکتا   قید سورج کی کرن کوئی نہیں کر سکتا
یہ تو زینبؑ نے بتایا ہے عمل سے اپنے   حق کو پابندِ رسن کوئی نہیں کر سکتا

یقین

اندھیرا ذہن پہ مایوسیوں کا چھا جائے   جو تیرگی سے اجالا شکست کھا جائے
بتا گئے یہ زمانے کو عابدِ بیمار   نہ زندگی کا یقیں ہو تو موت آ جائے

سلام

تاریخ کربلا کی ہماری نظر میں ہے — پیغامِ شاہِ دیں کا مسلسل سفر میں ہے
یوں ارضِ کربلا سے اجالا سفر میں ہے — اک کہکشاں بچھی ہوئی اس رہ گزر میں ہے
نیّر وہ کربلائے معلّیٰ نظر میں ہے — میں ہوں سفر میں ساتھ ہی جنت سفر میں ہے
ہر شے حصارِ گردشِ شام و سحر میں ہے — دنیا مگر حسینؑ کے دامِ اثر میں ہے
بازو ہوئے تھے جن کے قلم، اُن کے فیض سے — لکھنے کی کچھ صلاحیت اک بے ہنر میں ہے
وہ راہِ شام اور وہ نیزے پہ شہ کا سر — اک آفتاب جیسے نمودِ سحر میں ہے
عشقِ رسولؐ ، یادِ علیؑ اور غمِ حسینؑ — دولت یہ سب غلامِ ابوذرؓ کے گھر میں ہے
آئینہ کربلا کا ہے نظروں کے سامنے — اور دل مرا محبتِ آئینہ گر میں ہے
دنیائے خیر و شر میں بہ فیضِ شہِ زماں — انساں حصارِ اسوۂ خیر البشرؐ میں ہے
دل میں بسی ہوئی ہے مرے ارضِ کربلا — ہوں خوش نصیب خلدِ بریں میرے گھر میں ہے
سچائی کا دیا جو جلا تھا سرِ سناں — صدیوں سے اس کی روشنی پیہم سفر میں ہے
پیہم رہِ عمل میں ہے میرا مشاہدہ — یادِ حسینؑ صرف دلِ معتبر میں ہے
سچ زیرِ تیغ ہو تو لہو بولنے لگے — یہ رسم زندگی تو محمدؐ کے گھر میں ہے
اصغرؑ کا خون چہرۂ شبیرؑ ، کربلا — اک کائنات درد ہمارے جگر میں ہے
زہراؑ کی میزبانی کا حاصل شرف ہوا — فرشِ عزا بچھا ہوا مومن کے گھر میں ہے
یارب ہو خیر نورِ نگاہِ حسینؑ کی — برچھی شبیہِ ختمِ رسلؐ کے جگر میں ہے
اے کربلا کے ننھے مجاہد ترے لیے — بہتی ہوئی فرات مری چشمِ تر میں ہے

نیّر جو ذکرِ آلِ نبیؐ میں ہوا بسر
لمحہ وہ ایک کام کا بس عمر بھر میں ہے

مرثیہ بعنوان تحریر

مطلع : آج تحریر کو عنوانِ سخن کرتا ہوں

تعدادِ بند : ۱۰۵

سنِ تصنیف : ۱۹۹۸ء

در حال : خاتمہ لشکرِ حسینی، تنہائیِ حسینؑ و آمدِ خطِ صغریٰؑ

کام تحریر کا ناخن سے کیا جاتا تھا
پر سے بھی خامے کا اک کام لیا جاتا تھا
شاخ کو بہرِ قلم کاٹ دیا جاتا تھا
دامنِ فن انہی خاموں سے سیا جاتا تھا

دورِ حاضر میں یہ خامے کا بدل ہونے لگا
اب شعاعوں سے کتابت کا عمل ہونے لگا

سلام

خونِ سبطِ مصطفیٰؐ اسلام کے پیکر میں ہے
یوں مکمل جاذبیت دینِ پیغمبرؐ میں ہے

دل مرا مصروف مدحِ سبطِ پیغمبرؐ میں ہے
منظرِ کرب و بلا اے دوست پس منظر میں ہے

سیرتِ محبوبِ داور اسوۂ سرورؐ میں ہے
ہر اصولِ رہبری نیّر مرے رہبر میں ہے

تختِ شاہی پر میسر ہے نہ مال و زر میں ہے
جو سکوں حاصل غلامیِ شہِ قنبر میں ہے

یہ اضافہ بھی شبِ عاشور کے منظر میں ہے
آنسوؤں کا اک سمندر سب کی چشمِ تر میں ہے

ہے رسالت بھی امامت بھی شہادت بھی گواہ
دولتِ کونین شاہِ انبیاؐ کے گھر میں ہے

کربلا کو جا رہے ہیں بادشاہِ بحر و بر
آفریں صد آفریں کا شور بحر و بر میں ہے

ساقیِ کوثر کے ہے فرزند کی لب پر ثنا
میرا حصہ کچھ نہ کچھ تو بادۂ کوثر میں ہے

جو بھی تعلیمِ محمدؐ ہے وہ ہے قرآن میں
جو بھی ہے قرآن میں وہ اسوۂ سرورؐ میں ہے

مدحِ سردارِ جوانانِ جناں کرتا رہے
آرزوئے خلد و کوثر جس دلِ مضطر میں ہے

شاہِ تشنہ کام کا جو دل سے مدح خواں ہوا
مرتبہ اس کا نگاہِ ساقیِ کوثر میں ہے

اصغرِ معصوم سے لے کر حبیبِ شاہ تک
ہاں ہر اک سن کا مجاہد شاہ کے لشکر میں ہے

کربلا والے شہیدوں کی یہ تابش کا ہے فیض
آسماں پر جتنی تابانی مہ و اختر میں ہے

عزمِ حیدرؑ، فکرِ محبوبِ خداؐ، صبرِ حسنؑ
وصف ہر اک کربلا کے شافعِ محشر میں ہے

کربلا کے بعد یہ روشن حقیقت ہو گئی
جو بہتر کا ہوا دل سے وہی بہتر میں ہے

درحقیقت یہ سخاوت ہے شہِ مظلومؑ کی
طاقتِ پرواز جو فطرس کے بال و پر میں ہے

دے دیا شبیرؑ کے ہاتھوں میں ہاتھ عباسؑ کا
یہ وہ منظر ہے تسلسل جس کا پس منظر میں ہے

حُر پہ کیا شبیرؑ کی چشمِ عنایت ہو گئی
آئینے میں جو تھی خوبی اب وہی پتھر میں ہے

کربلا میں اللہ اللہ کس طرح سوئے حسینؑ
گرمیِ روزِ قیامت خاک کے بستر میں ہے

تشنگیِ سبطِ پیمبرؐ کی بجھانے کے لیے
شمر سے پوچھو کہ پانی کس قدر خنجر میں ہے

دل کی ہے وہ کیفیت نیّر کہ جیسے رات دن
بادۂ حبِ حسینؑ ابنِ علیؑ ساغر میں ہے

تحریر

(۱)

آج تحریر کو عنوانِ سخن کرتا ہوں　　دشتِ تخئیل کو صد رشکِ چمن کرتا ہوں
احترامِ غمِ سلطانِ زمن کرتا ہوں　　غم کا اظہار بہ فیضانِ حسنؑ کرتا ہوں
جسؑ کی تحریر نے اک صلح کو عظمت بخشی
اُسؑ نے ناچیز کو لکھنے کی سعادت بخشی

(۲)

کربلا لکھنے کی جو فکر ہوئی ہے عادی　　اس کی کرتا ہے ہدایت پسِ پردہ ہادیؑ
میرے مولاؑ نے جواز لطف وکرم لکھوادی　　دیکھنے میں تو وہ تحریر ہے سیدھی سادی
اسی تحریر میں ایماں کی چمک ملتی ہے
جلوۂ مہرِ امامت کی جھلک ملتی ہے

(۳)

میری تحریر میں تاریخ کی ابھری تصویر　　میری تحریر غمِ شہؑ سے ہوئی پُر تاثیر
میری تحریر سے خود بن گئی میری تقدیر　　قصر میرے لیے جنت میں ہوئے ہیں تعمیر
یہ جو ہاتھوں کی لکیروں میں قلم تھاما ہے
اب یہ تحریر مرے بخت کا سرناما ہے

(۴)

اسی تحریر سے روشن ہے شہادت کا ورق　　زندہ رہنے کا زمانے کو یہ دیتی ہے سبق
یہ کبھی چھپنے نہیں دیتی ہے خونِ ناحق　　افقِ ذہن پہ ہوتی ہے عیاں مثلِ شفق
یہی تحریر تو خوشبوئے ولا رکھتی ہے
سرخیٔ خونِ شہیدانِ وفا رکھتی ہے

(۵)

عالمِ نطق سے برتر ہے جہانِ تحریر   لبِ خامہ سے ابھرتی ہے اذانِ تحریر
مدحِ پیغمبرِؐ کونین ہے جانِ تحریر   وصفِ حیدرؑ ہو تو بڑھ جاتی ہے شانِ تحریر
جس میں ہو مدحتِ سردارِؑ جوانانِ جناں
اس کا ہر حرف ہے گویا گلِ خندانِ جناں

(۶)

ذکرِ سردارِ جوانانِ جناں سے پہلے   مرثیے میں غمِ سروزؑ کے بیاں سے پہلے
کعبۂ فکر میں خامے کی اذاں سے پہلے   میں تو کرتا ہوں وضو اشکِ رواں سے پہلے
تب کہیں مدحِ شۂ بدرو احد لکھتا ہوں
اپنے ہاتھوں سے میں جنّت کی سند لکھتا ہوں

(۷)

آئے شبیرؑ تو تبریکِ ولادت کے لیے   اہلِ افلاک بھی آئے تھے زیارت کے لیے
اب یہ لمحہ مجھے ہاتھ آیا ہے مدحت کے لیے   گر ملے پر مجھے فطرسؑ کا کتابت کے لیے
اِس سے اُس طفلِ علیؑ کی میں فضیلت لکھوں
عرش تک جس کا ہے چرچا وہ حکایت لکھوں

(۸)

والقلم جس نے کہا ہے یہ اسی کا ہے کرم   مجھ سے ناچیز کی تحریر کا رکھا ہے بھرم
رو لیے طرزِ انیسؔ کی چلا میرا قلم   اللہ اللہ شرفِ خامۂ اعجاز رقم
حرف و آواز جو ڈھلنے لگے تصویروں میں
کربلا جلوہ دکھانے لگی تحریروں میں

(۹)

میں درِ علمِ نبیؐ سے جو رہا وابستہ   صاحبِؑ وحی کا میں نے درِ دولت دیکھا
جب تخیّل نے وہاں اذنِ حضوری پایا   میں نے تب لکھنے لکھانے کا سلیقہ سیکھا
ذہن پر فکرِ سخن اب جو ہے طاری دیکھو
میری تحریر ہے یا رحمتِ باری دیکھو

(۱۰)

کتنے اقسام کی تحریریں ہوئی ہیں تخلیق خطِ کوفی ہے کوئی اور کوئی نستعلیق
خطِ گلزار میں ماہر ہے کوئی خوش توفیق پھر خطِ نسخ و شکستہ بھی ہوئے ہیں تحقیق
بہرِ تزئین کبھی خطِ غبار آتا ہے
مختلف رخ سے کتابت پہ نکھار آتا ہے

(۱۱)

کام تحریر کا ناخن سے کیا جاتا تھا پر سے بھی خامے کا اک کام لیا جاتا تھا
شاخ کو بہرِ قلم کاٹ دیا جاتا تھا دامنِ فن انھی خاموں سے سیا جاتا تھا
دورِ حاضر میں یہ خامے کا بدل ہونے لگا
اب شعاعوں سے کتابت کا عمل ہونے لگا

(۱۲)

سبز پتوں پہ کبھی لفظ ہوئے ہیں تحریر چھال اور چرم پہ بھی نقش بنے ہیں یہ کثیر
اور پتھر پہ کبھی ہو گئے پتھر کی لکیر پھر ابھرنے لگی قرطاس پہ خامے کی صریر
یہ جو تحریر کی صدیوں سے عمل داری ہے
اس کے سائے میں تمدن کا سفر جاری ہے

(۱۳)

جب مورخ کا قلم ہوتا ہے کاغذ پہ رواں واقعہ ہوتا ہے الفاظ کے چہروں سے عیاں
حرف بن جاتے ہیں گزرے ہوئے لمحوں کی زباں چشمِ بینا کو نظر آتا ہے ماضی کا سماں
ایسے تاریخ کتابوں میں جو گھر کرتی ہے
ساتھ تحریر کے تاریخ سفر کرتی ہے

(۱۴)

کسی تحریر میں خوشیوں کے ملے ہیں آثار کسی تحریر نے بس چھین لیا دل کا قرار
کسی تحریر سے ہوتا ہے ولا کا اظہار کسی تحریر کا ہوتا ہے عداوت میں شمار
شامِ غم کی تو مسرت کی سحر کرتی ہے
جیسی تحریر ہو ویسا ہی اثر کرتی ہے

(۱۵)

طے کیے جاتا ہے انساں رہِ ہستی کا سفر　　لوحِ مستقبلِ ہستی پہ نہیں اُس کی نظر
اس پہ جو کچھ بھی گزرنی ہے نہیں اس کو خبر　　اس کو گر دست شناسی کا بھی آجائے ہنر
وہ لکیروں سے کفِ دست کی کیا کیا پڑھ لے
اپنے ہی ہاتھوں پہ تقدیر کا لکھا پڑھ لے

(۱۶)

جانتا تھا جو بشر ہوتا ہے آخر کو فنا　　علم انسان نے دل میں نہ چھپا کر رکھا
جس قدر علم تھے تحریر انھیں اس نے کیا　　استفادہ کریں نسلیں یہ تھا مقصد اس کا
جب کسی علم کو تحریر میں ڈھالا جائے
لوحِ قرطاس سے ذہنوں کو اجالا جائے

(۱۷)

اس میں تاریخ کے دریا کی روانی دیکھی　　موجزن اس میں ہیں قرآن کی آیات جلی
فلسفہ، منطق و تفسیر و حدیثِ قدسی　　دینِ اسلام کے احکام جلی اور خفی
یہ خزانے دلِ قرطاس میں جو رکھے ہیں
اپنے سینے میں علوم اس نے سمو رکھے ہیں

(۱۸)

کتبِ جعفرِ صادق کی عطا ہے معلوم　　علم طب علم جعفر ہو کہ ہو سائنس و نجوم
فقہ و تفسیر و حدیث اب جو ہوئے ہیں مرقوم　　صادقِ آلِ محمدؐ ہی سے پھیلے یہ علوم
کوئی انساں جو رجوع آپؑ سے فرماتا تھا
علم کی پیاس اسی دریا سے بجھا آتا تھا

(۱۹)

علم تحریر ہے قرآن میں خشک و تر کا　　بحر و بر، ارض و سما، مہر و مہ و اختر کا
حور و غلمان کا، جنت کا، مئے کوثر کا　　کل رسولوں کا، ملائک کا، خدا کے گھر کا
سارے قرآں کی جو تحریر کا سرمایا ہے
سارا علم ایک ہی نقطے میں سمٹ آیا ہے

(۲۰)

اسی نقطے سے جو لکھنے کا ملا ہے رستہ
فن کے پھولوں سے مزین یہ ہوا گلدستہ
علم کے در سے مسلسل جو ہوئے وابستہ
ایک سرمایۂ تحریر ہوا ہے بستہ
ایک نقطے ہی کی ہم بات سدا لکھیں گے
وہ جو واقف نہیں اس نکتے سے، کیا لکھیں گے

(۲۱)

بائے بسم اللہِ قرآنِ مبیں ہیں حیدرؑ
سارے احکام شریعت کے امیں ہیں حیدرؑ
منزلِ آخرِ ہر علم و یقیں ہیں حیدرؑ
دل ہے سینے میں مکیں دل میں مکیں ہیں حیدرؑ
مبتدا جس کا نبیؐ ہیں وہ خبر حیدرؑ ہیں
علم کا شہر نبیؐ ، علم کا در حیدرؑ ہیں

(۲۲)

علم کے در پہ رما کر ذرا دھونی دیکھو
محفلِ فکر نہ ہوگی وہاں سونی دیکھو
شعر گوئی کی بھی قوت وہاں دونی دیکھو
میرے مولا کا یہ دعوئِ سلونی دیکھو
لوحِ محفوظ کی تحریر عیاں ہے انؑ پر
مرضیِ کاتبِ تقدیر عیاں ہے انؑ پر

(۲۳)

اب تو تحریر میں نقطے کی حقیقت سمجھو
عقل سے نہجِ بلاغہ کی بلاغت سمجھو
خطبۂ شاہِ سلونی کی فصاحت سمجھو
صاحبِ منبرِ کوفہ کی خطابت سمجھو
جو بھی جی چاہتا ہو پوچھو شہِ قنبر سے
کوئی تحریر بھی پوشیدہ نہیں حیدرؑ سے

(۲۴)

جو بھی توریت میں لکھا ہے وہ پوچھو انؑ سے
جو کچھ انجیل میں دیکھا ہے وہ پوچھو انؑ سے
جو زبور اب پسِ پردا ہے وہ پوچھو انؑ سے
جو بھی قرآن میں آیا ہے وہ پوچھو انؑ سے
آئینہ حق و صداقت کا دکھائیں گے علیؑ
حق کی تحریر کا مفہوم بتائیں گے علیؑ

(۲۵)

ایک اس نقطے سے وسعت میں سمندر کم ہے
اسی نقطے کی چمک سے مہِ انور کم ہے
یہ درِ علم ہے اس در سے ہر اک در کم ہے
اس کی توصیف کو ہر کلکِ سخنور کم ہے
کیا زمیں والے یہاں اہلِ فلک آتے ہیں
روٹیاں لے کے اسی در سے ملک جاتے ہیں

(۲۶)

ایک نقطے میں جو سمٹی ہے وہ وسعت دیکھیں
اہلِ فن نہجِ بلاغہ کی بلاغت دیکھیں
عالمِ علمِ لدنّی کی کرامت دیکھیں
خطِ کوفی میں وہ قرآں کی کتابت دیکھیں
شاعری میں بھی یہ فیضان علیؑ کا دیکھیں
کہیں مل جائے تو دیوان علیؑ کا دیکھیں

(۲۷)

کوئی درویش و گدا ہو کہ ہو وہ صاحبِ تخت
ایسا دنیا میں ہوا اور نہ ہوگا خوش بخت
حق ادا جس سے ہو مدحت کا یہ ہے مرحلہ سخت
روشنائی ہو سمندر تو قلم سارے درخت
منہمک لکھنے میں دنیا جو مسلسل ہوگی
پھر بھی حیدرؑ کی نہ توصیف مکمل ہوگی

(۲۸)

واقعے ان کے ہیں تاریخِ عدالت میں رقم
فیصلے آپ کے رکھتے تھے عدالت کا بھرم
اونچا ہر دور میں رکھا ہے شریعت کا علم
اپنے دشمن پہ بھی رکھی ہے سدا چشمِ کرم
معجزے عدل و عدالت کے دکھاتے ہیں علیؑ
کیسے کیسوں کو ہلاکت سے بچاتے ہیں علیؑ

(۲۹)

وہ علیؑ جس کے ابوطالبِ حق بیں ہیں پدر
جن کی آغوش میں پروان چڑھے پیغمبر
زندگی بھر جو رہے بن کے محمدؐ کی سپر
نعت گوئی میں نہیں تھا کوئی اُن کا ہمسر
لوگ جب احمدِ مرسل کو برا کہتے تھے
یہ سرِ عام محمدؐ کی ثنا کہتے تھے

(۳۰)

اللہ اللہ عجب شانِ ابوطالبؑ ہے خود نبوت تہِ دامانِ ابوطالبؑ ہے
مشتمل نعت پہ دیوانِ ابوطالبؑ ہے اور یہ دیوان ہی ایمانِ ابوطالبؑ ہے
ان سے بڑھ کر تو کوئی صاحبِ ایمان نہیں
یہ جو مسلم نہیں تو کوئی مسلمان نہیں

(۳۱)

تھے محمدؐ کے جو بچپن ہی سے یہ اُنؐ کی سپر ہر نفس اُنؐ کی حفاظت ہی رہی مدِ نظر
خود نبوت کے تحفظ پہ جو باندھی تھی کمر اِن کا یہ رعب تھا تھرّاتے تھے دشمن کے جگر
یوں محمدؐ کے نگہبان ابوطالبؑ تھے
گویا قرآن کا جزدان ابوطالبؑ تھے

(۳۲)

یہ محمدؐ کی سپر ہیں انھیں کافر نہ کہو کلِ ایماں کے پدر ہیں انھیں کافر نہ کہو
دافعِ ظلمت و شر ہیں انھیں کافر نہ کہو دینِ حق کی یہ سحر ہیں انھیں کافر نہ کہو
یہ نبوت کو ہیں پروان چڑھانے والے
عقدِ پیغمبرؐ اسلام پڑھانے والے

(۳۳)

دیکھیے نعتیہ اشعار ابوطالبؑ کے جو عقائد کا ہیں اظہار ابوطالبؑ کے
تھے نبیؐ آشنا افکار ابوطالبؑ کے کیا بھلائے کوئی ایثار ابوطالبؑ کے
اک اِنھیں نے تو نبوت کی حمایت کی تھی
عمر بھر اپنے بھتیجے کی حفاظت کی تھی

(۳۴)

اپنی اک نعت میں کہتے ہیں کہ اے سرورِ دیںؐ آپؐ نے دعوتِ حق دی تو مجھے ہے یہ یقیں
آپؐ نے سچ ہے کہا آپؐ ہیں پہلے سے امیں سارے ادیان سے بہتر ہے یہی دینِ متیں
آپؐ کا دین تو اب کفر پہ غالب ہوگا
اس کی بنیاد میں خونِ ابوطالبؑ ہوگا

(۳۵)

جب قصیدے یہ ابوطالبِ حق بیں نے پڑھے　　ان کے سائے میں نبوت کے قدم آگے بڑھے
اپنی نعتوں سے یہ کونین کی نظروں پہ چڑھے　　ان کے ایمان پہ مفتی کوئی فتوے نہ گڑھے
یہ ہیں خالق کی شریعت کی حمایت کے لیے
بت شکن صلب میں ہے حق کی حفاظت کے لیے

(۳۶)

یہ محمدؐ سے جو پیمانِ ابوطالبؑ ہے　　حق پہ سو بار فدا جانِ ابوطالبؑ ہے
دینِ اسلام پہ احسانِ ابوطالبؑ ہے　　حشر تک کے لیے فیضانِ ابوطالبؑ ہے
دیں پہ قربان ہے اولاد ابوطالبؑ کی
ہے یہ ایمان کی بنیاد ابوطالبؑ کی

(۳۷)

ان کے سائے میں ہوا کارِ نبوت انجام　　پیش محبوبؐ خدا نے کیا حق کا پیغام
کوئی آسان نہ تھا دہر میں اس وقت یہ کام　　ہو محمدؐ پہ درود انؑ کے چچا پر ہو سلام
عقدِ احمدؐ جو پڑھا صاحبِ ایمان بنے
ان کے الفاظ ہی سرنامۂ قرآن بنے

(۳۸)

وحی و الہام کی تحریر ہر اک آیت ہے　　حق کے پیغام کی تحریر ہر اک آیت ہے
روحِ اسلام کی تحریر ہر اک آیت ہے　　کس قدر کام کی تحریر ہر اک آیت ہے
وہ جو تحریر حرم میں شہِ لولاک نے کی
اس کی تائید ہر اک صاحبِ ادراک نے کی

(۳۹)

کر کے تحریر وہ کوثر کی حرم میں سورت　　آپؐ نے عام جو کی فکر و عمل کی دعوت
اُس کی بن پائی نہ دنیا سے جوابی صورت　　اُس عبارت نے دکھائی یہ خدا کی قدرت
سب عرب گنگ تھے آیاتِ خدا کے آگے
بے نوا ہو گئے قرآں کی نوا کے آگے

(۴۰)

ایک تحریر جو تھی صلحِ حدیبیہ کی☆   اس کے کاتب تھے محمدؐ کے وصی حق کے ولی
صلح کچھ ایسی شرائط پہ پیمبرؐ نے کی☆   بعض لوگوں کو نبوت میں ہوا تھا شک بھی
کیا نہ طاعت تھی پیمبرؐ کی سبھی کا مقصد
شک ہوا جن کو، نہ سمجھے وہ نبیؐ کا مقصد

(۴۱)

صلحِ پیغمبرؐ اسلام کی دیکھو تاثیر   بڑھ کے کفار کو حیدرؑ نے کیا یوں زنجیر
صلح نامے کی شرائط کو کیا خود تحریر   یہی تحریر تھی اسلام کی قسمت کی لکیر
دستِ حیدرؑ کی جو تحریر اثر کرنے لگے
دینِ اسلام کی تبلیغ سفر کرنے لگے

(۴۲)

صلح نامہ جو ہوا امن و اماں سے مشروط   ساری دنیا کو لکھے آپؐ نے تبلیغی خطوط
رابطے یوں جو ہوئے اہلِ جہاں سے مربوط   قلعۂ دینِ نبیؐ ہوتا گیا پھر مضبوط
نوعِ انساں نے جو یوں اِنؐ سے ہدایت پائی
سرحدِ دینِ محمدؐ نے بھی وسعت پائی

(۴۳)

صلح نامے کی شرائط نے دکھایا یہ اثر   متوجہ ہوئے انسان سوئے پیغمبرؐ
دل میں تعلیمِ محمدؐ نے جو، اب کرلیا گھر   جوق در جوق مسلمان ہوئی نوعِ بشر
قمرِ برجِ ہدایت سے ضیا پانے لگے
لوگ اسلام کے مرکز کی طرف آنے لگے

(۴۴)

اسی تحریر سے اسلام نے پائی ہے مدد   راہِ تبلیغ بنی ہے یہ پئے دینِ احد
اس سے بر آیا رسولؐ دوسرا کا مقصد   فتحِ مکہ کی یہی بن گئی آخر میں سند
کامیابی نہ یہ شمشیر کی بنیاد پہ تھی
فتحِ مکہ اسی تحریر کی بنیاد پہ تھی

☆ اساتذہ نے دو ایسے لفظ جن کے معنی مختلف ہوں اور لکھے ایک ہی طرح جاتے ہوں قافیے میں استعمال جائز قرار دیا ہے۔ جیسے اس بند میں حدیبیہ کی صلح ایسی شرائط پر کی۔ یہاں دونوں جگہ کے قافیے جائز ہیں کیونکہ دونوں جگہ معنی مختلف ہیں۔

(۴۵)

صلح نامے کے مراحل سے اب اس فتح تلک　　قوتِ بازوئے احمدؐ ہی سے پہنچی ہے کمک
کبھی تحریر کی سرخی میں تھی نصرت کی جھلک　　کبھی شمشیر میں والفتح کی آیت کی چمک
یہ کبھی ہاتھ میں قرطاس و قلم رکھتے تھے
اور کبھی دست میں یہ تیغِ دو دوم رکھتے تھے

(۴۶)

صورتِ صلح ہوئی دیں کی محافظ تحریر　　حالتِ جنگ میں تھی حق کی نگہباں شمشیر
کام دونوں کیے حیدرؑ نے بہ زور و تدبیر　　پھر کہیں دین کی تکمیل ہوئی روزِ غدیر
کلِ ایماں کو جو ہاتھوں پہ اٹھاتے ہیں رسولؐ
مولا اب انؑ کو سرِ عام بناتے ہیں رسولؐ

(۴۷)

جب سرِ عام انھیں اپنی نیابت بخشی　　تہنیت سب نے وہاں حیدرِ کرار کو دی
گرچہ دل میں تھی خلش رخ پہ ہنسی تھی پھیکی　　دل کی تحریر یہ محبوبِؐ خدا نے پڑھ لی
انؑ کے اس حکم کو ہونا تھا جو رد آخری وقت
چاہتے تھے لکھیں مولاؑ کی سند آخری وقت

(۴۸)

کوچ ہونے کو جو دنیا سے محمدؐ کا تھا اب　　یوں صحابہ سے کیا خامہ و قرطاس طلب
شکلِ تحریر میں دے جاؤں غدیری منصب　　تا کہ گمراہ نہ ہو امتِ سلطانِؐ عرب
رد کیا حکمِ محمدؐ جو بھری محفل میں
رہ گئی خواہشِ تحریر نبیؐ کے دل میں

(۴۹)

جو محمدؐ کے لیے اہلِ سقیفہ نے کہا　　میں وہ تحریر کروں کیسے بتاؤ تو ذرا
جس کا جی چاہے وہ دیکھے، ہے بخاری میں لکھا☆　　بے ادب تھے تو سلوک ایسا نبیؐ نے بھی کیا
بزم سے اپنی نکالا جو پیمبرؐ نے انھیں
بے شفاعت کیا یوں شافعِ محشر نے انھیں

☆ صحیح بخاری میں تفصیل دیکھیے۔

(۵۰)

دل کی خواہش تھی کہ خود حکمِ مشیت لکھیں لوحِ دل کی سرِ قرطاس عبارت لکھیں
اپنے ہاتھوں سے ذرا ختم کی شہادت لکھیں دے دے قرطاس و قلم اب جو یہ امت لکھیں
حکمِ حق بھی انھیںؐ لکھنے نہیں دیتی امت
دامنِ تختِ خلافت سے ہے اُلجھی امت

(۵۱)

آپؐ نے مانگا تھا بس ایک ہی قرطاس و قلم کھُل گیا نیتِ امت کا اُسی وقت بھرم
دل میں ہی خواہشِ تحریر رہی آخرِ دم آپؐ دنیا سے چلے ، بند ہوا بابِ کرم
منتشر ہو گئی امت کہ یگانے نہ رہے
جیسے تسبیح میں تسبیح کے دانے نہ رہے

(۵۲)

گیارہ[۱۱] ہجری تھی جو خورشیدِ نبوت ڈوبا جہل کا قصرِ خلافت سے اندھیرا ابھرا
دور پہ دور مدینے میں بلا کا گزرا ایسے میں عرشِ امامت پہ قمر پھر نکلا
آٹھویں دورِ امامت کی کرن پھوٹی تھی
ستم و جورِ خلافت کی کمر ٹوٹی تھی

(۵۳)

جب مدینے سے چلے آپؑ سوئے نیشاپور پھر تو آمد کی خبر پھیلی وہاں پر تا دور
وہ عماری سے جھلکتا تھا رخِ پاک کا نور انؑ کے جلوے تھے کہ تھے رشکِ دو جلوۂ طور
ایک خلقت تھی رواں مولا رضاؑ کی جانب
وارثِ مسندِ محبوبؐ خدا کی جانب

(۵۴)

ہر طرف غل تھا ولیؑ ابنِ ولیؑ آتے ہیں آٹھویں احمدِؐ مرسل کے وصیؑ آتے ہیں
جن سے راضی ہے خدا ایسے رضیؑ آتے ہیں تیسرے بزمِ امامت کے علیؑ آتے ہیں
ہادیٔ وقت جو پہنچے تھے ہدایت کے لیے
لوگ امڈے چلے آتے تھے زیارت کے لیے

(۵۵)

ہم نے یہ صفحۂ تاریخ پہ دیکھا مرقوم　　تل بھی دھرنے کی جگہ تھی نہ کہیں تھا وہ ہجوم
بیچ مجمع میں تھے اس طرح امامِ معصوم　　عرش پر جیسے قمر چاروں طرف اُس کے نجوم
تشنۂ علم جو تھے آبِ بقا مانگتے تھے
چاند سے گویا وہ سب نجم ضیا مانگتے تھے

(۵۶)

ایک قرطاس و قلم پایا مدینے میں نہ جب　　اٹھ گئے حسرتِ تحریر لیے شاہِؑ عرب
اور یہاں سب کی تمنا کہ رضا کھول دیں لب　　وہ لکھائیں تو سبھی لکھنے کو تیار ہیں سب
چند فقرے لبِ مولاؑ سے بیاں ہو جائیں
خامے قرطاس پہ لکھنے کو رواں ہو جائیں

(۵۷)

لکھ گئے صفحۂ تاریخ پہ تاریخ نگار　　جانشینِ شہِ بطحا نے جو کی تھی گفتار
واں پہ موجود قلمدان تھے چوبیس ہزار　　ہاتھ کتنے تھے جو لکھنے کو تھے پیہم تیار
اب جو تحریر وہ گفتارِ رضاؑ کرتے تھے
ایسے اظہارِ عقیدت بخدا کرتے تھے

(۵۸)

میرے مولاؑ نے جو ارشاد کیا سب نے لکھا　　یوں گہر ریز ہوا نطقِ امامِ دوسرا
مجھ سے یہ میرے پدر موسیِٰ کاظمؑ نے کہا　　اُن سے یہ جعفرِؑ صادق نے تھا ارشاد کیا
اُن سے باقرؑ نے تو باقرؑ سے کہا عابدؑ نے
وہ جو خود اپنے پدر سے تھا سنا عابدؑ نے

(۵۹)

جن کا مشہور دو عالم میں ہے اک نام حسینؑ　　ان سے فرما کے گئے ہیں یہ شہِ بدر و حنین
اُنؑ سے خود کہہ کے گئے تھے یہ رسولِ ثقلین　　انؐ سے جبریلؑ تو پھر اُنؑ سے خدائے کونین
اہلِ ایماں کے لیے حصنِ حصیں ہے کلمہ
اک یقینی قلعۂ اہلِ یقیں ہے کلمہ

(۶۰)

اب اسے جو بھی کرے اپنی زباں پر جاری داخلِ قلعہ وہ ہو جائے بہ فیضِ باری
عمر گزرے گی جو اس قلعۂ حق میں ساری خوف اس پر نہ کوئی حشر میں ہوگا طاری
سایۂ رحمتِ خالق میں جو یوں جائے گا
ہے یقیں گلشنِ فردوس میں گھر پائے گا

(۶۱)

پھر کُھلے ضامنِ ثامن کے لبِ صدق صفات جو پڑھے کلمۂ توحید وہ پائے گا نجات
منحصر چند شرائط پہ مگر ہے یہ بات اُن ہی شرطوں میں سے اک شرط ہے خود میری ذات
بے ولا کلمۂ توحید نہ کافی ہوگا
ہم سے مشروط ہی یہ ذکرِ الٰہی ہوگا

(۶۲)

اس روایت میں جو آئے ہیں یہ اسماء پیہم سب وہ مومن کے کفن پر کیے جاتے ہیں رقم
قبر میں ہوں گے پریشاں جو سوالات سے ہم آئیں گے بہرِ مدد حیدرِ صفدر اُس دم
اُن کی نظروں میں کفن کی جو عبارت ہوگی
وہ عبارت ہی تو بخشش کی ضمانت ہوگی

(۶۳)

جانشیں جس کے رضاؑ ہیں وہ رسولؐ ثقلین اُنؐ کی بیٹی کے جو شوہر ہیں شہِ بدر و حنین
ان کے دو بیٹے ہیں دونوں ہیں امامؑ کونین ایک ہے ان میں حسنؑ دوسرا ان میں ہے حسینؑ
دونوں احمدؐ کے نواسوں کی کتابت دیکھو
اس کتابت میں ہے کیا رازِ مشیت دیکھو

(۶۴)

ایک دن شبرؑ و شبیرؑ نے لکھی تحریر فکر دونوں کو یہ تھی کس کی ہے اچھی تحریر
فیصلہ جب نہ ہوا اچھی ہے کس کی تحریر پیشِ خاتونِ جناں دونوں نے رکھی تحریر
بولیں زہراؑ کہ علیؑ فیصلہ فرمائیں گے
پاس حیدرؑ کے چلے جاؤ وہ بتلائیں گے

(۶۵)

پاس حیدرؑ کے جو، اب آئے حسینؑ اور حسنؑ — ان سے فرمایا علیؑ نے بطریقِ احسن
فیصلہ نانا سے کرواؤ وہ ہیں شاہِ زمن — پاس پہنچے جو محمدؐ کے وہ اب جانِ چمن
بولے وہ جاؤ مری لاڈلی بتلائے گی
بس مری لختِ جگر فیصلہ فرمائے گی

(۶۶)

بچے دوڑے ہوئے پہنچے جو پھر اب ماں کے قریں — خود گلے بڑھ کے لگایا انھیں زہراؑ نے وہیں
اپنے فرزندوں کو پھر اس طرح سے سمجھانے لگیں — دونوں کے ہاتھ کی تحریر یقیناً ہے حسیں
وہ جو خالق کو ہے محبوب لکھا دونوں نے
میں یہ کہتی ہوں بہت خوب لکھا دونوں نے

(۶۷)

پھر بھی بچوں نے جو اصرار کیا تو یہ کہا — گر یہی چاہتے ہو خیر کرو تم اتنا
توڑے دیتی ہوں میں دیکھو یہ گلوبند اپنا — اس کے دانوں کو چنو حل کے تو حل نکلے گا
ہے یقیں مسئلہ یہ صاف کرے گا خالق
فیصلہ از روِ انصاف کرے گا خالق

(۶۸)

سات دانوں کا گلوبند جو ماں نے توڑا — چھ کو دونوں نے برابر سے چنا، ایک بچا
حکم جبریل کو یہ خالقِ یکتا نے دیا — جلد دو ٹکڑے کر اس کے جو بچا ہے دانا
دو ہوئے اس کے تو یکساں جو، ہر اک تھا ٹکڑا
دونوں شہزادوں نے اک ایک اٹھایا ٹکڑا

(۶۹)

ماں نے یہ دیکھ کے دونوں کی جبینیں چومیں — اپنے فرزندوں سے پھر بنتِ پیمبرؐ بولیں
میں نہ کہتی تھی کہ تحریر ہے دونوں کی حسیں — دونوں خط ایک سے ہیں، ایک کو ترجیح نہیں
انھیں تحریروں میں اسلام کی تقدیریں ہیں
وقت کے ساتھ ابھرنے کو یہ تحریریں ہیں

(۷۰)

ماں کو معلوم تھا بیٹے مرے دونوں ہیں امام	اور اماموںؑ کی نہ تحریر جدا اور نہ کلام
ان کو تو دینِ محمدؐ کی اشاعت سے ہے کام	اپنی تحریر سے ہر وقت یہ دیتے ہیں پیام

قمرِ برجِ امامت کی یہ تنویریں ہیں
ایک منصب ہے تو پھر ایک سی تحریریں ہیں

(۷۱)

گزرا یہ دور تو پھر وقت نے کروٹ بدلی	کوچ زہراؑ نے کیا، اٹھ گئے دنیا سے علیؑ
اب جو اولادِ امیہ نے خلافت پائی	زر کی جھنکار پہ گرنے لگے جھوٹے مفتی

عام انساں ہی نہیں لے کے رقم بکنے لگے
دور وہ آیا مورّخ کے قلم بکنے لگے

(۷۲)

ظالموں کے لیے کوئی جو نہ تھا سدِّراہ	حالتِ مذہبِ اسلام تھی ہونے کو تباہ
اس حقیقت سے تھے احمدؐ کے نواسے آگاہ	دونوں نے خامہ وشمشیر میں دی اس کو پناہ

کام ہر وقت حسینؑ اور حسنؑ آئے ہیں
نرغۂ ظلم سے اسلام بچا لائے ہیں

(۷۳)

ایک کا صلحِ پیمبرؐ سے جو ملتا تھا عمل	ایک تھا مثلِ علیؑ سجدہ گزارِ مقتل
خامہ وخوں کا جو کردار تھا بے مثل و بدل	وقت پر فیصلے دونوں نے کیے تھے یہ اٹل

ایک نے صلح کی صورت سے بچایا اسلام
ایک نے اپنی شہادت سے بچایا اسلام

(۷۴)

ایک کے خامے سے تھی امن کی صورت تحریر	ایک کے خون سے قرآنِ شہادت تحریر
نور تھے خود تو بنی نورِ ہدایت تحریر	دونوں نے وقت پہ کی دین کی قسمت تحریر

اک قلم لے کے اٹھا دین بچانے کے لیے
سر قلم اک کا ہوا دین بچانے کے لیے

(۷۵)

زہر شبرؑ کو دیا جب تو قیامت آئی　زد پہ باطل کے محمدؐ کی شریعت آئی
آلِ احمدؐ پہ مصیبت پہ مصیبت آئی　قصرِ اسلام کو ڈھا دینے کی نوبت آئی
طالبِ بیعتِ فاسق تھے زمانے والے
کھینچ کر تیغ اٹھے حق کو بچانے والے

(۷۶)

مختصر قافلہ لے کر وہ چلے شاہِ ہدا　منزلیں طے کیے جاتے ہیں سوئے کرب و بلا
کربلا میں گھرے جا کر تو یہ زینبؑ نے کہا　دوست بلواؤ مدد کے لیے اپنی بھیا
کبھی ٹالا نہ تھا زینب کا کہا سرورؑ نے
خط حبیبؑ ابنِ مظاہر کو لکھا سرور نے

(۷۷)

خط کا مضمون جو بھائی سے سنا زینبؑ نے　ہاتھ دکھتے ہوئے سینے پہ دھرا زینبؑ نے
سوچ میں ڈوب کے کیا دیکھ لیا زینبؑ نے　بڑی منت سے یہ سرورؑ سے کہا زینبؑ نے
اپنی زینبؑ کا سلام ان کو لکھو اے بھائی
یہ اضافہ مری جانب سے کرو اے بھائی

(۷۸)

جلد آجاؤ خدارا شہِ والا کے حبیبؑ　آپڑا وقت محمدؐ کے گھرانے پہ عجیب
ہم ہیں پردیس میں اور ہم سے قیامت ہے قریب　فوجِ اعدا میں گھرے ہیں شہِ مظلوم و غریب
جلد آجاؤ ، اگر جلد نہیں آؤ گے
یاد رکھو کہ انھیں زندہ نہیں پاؤ گے

(۷۹)

کر چکے یہ بھی جو تحریر شہِ عرش وقار　دے کے خط آپؑ نے قاصد کو کیا جلد سوار
خط حبیبؑ ابنِ مظاہر کو جو پہنچا اک بار　اس کو پڑھ کر ہوئے سو بار تصور میں نثار
لمحے فرقت کے طبیعت پہ گراں بار ہوئے
کربلا جانے کو فوراً ہی وہ تیار ہوئے

(۸۰)

کربلا کو چلا جب اسپِ وفادارِ حبیبؑ پاؤں رکھتا ہی زمیں پر نہ تھا رہوارِ حبیبؑ
برق سے بھی تھا سوا اسپِ سبکسارِ حبیبؑ ذرے اٹھ اٹھ کے کئے جاتے تھے دیدارِ حبیبؑ
منزلِ کرب و بلا کے جو ، اب آثار ملے
آ کے مولاؑ سے حبیبِؑ شہِ ابرار ملے

(۸۱)

جنگ پر جب ہوئے آمادہ ستمگار و شریر صبحِ عاشور ہوئی پھر نہ وغا میں تاخیر
لشکرِ حق میں بھی ہوتی تھی وغا کی تدبیر مطمئن دشت میں آتے تھے نظر یوں شبیرؑ
حق پہ جاں دینے کا مقتل میں سبق لکھتے تھے
خوں سے قرآنِ شہادت کے ورق لکھتے تھے

(۸۲)

وہ حبیبؑ ابنِ مظاہر نے کسی اپنی کمر وہ جواں ہو گئے اور بن گئے آقا کی سپر
اِن کے ہوتے نہیں ممکن یہ میانِ لشکر سوئے شبیرؑ اٹھائے کوئی غصّے سے نظر
تیر اعدا جو چلانے لگے سرورؑ کی طرف
یہ سپر بن کے بڑھے سبطِؑ پیمبر کی طرف

(۸۳)

آ کے میدان میں اِس شیر نے کھینچی تلوار خوب پیری میں جوانی کی دکھائی پیکار
ایک تھا شہ کا حبیبؑ اور وہ دشمن تھے ہزار ایک ظالم نے کمیں گہ سے کیا آپ پہ وار
دشت میں ان کی شہادت کی جو تدبیر ہوئی
داستاں دوستی کی خون سے تحریر ہوئی

(۸۴)

جب حبیبِؑ شہِ والا نے شہادت پائی شاہؑ پر ایک کے بعد ایک مصیبت آئی
ایک سے ایک ہوا شہ پہ فدا شیدائی برچھی ہمشکلِ پیمبرؑ نے جگر پر کھائی
لاش قاسمؑ کی جو پامال ہوئی جاتی تھی
دشت کی ساری زمیں لال ہوئی جاتی تھی

(۸۵)

اب وغا میں کوئی شبیرؑ کا یاور نہ رہا   کوئی مونس نہ رہا ، کوئی غضنفر نہ رہا
وہ علمدارؑ برابر کا برادر نہ رہا   انتہا ہوگئی ننھا علی اصغرؑ نہ رہا
اپنے چہرے پہ لہو اس کا ملا سرورؑ نے
باب یوں صبر کا تحریر کیا سرورؑ نے

(۸۶)

صبر کا حوصلہ دنیا کو دکھایا شہ نے   ہنسلیوں والے کی میت کو اٹھایا شہ نے
بیٹھ کر پھر اسے مٹی میں چھپایا شہ نے   مرقدِ اصغرِ معصوم بنایا شہ نے
دفن کر کے اسے روتے ہوئے سرورؑ اٹھے
اشک بے شیرؑ کی تربت پہ چھڑک کر اٹھے

(۸۷)

ایک بے شیرؑ تھا اب وہ بھی تہِ خاک ہوا   پھر نہ پہلو میں رہا شہ کے کوئی چھوٹا بڑا
دشتِ غربت میں کھڑے رہ گئے تنہا مولاؑ   ہائے اس وقت وہاں قاصدِ صغرا پہنچا
پیشِ شبیرؑ جو خط پیش کیا قاصد نے
ایک پروانۂ غم شہ کو دیا قاصد نے

(۸۸)

اُس نے لکھا ہے کہ کھانا نہیں اچھا لگتا   پانی پیتی ہوں تو پڑتا ہے گلے میں پھندا
میں ہوں تنہا ، علی اصغرؑ کا ہے خالی جھولا   میں ہوں بیمار کہ ہے دور مسیحا میرا
پیار کرنا علی اصغرؑ کو لکھا ہے اُس نے
شکوہ اکبرؑ کے نہ آنے کا کیا ہے اُس نے

(۸۹)

اُس نے لکھا ہے کہ خواہر کو ملا دو مجھ سے   میرے بھیا علی اکبرؑ کو ملا دو مجھ سے
میرے ننھے علی اصغرؑ کو ملا دو مجھ سے   میں اکیلی ہوں بھرے گھر کو ملا دو مجھ سے
یاد آتی ہے جو کنبے کی تو جاں کھوتی ہوں
اشک رکتے ہی نہیں ، آٹھ پہر روتی ہوں

(۹۰)

اپنی صورت تو مجھے آ کے دکھا دو بابا جان جاتی ہے مری ، مجھ کو جلا دو بابا
گھر ہے ویران ، اسے آ کے بسا دو بابا کب یہاں آؤ گے اتنا ہی بتا دو بابا
خود نہیں آتے تو بھجوا دو علی اکبرؑ کو
بھیج دو ساتھ میں ننھے سے علی اصغرؑ کو

(۹۱)

مجھ سے قاسمؑ نے بھی منہ اپنا پھرایا بابا چاہنے والے چچا نے بھی بھلایا بابا
آپ خود آئے نہ خط آپؑ کا آیا بابا حالِ دل بھیج کے خط میں نے سنایا بابا
اک تو بیمار ہوں میں اور کوئی پاس نہیں
کیا کسی کو مری تنہائی کا احساس نہیں

(۹۲)

آپؑ کے پہلو میں ہوں گے مرے بھیا اکبرؑ گود میں کھیلتا ہوگا مرا ننھا اصغرؑ
آپ کے سامنے ہوں گے پھپھی اماں کے پسر ہاتھ باندھے کھڑے ہوں گے بنی ہاشم کے قمر
اب تو فرقت کی چھری مجھ پہ ہے چلنے والی
اب تو بس جسم سے ہے جان نکلنے والی

(۹۳)

محوِ تحریر جو تھی چشمِ شہِ خوش اقبال لوحِ قرطاس سے نظروں کو اٹھانا تھا محال
اپنے شکوے میں اٹھائے تھے جو صغراؑ نے سوال ان سوالوں میں ہوا گم شہِ والا کا خیال
چشمِ پُر آب نے اک غم کا صحیفہ لکھا
شہؑ نے اشکوں سے جوابِ خطِ صغرا لکھا

(۹۴)

ایک تحریر جو تھی پیشِ شہِ نیک صفات اس پہ ظاہر تھے شہِ دیں کے دلی احساسات
تھا نہ خامہ نہ وہاں تھی کوئی موجود دوات اسی تحریر پہ بہنے لگی اشکوں کی فرات
اب جو تحریر پہ تحریر بنی جاتی تھی
وہ فقط چشمِ تصور سے پڑھی جاتی تھی

(۹۵)

گویا تحریر یہ کرتے تھے حسینِ مضطر　　بھوکا پیاسا مرا کنبہ ہے مری نورِ نظر
تم وہاں اور یہاں ہے مرا بیمار پسر　　ہائے اکبرؑ کا مرے چھد گیا برچھی سے جگر
میرا بے شیر تہِ خاک نہاں ہے بیٹی
جھولا خالی مرے اصغر کا یہاں ہے بیٹی

(۹۶)

کھو گئے دشت میں تیری پھوپھی اماں کے بھی لال　　لاش قاسمؑ کی ہوئی دشتِ بلا میں پامال
گھر کی بربادی کا آتا ہے جو رہ رہ کے خیال　　تو ہی بتلا کہ میں کیا لکھتا تجھے اپنا حال
مختصر فوج کو میدان میں کھو بیٹھا ہوں
ہاتھ دریا پہ علمدار سے دھو بیٹھا ہوں

(۹۷)

کوئی باقی نہیں دکھ درد بٹانے والا　　کوئی پردیس سے واپس نہیں آنے والا
یاں کا احوال وہاں جا کے سنانے والا　　میری بیمار کو سینے سے لگانے والا
کیا خبر تجھ کو کہ کس حال میں اب رہتا ہوں
تو وہاں، میں یہاں، تنہائی کا غم سہتا ہوں

(۹۸)

اب نہ یاور مرے باقی ہیں نہ میرے انصار　　دشت میں ٹوٹ گیا میری حفاظت کا حصار
ہے علمدار نہ باقی، نہ کوئی ہے جرار　　مجھ کو گھیرے ہیں یہاں چاروں طرف سے اشرار
میری بیٹی مرا زخموں سے بدن چھلنی ہے
میری گردن پہ کوئی دم میں چھری چلنی ہے

(۹۹)

صبر صابر نے کیا پھر تو فلک نے دیکھا　　چشمِ شبیرؑ سے اشکوں کا تسلسل ٹوٹا
نظریں مضموں سے ہٹیں درد کا دریا ٹھہرا　　پھر بصد یاس یہ شبیرؑ نے قاصد سے کہا
دیکھ یہ ظلم کی تصویر مرے چہرے پہ
خونِ اصغر کی ہے تحریر مرے چہرے پہ

(۱۰۰)

دیکھ وہ سامنے قاسمؑ کا پڑا ہے لاشہ   میں جو لڑنے کی اجازت نہ اُسے دیتا تھا
اس نے بھیا کا جو لکھا ہوا تعویذ دیا   اپنے ہاتھوں سے وہ تعویذ جو میں نے کھولا
اپنے بھائی کی پڑھی میں نے عبارت بھائی
اس کا تعویذ تھا تعویذِ شہادت بھائی

(۱۰۱)

دیکھ وہ سویا ہے ریتی پہ جو بانو کا پسر   وہ تھا پیری کا عصا وہ تھا مرا نورِ نظر
اس کے سینے سے سناں میں نے جو کھینچی باہر   ساتھ برچھی کے نکل آیا تھا سینے سے جگر
پاس میرے، مرے نانا کی نشانی نہ رہی
میری پیری رہی، اکبرؑ کی جوانی نہ رہی

(۱۰۲)

لاشہ دریا پہ ہے جس کا وہ علیؑ کا ضیغم   میرِ لشکر تھا وہی اُس سے تھا لشکر کا بھرم
تھا علمدار وہی اور وہی سقائے حرم   مشک لاتے ہوئے بازو جو ہوئے اس کے قلم
خون سے اس نے سرِ دشتِ وغا لکھا تھا
صفحۂ خاک پہ قرآنِ وفا لکھا تھا

(۱۰۳)

ہیں نہ مسلمؑ نہ حبیبؑ اور نہ حُرِ خوش اقبال   خاک پر عرشِ شہادت کا پڑا ہے وہ ہلال
کہیں عباسؑ کا دلبر کہیں زینبؑ کے ہیں لال   سب شہیدوں کے ہے لاشوں سے بھرا دشتِ قتال
کچھ سجھائی نہیں دیتا میں اسے کیا لکھوں
تو بتا کیسے جوابِ خطِ صغرا لکھوں

(۱۰۴)

ایک میں دشت میں ہوں اور مری تنہائی ہے   میتِ اصغرؑ کی تو میں نے ابھی دفنائی ہے
جا یہاں سے کہ مصائب کی گھٹا چھائی ہے   خلد سے خود مجھے لینے مری ماں آئی ہے
اور کچھ دیر کی باقی ہے لڑائی بھائی
ہوگی میرے بھی سر و تن میں جدائی بھائی

(۱۰۵)

اس سے کچھ بڑھ کے مرسول نے یہ نیّر سوچا ‏ پھر تو قاصد سے شہِ دیں نے کہا یہ ہوگا
عصر کے وقت جو سر ہوگا مرا تن سے جدا ‏ لاشہ ہوگا مرا پامال سرِ دشتِ بلا
دیکھیں جو کچھ تری آنکھیں وہی قصہ لکھنا
اپنے ہاتھوں سے جوابِ خطِ صغرا لکھنا

☆☆☆

کردار

اب پیشِ نظر شاہ کا کردار رہے گا ‏ ہر ایک محب صاحبِ ایثار رہے گا
ہم بیعتِ فاسق نہ کریں گے کبھی نیّر ‏ انکار تھا انکار ہے انکار رہے گا

بھول اور یاد

حسینؑ ابنِ علیؑ آپؑ کی مودت میں ‏ ہم اپنے رنج والم تک بھی بھول جاتے ہیں
حسینؑ آپ کا غم اس قدر عزیز بھی ہے ‏ کہ یادِ آپ کی ہر سال ہم مناتے ہیں

چراغ

سب سے بڑا سہارا ہیں یہ کائنات میں ‏ حلّاتِ مشکلات ، ہیں یہ مشکلات میں
زہراؑ ، علیؑ ، حسینؑ و حسنؑ اور مصطفیٰؐ ‏ کتنے چراغ جلتے ہیں بزمِ حیات میں

مجلسِ شبیرؑ

مرثیہ کوئی پڑھے اس سے غرض کیا نیّر ‏ ذکرِ مظلوم کا ہم سننے چلے آتے ہیں
منتظر فاطمہ زہراؑ ہیں ہر اک مجلس میں ‏ اس لیے مجلسِ شبیرؑ میں ہم جاتے ہیں

پانی

دریائے مودت کو روانی دے دے ‏ منبر کے لیے شعلہ بیانی دے دے
یارب جو بجھا دے ابھی قرطاس کی پیاس ‏ وہ صورتِ الفاظ میں پانی دے دے

مرثیہ بعنوان مرثیہ

مطلع : یارب مرے سخن کو عروج و کمال دے

تعداد بند : ۸۰

سن تصنیف : ۱۹۸۳ء

درحال : حضرتِ عباس علیہ السلام

عباسؑ اور علیؑ کی فضیلت میں فرق کیا
مقصد جہادِ حق میں تو دونوں کا ایک تھا
حیدرؑ نے فتح گر کیا خیبر کا معرکہ
عباسؑ نے فرات کو قبضے میں لے لیا
خیبر کشاؑ نے مالِ غنیمت لیا نہیں
اور اِس جریؑ نے نہر سے پانی پیا نہیں

سلام

درِ علومِ نبیؐ پر جو سر جھکا کے چلے
وہ راہِ علم رہِ زندگی میں پا کے چلے

مری مدد کو علیؑ آگئے وہاں فوراً
لحد میں اقربا جونہی مجھے لٹا کے چلے

انہی کے سامنے منزل رہی قدم بہ قدم
جو نقشِ پائے علیؑ سے قدم ملا کے چلے

ملے گا کچھ نہیں در در کی ٹھوکروں کے سوا
درِ علوم سے دامن اگر بچا کے چلے

حسینؑ صبر کا جوہر عجب دکھا کے چلے
کہ زیرِ تیغ بھی سجدے میں مسکرا کے چلے

نہ ڈوبنے دیا اسلام کے سفینے کو
کہ خود تو خون میں ڈوبے اُسے بچا کے چلے

حیات و موت میں کتنا ہے فاصلہ اے دوست
حسینؑ سجدۂ خالق میں یہ جتا کے چلے

جہانِ کفر کی شاہی کو مار کر ٹھوکر
حسینؑ جادۂ حق پر قدم جما کے چلے

رہِ حیات میں ایماں کی روشنی کے لیے
چراغ ذکرِ شہِ دیں سے لو لگا کے چلے

لہو سے اپنے لبِ نہر حضرتِ عباسؑ
رہِ خدا میں وفا کے دیئے جلا کے چلے

اگرچہ نہر سے پیاسے پھرے مگر عباسؑ
لبِ فرات سے کوثر کی حد ملا کے چلے

کٹا کے اپنے گلستاں کا ایک ایک نہال
حسینؑ گلشنِ اسلام کو بچا کے چلے

وہ قاسمؑ و علی اکبرؑ ہوں یا علی اصغرؑ
رہِ خدا میں بھرے گھر کو شہ لٹا کے چلے

وہ ذوالفقار کہ مرحب کو دو کیا جس نے
اسی سے تربتِ بے شیر شہ بنا کے چلے

وہ جس کی ماں کا جنازہ بھی رات کو اٹھا
ہے ظلم وہ سرِ بازار بے ردا کے چلے

جھاں کے سائے میں جھولے میں کھیلتا تھا صغیر
جھلستی دھوپ میں مولاؑ اسے سلا کے چلے

دعائے فاطمہ زہراؑ ہے اور ہم نیّر
برائے ماتمِ شہ سائے میں دعا کے چلے

کہا سلام، سلام انیسؔ پر نیّر
"چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے"

مرثیہ

(۱)

یا رب مرے سخن کو عروج و کمال دے　　وہ فکر دے کہ جس کی زمانہ مثال دے
ہر حرف کو یقین کے سانچے میں ڈھال دے　　انداز دے نیا تو اَچھوتے خیال دے
تو میری فکر دے تو اجالا ہو دہر میں
شامِ الم ہو ختم ، سویرا ہو دہر میں

(۲)

طالب ہوں روشنی کا ، مجھے آفتاب دے　　ذرّہ ہوں ، مجھ کو لمسِ درِ بوتراب دے
سر تا پا جہل ہوں ، مجھے علم کتاب دے　　تخئیل کو عروج ، ہنر کو شباب دے
آندھی میں بھی جلائے جو فن کے چراغ کو
اُس علم سے نواز دے میرے دماغ کو

(۳)

میں تو گناہگار ہوں اور تو بڑا رحیم　　میں اک ترے کرم کا بھکاری ہوں ، تو کریم
بے علم میں ہوں اور مرے اللہ تو علیم　　لیکن ہے دل کے خانۂ ویراں میں تو مقیم
بن جائے میرا کام کہ تو کارساز ہے
میں بندۂ حقیر ، تو بندہ نواز ہے

(۴)

تو ربِ کائنات ، میں اک بندۂ غریب　　گو تجھ سے دور میں ہوں مگر مجھ سے تو قریب
ممدوح میرا آج ہے یارب ترا حبیبؐ　　اے مالکِ حیات جگا دے مرے نصیب
آئینۂ خیال کو لفظوں میں ڈھال دے
تو بے نیاز ہے ، تو مجھے بے سوال دے

(۵)

مداح ہوں میں سبطِ رسالت مآبؑ کا　　یہ تیسرا ہے سال کہ کہتا ہوں مرثیا
دل میں جو موجزن ہے ترقی کا ولولا　　ہر دم خلوصِ دل سے یہ کرتا ہوں میں دعا
مجھ کو درِ علومِ نبیؐ تک رسائی دے
منیر عطا کیا ہے تو علم آشنائی دے

(۶)

مقصد ہے زندگی کا مری ذکرِ کربلا　　ٹوٹے نہ مرثیے سے کبھی میرا رابطا
ذکرِ غمِ حسینؑ کا دیکھوں یہ معجزا　　دنیا کہے کہ صاحبِ منبر یہ ہوگیا
اس راہ میں نہ مجھ کو کوئی غم کبھی رہے
یارب چراغِ فکر نہ مدھم کبھی رہے

(۷)

یارب سخنوروں میں مرا بھی شمار ہو　　باغِ سخن پہ فکر و نظر کی بہار ہو
مضموں نئے ہوں، جن پہ غضب کا نکھار ہو　　لفظوں کی تازگی پہ گلِ تر نثار ہو
میں مرثیہ کہوں تو وہ حسنِ خیال دے
فکرِ نفیس شعر کے سانچے میں ڈھال دے

(۸)

مداح ہوں میں گلشنِ ابنِ بتولؑ کا　　ہر لفظ باغِ فن میں ہو ہر رنگ پھول کا
پیہم وہ سلسلہ ہو سخن کے نزول کا　　تا حشر مرثیہ کہوں سبطِ رسولؐ کا
حاصل ہو فیض ملکِ سخن کے رئیسؔ سے
روشن مرا دماغ ہو فکرِ انیسؔ سے

(۹)

مصرعے رواں ہوں اور زباں ہو مری سلیس　　بندش بھی چست ہو، مرے مضمون بھی نفیس
دولت ملے سخن کی تو ہو جاؤں میں رئیسؔ　　کاغذ پہ ہو قلم مرا، مونس مرا انیسؔ
یوں لو لگا کے شہرِ سخن کے رئیسؔ سے
پاتا رہوں میں فیض جنابِ انیسؔ سے

(۱۰)

فیضِ انیسؔ سے روفن طے کروں میں یوں ہر لمحہ زندگی کا فقط مرثیے کو دوں
پروردگار اتنے تو میں مرثیے کہوں مشہور اپنے وقت میں مثلِ انیسؔ ہوں
یا رب مرا بھی مرثیہ خوانوں میں نام ہو
وردِ زباں ہر ایک کے میرا کلام ہو

(۱۱)

یارب کچھ اس طرح سے ہو مجھ پر ترا کرم دے جز غمِ حسینؑ کے مجھ کو نہ کوئی غم
منبر پہ میں ہوں، سر پہ ہو عباسؑ کا علم رہ جائے تیرے فیض سے ناچیز کا بھرم
لکھوں جو مرثیہ قلمِ حق نوشت سے
زہراؑ بھی آئیں سننے کو باغِ بہشت سے

(۱۲)

لکھوں جو مدحِ شافعِ محشر، شہِ اممؐ کم مائیگی کا مجھ کو نہ احساس ہو نہ غم
پروردگار آئی ہے اب ساعتِ کرم اب مدحتِ نبیؐ کو اٹھاتا ہوں میں قلم
معبود مجھ کو عشقِ رسولِؐ کریم دے
توفیقِ مدحِ صاحبِ خُلقِ عظیم دے

(۱۳)

یا رب مری نظر پہ ہو وہ نور ضوفگن پُر نور جس سے تھی شبِ اسریٰ کی انجمن
ہاں دے وہ حرف مدح بہ فیضانِ پنجتنؑ معراجِ فکر پر نظر آئے مرا سخن
محبوبِؐ حق کا میرے لبوں پر جو ذکر ہو
قوسین کی حدود میں پروازِ فکر ہو

(۱۴)

جس کے لیے زمین بھی ہے، آسماں بھی ہے جس کا فلک پہ مالکِ کل میزباں بھی ہے
امت پہ جس کی خالقِ کل مہرباں بھی ہے قرآنِ کبریا کی وہ گویا زباں بھی ہے
حاصل مجھے جو اس کی ثنا کا شعور ہو
پھر کیوں نہ مجھ کو اپنے ہنر پر غرور ہو

(۱۵)

مرکز ہے فکر و علم کا خیرالوریٰ کی ذات یہ ذات ہی ہے باعثِ تخلیقِ کائنات
قرآن کی زبان پہ ہیں آپؐ کی صفات پھیلیں ہیں فرش و عرش پہ ہر سُو تجلیات
ممکن نہیں ہے انؐ کی ثنا خاکسار سے
اوصاف انؐ کے پوچھئے پروردگار سے

(۱۶)

کُل کائنات میں ہے رسالت رسولؐ کی محبوب ہے خدا کو بھی الفت رسولؐ کی
کیا کم ہے دو جہاں میں یہ عظمت رسولؐ کی معراج سے عیاں ہوئی رفعت رسولؐ کی
انؐ کے سبب سے مہر و مہ و کہکشاں بنے
حد ہے کہ نقشِ پا بھی سرِ آسماں بنے

(۱۷)

اصنام کفر و شرک کو توڑا رسولؐ نے سویا ہوا ضمیر جھنجھوڑا رسولؐ نے
مرکز کی سمت فکر کو موڑا رسولؐ نے ٹوٹے ہوئے تھے دل، انھیں جوڑا رسولؐ نے
آقاؐ نے زندگی کے سلیقے سکھا دیئے
انسان دوستی کے طریقے سکھا دیئے

(۱۸)

تنظیم ، اتحاد ، یقیں ، حق کا راستہ احساسِ درد ، لذتِ غم ، جذبۂ وفا
یہ سب رسولؐ پاک نے ہم کو عطا کیا اس واسطے ہیں نامِ محمدؐ پہ ہم فدا
ہر راستے سے انؐ کی خدا تک رسائی ہے
محبوبؐ ہیں خدا کے تو انؐ کی خدائی ہے

(۱۹)

کردار اور صورت و سیرت میں لا جواب کب کائنات میں ہے کوئی آپؐ کا جواب
اہلِ عرب نے مانگا جو معجز نما جواب بے جان سنگریزوں نے ان کو دیا جواب
عقدہ صداقتوں کا نبیؐ کھولنے لگے
ہاتھوں کو بوسہ دے کے خزف بولنے لگے

(۲۰)

جس نے نبیؐ سے عشق کا اپنا لیا اصول　　اس کا ہے ایک ایک عمل پیشِ حق قبول
ایسا بھی تو کسی کو مگر ہو شرف حصول　　فرد اپنے خاندان کا کہہ دیں اُسے رسولؐ
عشقِ نبیؐ کی آخری حد کو جو پا گئے
سلمان اہلبیتؑ کی منزل میں آ گئے

(۲۱)

پاتے ہیں لوگ فیض رسالت سے آج بھی　　روشن دل و دماغ ہیں سیرت سے آج بھی
ہیں مستفیض آپؐ کی رحمت سے آج بھی　　خالی نہیں ہے دہر ہدایت سے آج بھی
ہے خلق پر محیط شریعت رسولؐ کی
کام آ رہی ہے اب بھی ہدایت رسولؐ کی

(۲۲)

تا حشر ہے خدا کی شریعت کا سلسلہ　　قرآن و اہلبیتؑ کی عظمت کا سلسلہ
گو ختم ہو گیا ہے رسالت کا سلسلہ　　جاری سدا رہے گا امامت کا سلسلہ
ضو ایک آفتابِ رسالت کی پائیں گے
تا صبحِ حشر بارہ قمر جگمگائیں گے

(۲۳)

پھیلی ہے انؑ کی روشنی راہِ حیات میں　　تاریکیوں کا نام نہیں شش جہات میں
آئینۂ نبیؐ ہیں یہ ذات و صفات میں　　بعد از رسولِؐ پاک ہیں یہ کائنات میں
دینِ رسولِؐ حق کی قیادت علیؑ سے ہے
روشن چراغِ بزمِ ہدایت علیؑ سے ہے

(۲۴)

ہاں وہ علیؑ جو وارثِ ام الکتاب ہے　　جس بروزِ زمن کا لقب بوترابؑ ہے
جس کا شباب دینِ خدا کا شباب ہے　　مولائے کل جو مثلِ رسالت مآبؐ ہے
اس مصحفِ حسیں کی عبادت کرے بشر
آنکھوں کی چلیوں سے تلاوت کرے بشر

(۴۵)

پیشِ نظر ہے شہرِ علومِ نبیؐ کا درؑ　　اس واسطے ہیں میری نگاہیں بھی معتبر
ذکرِ علیؑ میں کرتا ہوں میں زندگی بسر　　یہ ذکر بھی عبادتِ خالق ہے سر بسر
کیا ذکر کر کے کوئی خطا کر رہا ہوں میں
اللہ اور نبیؐ کا کہا کر رہا ہوں میں

(۴۶)

نیّرؔ میں اور اس کی سخاوت میں لب کشا　　قرآں میں جس کی شان میں آیا ہے ہل اتیٰ
آتے ہیں اس کے در پہ ملک صورتِ گدا　　اپنا سرِ نیاز اسی در پہ ہے جھکا
جود و سخا میں آپؑ یہ اپنی نظیر ہیں
ہم سب فقیر ہیں ، یہ جنابؑ امیر ہیں

(۴۷)

کعبے نے جس کو گود میں پالا ہے وہ علیؑ　　راہِ عمل میں جس سے اجالا ہے وہ علیؑ
سب مشکلوں سے جس نے نکالا ہے وہ علیؑ　　گرتے ہوؤں کو جس نے سنبھالا ہے وہ علیؑ
ہم نے تو ان کو دہر کا مشکل کشا کہا
لیکن نصیریوں نے بہک کر خدا کہا

(۴۸)

ہر بیکس و غریب کے حاجت روا علیؑ　　ہم کیا ہیں انبیا کے ہیں مشکل کشا علیؑ
ہیں قوت و جلال میں شیرِ خدا علیؑ　　ببرِ جمل ، ہژبرِ اُحد ، لافتیٰ علیؑ
پائی ہے ذوالفقار خدائے جلیل سے
ضربت علیؑ کی پوچھے کوئی جبرئیل سے

(۴۹)

دستِ خدا نے کعبے کو کر کے بتوں سے پاک　　باطل کا زعم کر دیا اک دم کے دم میں خاک
پھیلایا نور پردۂ ظلمت کو کر کے چاک　　ہے انؑ کے نور سے رخِ اسلام تابناک
کعبے نے شانِ عظمتِ حیدرؑ دکھائی ہے
دوشِ نبیؐ پہ آئے تو معراج پائی ہے

(۳۰)

کیسے بیاں ہو نفسِ رسولِ خدا کی شان ایثار کی، خلوص کی، صبر و رضا کی شان
کچھ اس طرح عیاں ہے شہِ لافتیٰ کی شان آئینۂ جمالِ نبیؐ مرتضیٰ کی شان
ہجرت کی شب رسولؐ کے بستر کو دیکھئے
اور بسترِ رسولؐ پہ حیدرؑ کو دیکھئے

(۳۱)

احسان ہے علیؑ کا یہ امت پہ دوستو آنے نہ دی گزند رسالت پہ دوستو
پروانہ تھے یہ شمعِ ہدایت پہ دوستو دشمن فدا تھے ان کی شجاعت پہ دوستو
ہر جنگ میں علیؑ نے وہ جوہر دکھائے ہیں
اللہ اور رسولؐ کے یہ کام آئے ہیں

(۳۲)

جنگِ احد میں جنگ کا نقشہ بدل دیا آئے جو غیظ میں، سرِ باطل کچل دیا
جو زیرِ تیغ آیا، جہنم کو چل دیا کچھ اس طرح نبیؐ کی ریاضت نے پھل دیا
یہ حوصلے نبیؐ کے جو حیدرؑ کے ساتھ تھے
سائے کی طرح یہ بھی پیمبرؐ کے ساتھ تھے

(۳۳)

خندق میں اور بدر و احد میں دکھا کے ہاتھ امدادِ حق میں اٹھے شہِ لافتیٰ کے ہاتھ
عقدہ بھی کھولتے ہیں تو عقدہ کشا کے ہاتھ خیبر کا معرکہ بھی ہے دستِ خدا کے ہاتھ
کچھ اس طرح سے تیغ علیؑ نے چلائی ہے
جبریل پر سمیٹ کے بولے دہائی ہے

(۳۴)

ہیں گلستانِ خُم میں ولایت کا گُل علیؑ حکمِ خدا سے نائبِ ختمِ رُسل علیؑ
ہر لب پہ ہے علیؑ تو ہر اک سمت غُل علیؑ خندق سے ہے عیاں کہ ہیں ایمانِ کُل علیؑ
ہر سورما سے حوصلہ انؑ کا بلند ہے
اسلام اِنؑ کی ضرب کا احسان مند ہے

(۳۵)

یہ دینِ حق پہ ہے کرمِ ربِ مشرقین ملتا ہے اس یقین سے مومن کے دل کو چین
تھے خدمتِ نبیؐ کے لیے گرشۂ حنین عباسؑ ہیں انھیں کی طرح خادمِ حسین
ہے یہ بھی جاں نثار شۂ کربلائی کا
بھائی نے کربلا میں دیا ساتھ بھائی کا

(۳۶)

عباسؑ اور علیؑ کی فضیلت میں فرق کیا مقصد جہادِ حق میں تو دونوں کا ایک تھا
حیدرؑ نے فتح گر کیا خیبر کا معرکہ عباسؑ نے فرات کو قبضے میں لے لیا
خیبرؑ کشا نے مالِ غنیمت لیا نہیں
اور اس جری نے نہر سے پانی پیا نہیں

(۳۷)

وہ مصطفیٰؐ پسند ہیں ، یہ مرتضیٰؑ پسند جیسے وہ سربلند ہیں ویسے یہ سربلند
دونوں نے دینِ حق کو پہنچنے نہ دی گزند اللہ کے حضور یہ دونوں ہیں ارجمند
حیدرؑ رسولؐ پاک کے قائم مقام ہیں
عباسؑ قوتِ دلِ شاہِؑ انام ہیں

(۳۸)

وہ مصطفیٰؐ کی ڈھال ، یہ سبطِ نبی کی ڈھال راہِ جہادِ حق میں ہے دونوں کا ایک حال
ان کا میانِ جنگ قیامت کا ہے جلال پابندِ حکمِ سبطِ نبیؐ یہ پئے جدال
حیدرؑ وغا میں حیدرِ کرار ہو گئے
عباسؑ رن میں جعفرِ طیار ہو گئے

(۳۹)

عباسؑ اور علیؑ میں ہے یہ ربط برملا دونوں کے دم قدم سے ہے اسلام کی بقا
وہ ہیں معین و ناصرِ پیغمبرِؐ خدا عباسؑ جاں نثارِ شہنشاہِؑ کربلا
حیدرؑ کو مصطفیٰؐ کی اطاعت پہ ناز ہے
عباسؑ کو حسینؑ کی خدمت پہ ناز ہے

(۴۰)

عباسؑ اور علیؑ کا جہاں میں ہے اک مقام　　وہ ہیں نبیؐ کے اور یہ شہِ دیںؑ کے ہیں غلام
وہ ناصرِ نبیؐ، اِنھیں نصرت سے شہؑ کی کام　　وہ بازوئے رسولؐ ہیں، یہ بازوئے امامؑ
وہ نائبِ رسولؐ خدا لاکلام ہیں
یہ خادمِ حسینؑ علیہ السلام ہیں

(۴۱)

ہے خادمِ حسینؑ، وفا کا وہ تاجدار　　ضو بار جس کے نور سے حق کی ہے رہگزار
آنھوں پہر حسینؑ کی خدمت پہ افتخار　　کرب و بلا میں اس کی وفائیں ہیں آشکار
جب عشق کی مہم میں ظفرمند ہو گیا
اسلام کا نصیب جگا کر وہ سو گیا

(۴۲)

اے منکرِ وفا تجھے معلوم کیا نہیں　　ہٹ کر رہِ وفا سے نہ دنیا ملے نہ دیں
عباسؑ کے حضور جھکا دے اگر جبیں　　دنیا وہیں ملے گی تجھے، دین بھی وہیں
عباسؑ اہلِ حق کا مقدر بنا گئے
دنیا کو عاشقی کا سلیقہ سکھا گئے

(۴۳)

دعویٰ ہے عشق کا تو بتائے کوئی ذرا　　دنیائے بے ثبات میں کیا چیز ہے وفا
معلوم گر نہیں ہے کہ عشق و وفا ہے کیا　　او بے خبر یہ تجھ کو بتائے گی کربلا
عباسؑ نے لہو سے سرِ کربلا لکھی
بازو قلم ہوئے تو کتابِ وفا لکھی

(۴۴)

کیسے بیاں ہو مدحتِ عباسؑ ذی حشم　　جس کی وفا نے رکھ لیا اسلام کا بھرم
رکھے جہاں وہیں یہ جمائے رہے قدم　　کیا مرتبہ یہ حضرت عباسؑ کا ہے کم
اونچا علم کیا تو علمدار ہو گئے
بازو کٹے تو جعفرِ طیار ہو گئے

(۴۵)

بزمِ وفا میں گلشنِ بے خار کی طرح دشتِ وغا میں آہنی دیوار کی طرح
طاعت گزار عابدِ بیمار کی طرح وہ سورما تھا حیدرِ کرار کی طرح
عاشور کو وہ غیظ و غضب تھا دلیر کو
کس کی مجال ٹوک دے حیدرؑ کے شیر کو

(۴۶)

شیرِ خدا کے شیر کا وہ غیظ ، وہ جلال ہیبت ہے جس کی شام کا لشکر ہو پائمال
بچوں کی تشنگی کا جو ہر آن تھا خیال غصے سے بل پڑے تھے جبیں پر علیؑ مثال
قبضہ تھا نہر پر سپہِ بدصفات کا
آلِ نبیؑ پہ بند تھا پانی فرات کا

(۴۷)

ہیں خدمتِ حسینؑ میں عباسؑ نامدار کام آچکے ہیں شاہ کے انصارِ باوقار
اب دست بستہ سر کو جھکائے یہ جاں نثار کرتا ہے عرض خدمتِ مولاؑ میں بار بار
اذنِ وغا ملے تو عجب کارزار ہو
حملہ کروں تو حشر ابھی آشکار ہو

(۴۸)

بولے حسینؑ اے مرے بھائی ، مرے غیور تم کو ابھی میں اذنِ وغا دے تو دوں ضرور
مل جائے شامیوں کا بھی سب خاک میں غرور لیکن مرے دفاع کے مقصد سے ہے یہ دور
مانا کہ تم میں جرأت و طاقت علیؑ کی ہے
جاں ان کی بخش دو کہ یہ امت نبیؐ کی ہے

(۴۹)

سن کر کلامِ شاہ بصد عز و افتخار خیموں کی سمت آگئے عباسؑ نامدار
دیکھا کھڑی ہے در پہ سکینہ جگر فگار بولی چچا کو دیکھ کے یہ اُن کی جاں نثار
اب تک علاج تشنہ دہانی نہیں ملا
پیاسی ہوں ، تین روز سے پانی نہیں ملا

(۵۰)

عمو کہاں تھے آپ، سحر سے تھا انتظار ہے آپ کو تو سب سے زیادہ مجھی سے پیار
پھر بھی نہ پوچھا مجھ سے ذرا میرا حالِ زار اب شدّتِ عطش سے مرا دل ہے بیقرار
کانٹے پڑے ہیں پیاس سے اب تو زبان میں
پانی کہاں سے لاؤں کہ جاں آئے جان میں

(۵۱)

گودی میں لے کے بچی کو عباسؑ نے کہا بیٹی تمھیں خبر نہیں گزری ہے ہم پہ کیا
دن بھر کچھ ایسے شغل میں مصروف میں رہا ہوتے تھے جب شہید رفیقانِ باوفا
لاشے اٹھا کے دشت سے حضرت جو لاتے تھے
ہم ساتھ ساتھ شہؑ کی حفاظت کو جاتے تھے

(۵۲)

بچی کو پیار کر کے علمدارِ شاہِ دیں بولے کہ لاؤ مشک تو اے میری مہ جبیں
پھر انتظار کرنا دو خیمہ کے قریں اذنِ وغا امامؑ سے مل جائے جو کہیں
گو لاکھ تیر و تیغ و سناں رن میں کھائیں گے
پانی ضرور مشک میں ہم بھر کے لائیں گے

(۵۳)

یہ بات سن کے اس کو تسلی جو کچھ ہوئی خیمے سے مشک لے کے وہ آئی خوشی خوشی
وہ مشک لے کے سوئے شہِ دیں چلا جری پہنچا حضورِ شاہؑ تو غازی نے عرض کی
سقائی حرم مرے حصے میں آئی ہے
قسمت سے اب غلام نے عزت یہ پائی ہے

(۵۴)

پھر عرض کی حسینؑ سے اے شاہِ خاص و عام میری سکینہؑ پیاسی ہے اصغر ہے تشنہ کام
نہرِ فرات پر ہے لعینوں کا اژدھام گر آپؑ اذن دیں تو ابھی آپؑ کا غلام
رخ موڑ دے خیام کی جانب فرات کا
ہر موج پاؤں چومے شہِ کائنات کا

(۵۵)

بولے حسینؑ تم کو یہ منظور ہے تو جاؤ   پانی سے مشک میری سکینہؑ کی بھر کے لاؤ
لیکن تمھیں قسم ہے شجاعت جو تم دکھاؤ   غیظ و غضب میں آ کے نہ امت پہ ہاتھ اٹھاؤ
کرنا نہ قتلِ عام یہ حکمِ امامؑ ہے
دریا سے پانی لانا ہی تیرے کا کام ہے

(۵۶)

کی عرض یہ جری نے کہ اے فاطمہؑ کے لالؑ   مجھ کو نہیں ہے اپنی حفاظت کا کچھ خیال
لیکن حضور نہر کو روکے ہیں بدخصال   حاصل بغیر جنگ ہو پانی یہ ہے محال
اتنی وغا کی مجھ کو اجازت حضور ہو
دریا پہ ہے جو فوج وہ ساحل سے دور ہو

(۵۷)

عباسؑ نے یہ کہہ کے جو سر اپنا خم کیا   بولے حسینؑ حفظِ خدا میں تمھیں دیا
اٹھے وہ جھوم کر صفتِ شیرِ کبریا   بیٹھے تھے زین پر کہ فرس ہو گیا ہوا
یہ شیر وہ ہے شیرِ خدا کا جو لال ہے
ضیغم کی راہ روکے یہ کس کی مجال ہے

(۵۸)

پہنچا جو رن میں اب اسدِ شیرِ ذوالجلال   بھاگی جری کے خوف سے سب فوجِ بدخصال
شیرِ خدا کے شیر کی جرأت کا ہے یہ حال   آئینۂ جلالِ علیؑ ہے دمِ جدال
لڑتے ہیں اپنے ہاتھ میں نیزہ لیے ہوئے
اور تشنگی میں پیاس ہیں اپنی پیے ہوئے

(۵۹)

نیزہ ہے ایک ہاتھ میں، اک ہاتھ میں علم   اس پر بھی حملہ ور جو ہوا وہ بصد حشم
گھیرے ہوئے تھے گھاٹ کو جو بانیٔ ستم   ساحل سے ان کے اٹھ گئے اک آن میں قدم
میدان سے بھگا کے شغالوں کو شیر نے
فوجِ ستم سے گھاٹ کو چھینا دلیر نے

(۶۰)

اعدا سے پھر یہ غیظ و غضب میں کیا کلام بیٹا علیؑ کا ، سبطِ نبیؐ کا ہوں میں غلام
اب زندگی میں لوگے نہ جنگ و جدل کا نام سیراب تم ہو ، اور شہِ دیں ہوں تشنہ کام
بے آب سب چمن ہے شہِ مشرقین کا
پیاسا ہے تین روز سے کنبہ حسینؑ کا

(۶۱)

ہیں تشنہ لب جو آپ شہِ آسماں جناب مجھ پر حرام ہے جو پیئوں میں ذرا بھی آب
بھرنی ہے مشکِ بنتِ شہِ کربلا شتاب روکے کوئی تو دوں اسے منہ توڑ میں جواب
کر کے کلام یہ سپہ بدصفات سے
بھر لی جریؑ نے مشکِ سکینہؑ فرات سے

(۶۲)

مشکِ سکینہؑ بھر کے چلے جب سوئے خیام جو دور تھی وہ آگئی نزدیک فوجِ شام
لاکھوں کے اژدحام میں تنہا ہے تشنہ کام چلتے ہیں چار سمت سے اب نیزہ و حسام
یا رب یہ مشک جائے نہ سقے کے ہات سے
کوثر بکف چلا ہے بہشتی فرات سے

(۶۳)

یلغار کر رہی ہے سپاہِ عدو مگر عباسؑ نامدار کی ہے ہر طرف نظر
مثلِ عقاب جھپٹے وہ نیزے کو تول کر ہیبت سے کانپنے لگے جبریل عرش پر
چھائی ہوئی ہے دشت میں ہیبت دلیر کی
اعدا پہ دھاک بیٹھی ہے حیدرؑ کے شیر کی

(۶۴)

مصروفِ کارزار ہے شیرِؑ خدا کا شیر ساونت ، تیزدست ، بہادر ، جری ، دلیر
فوجِ جفا میں جو تھے زبردست وہ ہیں زیر جینا جو چاہتے تھے وہ جینے سے اب ہیں سیر
خوفِ جری سے بھاگے جو منہ پھیر پھیر کے
لائی انھیں بھی رن میں قضا گھیر گھیر کے

(۶۵)

بگڑا ہوا ہے فوجِ یزیدی کا بندوبست جن کے بلند حوصلے تھے وہ ہوئے ہیں پست
ہمت جو ہار بیٹھے ستم خُو، جفا پرست آخر ہوئی دلیر کے ہاتھوں انھیں شکست
غل تھا کہ یوں تو روک سکو گے نہ شیر کو
اب حیلہ و فریب سے مارو دلیر کو

(۶۶)

یاد آگئی سکینہؑ جو پھر ان کو ایک بار سوئے خیام تیز چلا وہ وفاشعار
بیٹھا ہوا تھا چھپ کے اِدھر ایک نابکار ظالم نے پشت سے کیا تیغِ ستم کا وار
جس ہاتھ میں تھا نیزہ وہ بازو قلم ہوا
پھر بھی نہ جوشِ حضرتِ عباسؑ کم ہوا

(۶۷)

اب دست چپ سے شیر نے اعدائے جنگ کی سوئے خیامِ شاہ بعجلت چلا جری
بس مشک کا خیال تھا، اپنی نہ فکر تھی ایسے میں ان پہ ظلم کی یہ انتہا ہوئی
آگے بڑھے تو دوسرا بازو قلم ہوا
یا یوں کہو کہ خاک پہ ٹھنڈا علم ہوا

(۶۸)

سر پر لگا جو گرز تو اک تیر مشک پر پانی بہا تو خوں ہوا عباسؑ کا جگر
چلتے تھے چاروں سمت سے ناوک، سناں، تبر بازو کٹے تھے اور تھیں آنکھیں لہو میں تر
سر شق تھا، زخمِ تیغ و تبر بے شمار تھے
جتنے تھے تیر جسم کے سب آر پار تھے

(۶۹)

گھوڑے سے گر کے دی یہ صدا یا شہِ انام آخر ہے وقت، جاتا ہے دنیا سے اب غلام
خادم کو اب ہے حسرتِ دیدار یا امام یہ سن کے پہنچے رن میں شہنشاہِ تشنہ کام
دیکھا تڑپ رہا ہے غضنفر ترائی ہیں
بس اب جدائی ہونے کو ہے بھائی بھائی میں

(۷۰)

بھائی کے سر کو گود میں رکھ کر شہِ ہدا   کہنے لگے وصیت آخر ہے بھائی کیا
کی عرض اُس جری نے تڑپ کر بصد بکا   نادم ہوں میں سکینہؑ سے اے شاہِ کربلا
مشک اس کی میں نہ تیرِ ستم سے بچا سکا
افسوس اس کی پیاس نہ خادم بجھا سکا

(۷۱)

لاشہ مرا نہ خیمے میں لے جائیں شاہِ دیںؑ   بھائی ہے میرے دل کو ترائی کی یہ زمیں
قسمت میں ہو جہاں کی لحد بخت ہے وہیں   ہے منتظر سکینہؑ مری خیمے کی قریں
کہیے گا اس سے پانی نہ تم کو پلا سکے
غیرت کے مارے رن سے چچا گھر نہ آسکے

(۷۲)

سُننا تھا یہ کہ ہو گئے شبیرؑ بے قرار   کہنے لگے یہ بھائی سے تم پر ہوں میں نثار
حسرت ہے زندگی میں مری اے وفا شعار   وقتِ اخیر مجھ کو کہو بھائی ایک بار
بھائی کی بات سن کے جہاں سے گزر گئے
بس بھائی کہہ کے بھائی کے قدموں میں مر گئے

(۷۳)

ساحل پہ لاشِ حضرتِ عباسؑ چھوڑ کر   مشک و علم کو لے کے چلے شاہِ بحر و بر
بھائی کے غم میں شہ کی شکستہ ہوئی کمر   خیمے کی سمت جاتے ہیں تھامے ہوئے جگر
آتے ہیں چھوڑ کر جو اسد کو کچھار میں
اک ٹیس اٹھ رہی ہے دلِ بے قرار میں

(۷۴)

خیمے کے پاس پہنچے تو دیکھا یہ حالِ زار   کوزے لیے ہیں ہاتھوں میں بچے جگر فگار
اس انتظار میں تھی سکینہؑ جو بے قرار   مشکیزہ بھر کے لائیں گے عباسِؑ نامدار
دوڑی وہ سن کے یہ کہ چچا جان آتے ہیں
دیکھا تو خالی مشک و علم شاہؑ لاتے ہیں

(۷۵)

کرنے لگی پدر سے لپٹ کر وہ پھر یہ بین　　عمو کہاں گئے، مجھے آتا نہیں ہے چین
کچھ تو مجھے بتایئے یا شاہِ مشرقین　　بولے حسینؑ صبر کرو میری نورِ عین
پانی کی جستجو میں جہاں سے گزر گئے
اب آئیں کیا کہ آپ کے عمو تو مر گئے

(۷۶)

شہؑ سے یہ سن کے روئی وہ سر اپنا پیٹ کر　　پھر آئی ماں کے پاس وہ تھامے ہوئے جگر
منہ فق، جگر فگار، نگوں سر، بچشمِ تر　　عمو کا نام لے کے جو روئی تو اس قدر
دردِ غم و الم کی وہ تصویر ہوگئی
آواز روتے روتے گلوگیر ہوگئی

(۷۷)

برپا ہوا جو ماتمِ عباسؑ نامور　　آئی خیامِ شہؑ میں قیامت سی اک نظر
زیرِ علم تھی بیوۂ عباسؑ نوحہ گر　　فرطِ غم و الم سے تڑپتی تھی خاک پر
اہلِ حرم خیام میں جاں اپنی کھوتے تھے
اور سر جھکائے حضرتِ شبیرؑ روتے تھے

(۷۸)

طاری تھا اہلبیتؑ پہ رنج و غم و محن　　فرماتے تھے بہن سے یہ اُس دم شہِؑ زمن
لٹ جائے گا اب آلِ محمدؐ کا یہ چمن　　عباسؑ کیا گئے کہ ہوئے قتل ہم بہن
اہلِ حرم اب اکبرؑ و اصغرؑ کو روئیں گے
پھر ہم بھی جا کے گنجِ شہیداں میں سوئیں گے

(۷۹)

تاراج کر کے خیمے جلائے گی فوجِ شام　　بستر جلے گا عابدِؑ بیمار کا تمام
اک مرثیہ ہے اپنی جگہ شہؑ کا یہ کلام　　کہتے تھے جو بہن سے شہنشاہِ تشنہ کام
چالیس دن کفن مری میت نہ پائے گی
زینبؑ تمہارے سر سے ردا چھینی جائے گی

(۸۰)

نیّر سخن کو طول نہ دے، ختم کر کلام	مجلس میں سر کو پیٹ کے روتے ہیں خاص و عام
کر حق سے یہ دعا بہ طفیلِ شہِ انام	مقبولِ خاص و عام رہے مرثیہ مدام
جب تک مری حیات ہے گھر گھر پڑھوں اِسے
مرنے کے بعد پھر لبِ کوثر پڑھوں اِسے

سورج

کوئی مانے یا نہ مانے شہؑ نے احساں کر دیا	راہِ مشکل میں سفر کرنا بھی آساں کر دیا
بن کے سورج نوکِ نیزہ پر سرِ شبیرؑ نے	شام کی تاریک راہوں کو فروزاں کر دیا

مرثیہ گوئی

فصلِ ذکرِ شہِ مظلوم جو ہوئی، آئی	کم سے کم بات مجھے کام کی کوئی آئی
مدحِ سرکارؐ دو عالم کا کرم ہے نیّر	نعت گوئی سے مجھے مرثیہ گوئی آئی

سربلندی

ہوش مندی نصیب ہوتی ہے	حق پسندی نصیب ہوتی ہے
سر جھکا کر حسینؑ کے در پر	سربلندی نصیب ہوتی ہے

جہادِ حق

دعائے اصغرؑ معصوم کی مثال نہیں	یہ وہ کمال ہے جس کو کبھی زوال نہیں
گلے پہ تیرِ ستم کھا کے کر گئے ثابت	جہادِ حق کے لیے قیدِ ماہ و سال نہیں

پہچان

میں ہوں شاعر اہلبیتؑ پاک کا	بس یہی نیّر مری پہچان ہے
ابنِ مولودِ حرم مدحت کی رات	کعبۂ دل میں مرا مہمان ہے

سلام

وہ دن بھی آئے گا تکمیلِ زندگی کے لیے
درِ حسینؑ پہ جاؤں گا حاضری کے لیے

خدا گواہ سعادت ہے آدمی کے لیے
حسینؑ آپ کا کردار زندگی کے لیے

حسینؑ شمعِ صداقت کی زندگی کے لیے
لہو دیا ہے بہتّر کا روشنی کے لیے

سرِ حسینؑ کی عظمت کا یہ تسلسل ہے
جھکا ہی رہ گیا سجدے میں بندگی کے لیے

وہ کربلا کے محمدؐ کی منقبت میں لکھے
جو لفظ ذہن میں تھے مدحتِ نبیؐ کے لیے

چراغ ذکرِ شہِ کربلا جلائے رکھو
رہِ حیات میں ہر سمت روشنی کے لیے

شعورِ دینِ محمدؐ حسینؑ نے بخشا
یہ ذات کتنی ضروری تھی آدمی کے لیے

مجھے تو سجدوں میں یاد آیا سجدۂ شبیرؑ
رہِ حیات میں معراجِ بندگی کے لیے

حسینؑ ہی سے تو زندہ خدا کا نام ہوا
حسینؑ ہی تو ہیں عرفان و آگہی کے لیے

خدا کے دیں پہ جو قربان جان و دل سے ہوا
یہ جاں اسی کے لیے ہے، یہ دل اسی کے لیے

حبیبؑ ابنِ مظاہر کی زندگی دیکھو
یہ اک مثال ہے انسان دوستی کے لیے

ہماری قبر میں تاریکیاں نہیں ہوں گی
کہ داغِ ماتمِ سرورؑ ہیں روشنی کے لیے

حسینؑ پر ہیں درود اور حسینؑ پر ہیں سلام
نفس نفس یہ وظیفہ ہے بندگی کے لیے

لہو صغیرؑ کا چہرے پہ اپنے ملتے ہیں
حسینؑ گلشنِ ایماں کی تازگی کے لیے

کیا ہے دشت میں پامال جیتے جی اُس کو
کہ جس کا باپ تھا اک درس آشتی کے لیے

محیط ہوتا چلا جا رہا ہے صدیوں پر
وہ ایک لمحہ تہِ تیغ بندگی کے لیے

ہماری فکر کا معیار کچھ نہیں نیّر
عقیدتوں کا تسلسل ہے شاعری کے لیے

مرثیہ بعنوان زبان

مطلع : گزر کے کرب سے مفہومِ کربلا سمجھو

تعداد بند : ۷۹

سن تصنیف : ۱۹۹۲ء

درحال : شہزادہ علی اصغرؑ

خبر نہیں ہے یہ راہِ عدم کے راہی کو
کہ کیا دلیل ہے انساں کی بے گناہی کو
مگر وہ دیکھے گا خود قدرتِ الٰہی کو
بشر کے سامنے اعمال کی گواہی کو

خدا کے حکم سے محشر کے روز بولیں گے
تمام جسم کے اعضا زبان کھولیں گے

سلام

زباں پہ لگ گئے پہرے تو یہ کمال کیا | کہ آنسوؤں سے بیاں کربلا کا حال کیا
ستم گروں نے یہ جانِ حسنؑ کا حال کیا | بنے کی لاش کو گھوڑوں سے پائمال کیا
میں چپ رہا مرے مولاؑ نے خود جواب دیا | لحد میں مجھ سے فرشتوں نے جب سوال کیا
علیؑ سے عشق، علیؑ کی طلب، علیؑ کا خیال | رخِ حیات کو ہر طرح بے مثال کیا
علیؑ کے فیض سے جاگا ضمیر انساں کا | علیؑ کے عشق نے انساں کو باکمال کیا
اسی پہ فخر ہے مجھ کو کہ پنجتن کے طفیل | مرے خدا نے مجھے مدح خوانِ آلؑ کیا
کشاکشِ غمِ ہستی سے مل گئی ہے نجات | کبھی جو دل سے غمِ شاہؑ کا خیال کیا
بجائے آب لہو دے کے شاہِ والا نے | نظامِ گلشنِ اسلام کو بحال کیا
اسی نے دولتِ کونین کو سمیٹ لیا | کہ جس نے ذکرِ شہنشاہِ خوش خصال کیا
وہ ایک شب کی تھی مہلت مگر اسی شب میں | جنابِ حُرؑ کو شہِ دیںؑ نے ہم خیال کیا
جنابِ عابدِؑ بیمار نے حسینؑ کے بعد | دوائے صبر سے زخموں کا اندمال کیا
خدا گواہ کہ بعدِ حسینؑ زینبؑ نے | پیامِ مقصدِ شبیرؑ لازوال کیا
اٹھائی لاشِ پسر اور شکن جبیں پہ نہیں | یہ صبر تو نے عجب شاہِ خوش خصال کیا
بپئے حفاظتِ دیں کربلا میں خالق نے | حسینؑ ابنِ علیؑ کو نبیؐ مثال کیا
اے کربلا کے شہیدو! سلام ہو تم پر | کہ تم نے دینِ محمدؐ کو لازوال کیا
جو برچھی سینۂ اسلام کی طرف آئی | شبیہِ ختمِ رسلؐ نے جگر کو ڈھال کیا

قطعہ بند

مری بساط ہی کیا ہے کہ میں کہوں اشعار | یہ کام میں نے بہ فیضِ نبیؐ و آلؑ کیا
یہ مرثیہ ہے، یہ نوحہ، یہ منقبت، یہ سلام | ولائے آلِ محمدؐ نے مالا مال کیا

ملل وہ شہ کا کہ نیّر کسی نے عابدؑ سے
کبھی نہ بیعتِ فاسق کا پھر سوال کیا

زبان

(۱)

گزر کے کرب سے مفہومِ کربلا سمجھو   بقائے دیں کا سبب کون ہے ذرا سمجھو
سمجھ سکو تو شہادت کا فلسفہ سمجھو   زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو
بصد خلوص ، بصد زیب و زین ہوتا ہے
ہر اک زبان میں ذکرِ حسینؑ ہوتا ہے

(۲)

زبان قول بھی ، اقرار بھی ، بیان بھی ہے   زبان نطق بھی ، گفتار بھی ، لسان بھی ہے
زبان وعدہ بھی ، وعدے کی پاسبان بھی ہے   زبان بندہ و خالق کے درمیان بھی ہے
ادا میں اپنی کڑکتی کمان رکھتا ہے
جو بے زبان ہے وہ بھی زبان رکھتا ہے

(۳)

زبان اپنی ہمیشہ رہی اصول کے ساتھ   زباں نے پھول کھلے ہیں ولا کے پھول کے ساتھ
زباں کا خاص تعلق رہا رسولؐ کے ساتھ   یہ ایک وعدہ محمدؐ کا ہے بتولؑ کے ساتھ
زبانِ احمدِ مرسلؐ کی پاسداری ہے
خدا کے فیض سے ذکرِ حسینؑ جاری ہے

(۴)

یہ ذکر جس نے دلوں کو سرور بخشا ہے   کتابِ حق کے حوالے سے نور بخشا ہے
کہ مجھ سے ہیچمداں کو شعور بخشا ہے   مری زباں کو زباں پر عبور بخشا ہے
تخیلات کا سورج جہاں نکلتا ہے
وہاں زبان کا لفظوں پہ حکم چلتا ہے

(۵)

زباں سے عقل کا رشتہ بہت پرانا ہے　　جو سوچتا ہے بشر وہ زباں سے کہتا ہے
بشر کے سر میں جو سود و زیاں کا سودا ہے　　زبان ہی کے توسط سے طے وہ ہوتا ہے
یہ تیر عقل و خرد کی کماں سے چلتا ہے
کہ کاروبارِ زمانہ زباں سے چلتا ہے

(۶)

زباں سے پھول محبت کے آشکار ہوئے　　زباں سے رشتے خدائی میں استوار ہوئے
زباں سے دل کی وفاؤں پہ اعتبار ہوئے　　زباں سے کام ہوئے اور بے شمار ہوئے
یہ ایک نعمتِ خالق ہے زندگی کے لیے
زبان کتنی ضروری ہے آدمی کے لیے

(۷)

زباں اشاروں کی رکھتا ہے گونگا اور بہرا　　کوئی لگائے بھلا کیا زبان پر پہرا
زباں کھلے تو نظر آئے باطنی چہرا　　زباں کا زخم ہے خنجر کے زخم سے گہرا
اس احتیاط سے اپنی زبان کھولا کرو
کہ بات تولا کرو پھر زباں سے بولا کرو

(۸)

بدلتی رہتی ہے ہر وقت آدمی کی زباں　　خوش نصیب ہی رکھتے ہیں آگہی کی زباں
ہر اک سمجھ نہیں سکتا کبھی کسی کی زباں　　سمجھنے والے سمجھتے ہیں شاعری کی زباں
خیال و فکر کو پیکر میں ڈھال لیتے ہیں
کہ لفظ کو شاعر زبان دیتے ہیں

(۹)

عطا سخن پہ سخن ہو جو حضرتِ باری　　کرم کی بھیک سے کشکولِ فکر ہو بھاری
کروں جو مرثیہ کہنے کی آج تیاری　　زباں پہ قادرِ مطلق کا فیض ہو جاری
جو بند، بند میں الفاظ کا سمندر ہو
کہیں یہ لوگ کہ نیّر زبان آور ہو

(۱۰)

زباں پہ جب یہ دعا آئی برسرِ منبر — عطا علیم کرے مجھ کو علم کے جوہر
تو اس نے کھول دیا مجھ پہ شہرِ علم کا درّ — کھلا جو علم کا درّ پایا علمِ پیغمبرؐ
خیال حرف کے پیکر میں ڈھل کے آئے ہیں
زباں سے علم کے دریا نکل کے آئے ہیں

(۱۱)

خبر نہیں ہے یہ راہِ عدم کے راہی کو — کہ کیا دلیل ہے انساں کی بے گناہی کو
مگر وہ دیکھے گا خود قدرتِ الٰہی کو — بشر کے سامنے اعمال کی گواہی کو
خدا کے حکم سے محشر کے روز بولیں گے
تمام جسم کے اعضا زبان کھولیں گے

(۱۲)

عرب کے لوگ تھے اہلِ زباں بہت مغرور — کسی زباں کی بڑائی نہ تھی انھیں منظور
اگرچہ ان کو زمانے میں تھا زباں پہ عبور — خموش مثلِ عجم تھے مگر نبیؐ کے حضور
زبانِ حق کے مقابل زبان پا نہ سکے
وہ ایک آیتِ حق کا جواب لا نہ سکے

(۱۳)

ہمیشہ یاد رہے گا یہ قولِ شاہِؐ امم — کوئی ہو اہلِ عرب یا کوئی ہو اہلِ عجم
کسی کو ہوگی کسی پر نہ فوقیت بہم — یہ درس دے گئے سلمان و قنبر و میثم
نبیؐ کے اسوۂ حسنہ سے باشعور رہو
زبان و نسل کے جھگڑوں سے دُور دُور رہو

(۱۴)

ہر ایک شے کی ہے اپنی زباں بہ فیضِ خدا — ہر ایک شے ہے زمانے میں محوِ حمد و ثنا
ہر ایک شے سے عیاں ہے زبان کا جلوا — بدستِ احمدِؐ مرسل یہ معجزا دیکھا
پئے ثبوتِ صداقت زبان کھولتے ہیں
نبیؐ جو بات کریں سنگریزے بولتے ہیں

(۱۵)

خدا نہیں ہے مجسم تو کیسے بات کرے　　مگر یہ قادرِ مطلق کے اختیار میں ہے
وہ چاہے جس کو بھی اعجاز نطق کا بخشے　　خدا کی ہوتی تھی موسیٰؑ سے گفتگو ایسے
کلیمؑ بات شجر کے جو روبرو کرتے
شجر زبانِ خدا بن کے گفتگو کرتے

(۱۶)

کہاں کہاں ہے نمایاں زبانِ ربِ جلیل　　کہیں طویل، کہیں حق کی گفتگو ہے قلیل
جو خواب آنکھوں میں اپنی بسا چکے ہیں خلیل　　وہ خواب اصل میں ہے نطقِ کبریا کی دلیل
کہاں مجال بشر نطقِ کبریا سمجھے
خلیلؑ خواب سے خالق کا مدعا سمجھے

(۱۷)

زباں پہ مدحتِ محبوبؐ کردگار ہے آج　　کہ خود محبّ نے یہ محبوبؐ کو دیا ہے خراج
علیؑ ہے نام خدا کا تو خود علیؑ کا مزاج　　ملا مزاجِ مشیت سے یوں شبِ معراج
یہ لاشریک نے خود رازِ نطق کھولے ہیں
کہ سارے حرف علیؑ کی زباں سے بولے ہیں

(۱۸)

کھلا ہے بزمِ جہاں کی نمود سے پہلے　　علیؑ تھے نامِ خدا ہست و بود سے پہلے
علیؑ کا ذکر نہ کرنا درود سے پہلے　　"وضو ہے فرض رکوع و سجود سے پہلے"
(استاد زرد اسعدی)
جو چاہتا ہے ملے لطف مدحِ حیدرؑ سے
وہ دھوئے اپنی زباں پہلے آبِ کوثر سے

(۱۹)

خدا کے گھر میں ولادت جو مرتضیٰؑ کی ہوئی　　رسولؐ حق کی مسرت کی انتہا نہ رہی
علیؑ کے منہ میں جو اپنی زباں رسولؐ نے دی　　تو بارہ چشموں سے سیراب ہو گئے ہیں علیؑ
زباں ملی جو نبوت کی یوں امامتؑ سے
علیؑ کو علمِ لدنیؑ ملا رسالتؐ سے

(۲۰)

رسولؐ یوں رہے حیدرؑ کی پرورش میں مگن ۔ کہ ماں کے شیر سے پہلے دیا لعابِ دہن
زبان بن گئی حیدرؑ کی علم کا مخزن ۔ علیؑ کا اب جو سخن ہے وہ ہے نبیؐ کا سخن
خدا کی شان بصد عزو شان ہے گویا
علیؑ کے منہ میں نبیؐ کی زبان ہے گویا

(۲۱)

وہ ایک دعوتِ حق اور رسولؐ کا ارشاد ۔ ہے کون جو کرے تبلیغ میں مری امداد
سکوتِ مجمع کا تاریخ کو ہے اب تک یاد ۔ علیؑ اٹھے تھے نبیؐ کی مدد کو زندہ باد
شعور و فہم و فراست سے کام لیتے تھے
علیؑ رسولِؐ خدا کو زبان دیتے تھے

(۲۲)

دمِ اخیر تمنا لیے تھے شاہِؐ عرب ۔ علیؑ کو اپنی نیابت کا لکھ کے دوں منصب
کیا جو خامہ و قرطاس مصطفیٰؐ نے طلب ۔ نہ مانا حکمِ پیمبرؐ، ہوا یہ کیسا غضب
یہ سب نے چاہا زبانی ہی عہد و پیماں ہو
زباں سے پھرنے کا بعدِ رسولؐ امکاں ہو

(۲۳)

علیؑ کے نام کا سکہ جہاں میں چلتا ہے ۔ علیؑ کے نام سے مشکل کا وقت ٹلتا ہے
علیؑ کا نام زباں سے جونہی نکلتا ہے ۔ تو گرتے گرتے بشر یک بہ یک سنبھلتا ہے
رہِ سخن میں جو مشکل مقام آتا ہے
یہ نام میری زباں پہ مدام آتا ہے

(۲۴)

رہا ہے مدحتِ حیدرؑ مری زباں کا شعار ۔ کبھی زباں پہ نہ آئے گی مدحتِ اغیار
مجھے خدا نے جو بخشی زبانِ گوہربار ۔ بڑھا علیؑ کی ثنا سے مرے سخن کا وقار
مجھے مقامِ ادب سے گرا نہیں سکتی
زباں پہ غیر کی توصیف آ نہیں سکتی

(۲۵)

نبیؐ کے فیض سے ذکرِ علیؑ ہے اس کا سبب
ہے مجلسوں میں جو روشن چراغِ علم وادب
درِ علومِ نبیؐ سے کیا ہے ہم نے طلب
رموزِ علمِ الٰہی کا جو بھی ہے مطلب

علیؑ کے فیض سے اپنی زباں سلجھتی ہے
وہ اور ہوتے ہیں جن کی زباں الجھتی ہے

(۲۶)

علیؑ کا نام ہی علم و عمل کا دھارا ہے
علیؑ کا نام ہی اسلام نے پکارا ہے
علیؑ کا نام ہی مشکل میں اک سہارا ہے
علیؑ کا نام ہی طوفان میں کنارا ہے

حصار توڑ کے مشکل کا آگے بڑھ جائے
اگر یہ نام زبانِ بشر پہ چڑھ جائے

(۲۷)

علیؑ کے علم کی ہر اک زبان میں ہے سبیل
وہ ہے زبور، وہ توریت ہے، وہ ہے انجیل
کہ بابِ علم کی دنیا کو مل سکی نہ مثیل
زبانِ حیدرِ کرار خود ہے اس کی دلیل

علیؑ کے علم کا دنیا میں شور مچتا ہے
زبانِ حق پہ سلونی کا لفظ جچتا ہے

(۲۸)

خدا کے دین کا محور کہو بقا کے لیے
علیؑ کو علم کا اک در کہو عطا کے لیے
زبانِ خالقِ اکبر کہو خدا کے لیے
شعورِ ذاتِ پیمبرؐ کہو وفا کے لیے

اٹھا کے نہجِ بلاغہ کو ، سرخیاں دیکھو
زباں علیؑ کی ہے ، قرآن کی زباں دیکھو

(۲۹)

علیؑ کے ذکر سے ہستی کو ارجمند کرو
خرد کو قولِ محمدؐ سے بہرہ مند کرو
جھکا کے سر درِ حیدرؑ پہ سربلند کرو
تمام عمر عبادت خدا پسند کرو

نہ جانے زیست کا کس وقت امتحان ہو بند
زباں جو آج کھلی ہے وہ کل زبان ہو بند

(۳۰)

زبانِ خامہ حکومت کے دبدبے سے نہ کھول　　زبانِ صدق کی میزاں پہ حرف حرف کو تول
یہ بارگاہِ علیؑ ہے، زباں سنبھال کے بول　　ہر ایک راہِ سخن سے ادب کے موتی رول
جو کہہ دیا ہے علیؑ نے وہ ٹل نہیں سکتا
کوئی علیؑ کی زباں کو بدل نہیں سکتا

(۳۱)

زباں نہ بدلی کٹھن وقت میں بھی دم بھر کو　　زبانِ نصرتِ حق میں جو دی پیمبرؐ کو
اُحد میں تیغ وہ ٹوٹی تو حق نے حیدرؑ کو　　علیؑ کی تیغ جو لیتی تھی ہر ستمگر کو
دمِ جدال بصد افتخار بھیجی ہے
فلک سے اِن کے لیے ذوالفقار بھیجی ہے

(۳۲)

کمالِ دستِ علیؑ سے ملا ہے اس کو کمال　　یہ ذوالفقار، خجل جس کو دیکھ کر ہو ہلال
اسے خیالِ علیؑ اور علیؑ کو اِس کا خیال　　ملا جو اس سے گلے اُس کے کٹ گئے سہ سال
یہ ذوالفقار عجب عز و شان رکھتی ہے
خدا کی دین ہے یہ بھی زبان رکھتی ہے

(۳۳)

اڑاتی پھرتی ہے مقتل میں سب کے عقل و ہوش　　یہ ذوالفقار ہے میداں میں موت کی آغوش
رہی امامؑ کے پاسِ ادب سے یہ خاموش　　عدو کو دیکھ کے بڑھتا ہے ذوالفقار کا جوش
ادب شناس ادب کا لہو نہیں کرتی
زبان رکھتی ہے اور گفتگو نہیں کرتی

(۳۴)

امامِ وقت کی خدمت کو یہ سمجھتی ہے فرض　　کبھی زبان سے کرتی نہیں امامؑ سے عرض
ذرا سی دیر میں لاشوں سے پاٹ دیتی ہے ارض　　عدو کی جان کا سر سے اتار دیتی ہے قرض
فقط امامؑ کے دستِ ہنر میں رہتی ہے
خموش موت کی صورت سفر میں رہتی ہے

(۳۵)

یہ ذوالفقار چلی فتح کا نشاں بن کر — یہ ذوالفقار گری برقِ بے اماں بن کر
یہ ذوالفقار رہی قہرِ آسماں بن کر — یہ ذوالفقار پھری مرگِ ناگہاں بن کر
یہ ذوالفقار لہو ظالموں کا چاٹتی ہے
زباں درازوں کی بڑھ کر زبان کاٹتی ہے

(۳۶)

یہ جھوم جھوم کے دشتِ وغا کی کرتی ہے سیر — ہر ایک دشمنِ اسلام سے یہ رکھتی ہے بیر
سوار ہوں تو اڑاتی ہے اُن کے سر کو بخیر — جو پیادہ ہوں اُن کے یہ کاٹ دیتی ہے پیر
تڑپ تڑپ کے جو اعدا کی جاں نکلتی ہے
اجل نصیبوں کے منہ سے زباں نکلتی ہے

(۳۷)

میانِ جنگ یہ دشمن کو خوں رلاتی ہے — مثالِ برق فلک سے زمیں پہ آتی ہے
گزر کے سر سے سرِ دست سر اڑاتی ہے — یہ ظرف ہے کہ عدو کو گلے لگاتی ہے
بڑی صفائی سے اعدا کا خون چاٹتی ہے
کہ جن کی صلب میں کافر ہوں اُن کو کاٹتی ہے

(۳۸)

اُحد کے بعد کھلے اس کے اور بھی جوہر — کہ فتح ہو گئے صفین و خندق و خیبر
کبھی نیام سے باہر علیؑ کی مرضی پر — کبھی نیام میں خاموش صورتِ شبّر
عجیب شان سے خیبر شکن کے ساتھ رہی
علیؑ کے بعد امام حسنؑ کے ساتھ رہی

(۳۹)

حسنؑ علیؑ کی طرح تھے زباں شناسِ نبیؐ — کہ آپؑ نے بھی زبانِ رسولؐ چوسی تھی
علیؑ کی طرح نبیؐ کو زباں انھوں نے جو دی — نبیؐ کی طرح خدائی میں دیں کی نصرت کی
ابھرتے فتنوں کو مولاؑ نے یوں کیا خاموش
خموش رہ کے ہزاروں کو کر دیا خاموش

(۴۰)

حسنؑ کے پاس تھا منصب بڑا امامت کا علیؑ کا لال نگہبان تھا شریعت کا
امیرِ شام طلب گار تھا حکومت کا اگر سوال اٹھاتا کہیں وہ بیعت کا
خموش رہ کے نہ اِس راہ سے گزر جاتے
حسنؑ حسینؑ سے پہلے جہاد کر جاتے

(۴۱)

حسنؑ کی صلح کو صلحِ نبیؐ سے نسبت ہے حسنؑ کی صلح سے امن و سکون و راحت ہے
حسنؑ کی صلح تو سرچشمۂ ہدایت ہے کہ اب حسنؑ کی ہر اک دل پہ بادشاہت ہے
زبانِ حال سے پختہ یقین کرتے ہیں
خموش رہ کے بھی تبلیغِ دین کرتے ہیں

(۴۲)

مرتب اپنی شرائط یہ کر گئے شبرؑ عمل کرے گی حکومت کتاب و سنت پر
رہیں امان میں شیعانِ حیدرِ صفدر کوئی ضرر نہیں پہنچائے ان کو ذرہ بھر
عراق و شام و حجاز و یمن میں راحت ہو
یہاں کے لوگوں کی ہر حال میں حفاظت ہو

(۴۳)

امیرِ شام کو حاصل یہ حق نہ ہوگا کبھی خلیفہ اپنا مقرر کرے گا وہ نہ کوئی
حسنؑ، حسینؑ ہوں یا کوئی فردِ آلِ نبیؐ نہیں ہوں کوششیں ان کو ہلاک کرنے کی
کوئی بھی مسجد و منبر پہ جب قیام کرے
زباں سے آلِ محمدؐ کا احترام کرے

(۴۴)

حسنؑ نے تختِ حکومت پہ مار دی ٹھوکر بچایا اپنے تدبر سے دینِ پیغمبرؐ
حسنؑ کو دے کے زباں گھر گیا تھا بانیٔ شر حسنؑ کی تیغِ زباں کے کھلے ہیں یوں جوہر
بغیر تیغ کھینچے ہر اصول باقی رہا
زبانِ صلح سے دینِ رسولؐ باقی رہا

(۴۵)

امیرِ شام کا منشا تھا، صلحِ شبّرؑ سے کہ اقتدار ملے مجھ کو ابنِ حیدرؑ سے
ملی حکومتِ ظاہر جو خُلق پیکر سے پھر اُس کے حکم سے سارے خطیب منبر سے
علیؑ کے بغض میں دوزخ کی آگ بھرنے لگے
یہ لوگ اپنی زبانیں خراب کرنے لگے

(۴۶)

امیرِ شام کی سازش کے جال ہی تھے عجیب ہوس کے دام میں آئے تھے شیطنت کے نقیب
گرے تھے منصبِ دنیا پہ دینِ حق کے رقیب زباں بگاڑ کے بیٹھے تھے منبروں پہ خطیب
یہ قوم کر کے شریعت سے انحراف چلی
زباں علیؑ کے فضائل کے برخلاف چلی

(۴۷)

جہاں میں آلِ محمدؐ ستائے جاتے تھے علیؑ کے چاہنے والے مٹائے جاتے تھے
طرح طرح کے ستم اُن پر ڈھائے جاتے تھے کہ اُن کے خون کے دریا بہائے جاتے تھے
ہر ایک اہلِ ستم نے ستم تمام کیا
علیؑ کے چاہنے والوں کا قتلِ عام کیا

(۴۸)

کیے ہیں قتل جو شیعانِ حیدرِ کرارؑ امیرِ شام کا اس سے عیاں ہوا کردار
پئے یزید یہ سوچا ہے اُس نے آخرِ کار کسی طرح ہو خلافت کا راستہ ہموار
اسی لیے تو یہ ظلمِ شدید کر ڈالا
حسنؑ کو زہرِ دغا سے شہید کر ڈالا

(۴۹)

شہید کر دیا جب ظالموں نے شبّرؑ کو فروغ دے دیا کچھ اور فتنہ و شر کو
بنا دیا جو خلیفہ یزیدِ خودسر کو اُسے نہ چین ملا پھر جہاں میں دم بھر کو
دمِ اخیر نہ تھی انتہا اذیت کی
صلیب اس کے گلے میں پڑی تھی لعنت کی

(۵۰)

یزیدِ فاسق و فاجر تھا، تختِ شاہی تھا　　یہ تخت اصل میں ایمان کی تباہی تھا
جو اُس کے ساتھ تھا راہِ ہوس کا راہی تھا　　یہ دورِ ظلم تھا، یہ دورِ کم نگاہی تھا
جو لوگ لعل و جواہر سے گھر کو بھرتے تھے
زباں سے بیعتِ فاسق قبول کرتے تھے

(۵۱)

مٹایا جاتا تھا یوں دینِ احمدؐ مختار　　یزید و فاسق و فاجر کی دیکھ کر گفتار
عیاں ہوئے تھے یہ فسق و فجور کے آثار　　زبان ہی تھی حلال اور زبان ہی مردار
کسی نے ظلم کی آندھی کو جب نہیں روکا
فقط حسینؑ نے بڑھ کر یزید کو ٹوکا

(۵۲)

زبان دے کے جو شبرؑ کو پھر گئے ناری　　حسینؑ کرنے لگے کربلا کی تیاری
زمانہ بیعتِ فاسق کا جب تھا اقراری　　زبانِ سبطِؑ پیمبرؐ تھی صرف انکاری
عجیب شان سے پیغامِ انقلاب دیا
زبانِ تیغ سے شبیرؑ نے جواب دیا

(۵۳)

یہ ذوالفقار حسنؑ سے حسینؑ نے پائی　　یہ ذوالفقار سرِ کربلا بھی لہرائی
یہ ذوالفقار اجل بن کے ہر طرف چھائی　　یہ ذوالفقار شہِ کربلا کے کام آئی
غریب و بیکس و مظلوم کا سہارا تھی
یہ ذوالفقار قیامت کا استعارا تھی

(۵۴)

علیؑ کی تیغ تھی پابندِ حکم شاہِ ہدا　　نقیب صابر و شاکر رہی بہ دشتِ دغا
تمام جور و ستم اس کے سامنے ہی ہوا　　یہی سنائے گی اک بے زبان کا قصہ
جو گزری شاہ پہ وہ تیغِ شاہ سے پوچھو
جو واقعہ ہے وہ عینی گواہ سے پوچھو

(۵۵)

غمِ حسینؑ میں اٹھا ہے اس کے دل سے دھواں — ہوا ہے آنکھوں سے اس کے بھی سیلِ اشک رواں
جدا ہے ساری زبانوں سے مرثیے کی زباں — زبانِ تیغ سے سُنیے تو کربلا کا بیاں
زبانِ تیغ سے روداد کربلا سُنیے
علیؑ کی تیغ سناتی ہے مرثیہ سُنیے

(۵۶)

نہ کوئی مونس و حامی، نہ تھا کوئی غمخوار — ہوئے جو رن میں فدا شہؑ پہ یاور و انصار
تو استغاثہ کیا رن میں آپؑ نے اک بار — اکیلے رہ گئے میداں میں سیّدِ ابرارؑ
صغیر جھولے سے نیچے گرا ہے نصرت کو
کہ بے زبان مچلتا ہے اب شہادت کو

(۵۷)

زمیں پہ آیا نظر شہؑ کو اصغرِ معصوم — ہوئے ہیں داخلِ خیمہ جو، اب شہِ مظلوم
صغیر ہنس دیا، گویا سمجھ گیا مفہوم — اٹھا کے ہاتھوں پہ کیا کہہ دیا خدا معلوم
پدر کے ہاتھوں پہ یتیم سکون پاتا تھا
جہاد کے لیے ننھا سپاہی جاتا تھا

(۵۸)

حسینؑ گویا ہوئے ظالموں سے یوں جا کر — بدستِ سرورِ دیں رن میں آ گئے اصغر
اسی کے دادا ہیں جنّت میں ساقیِ کوثر — ذرا سا پانی پلا دو اسے، یہ ہے مضطر
پسر نبیؐ کے نواسے کا نیم جان ہے یہ
زباں پہ کانٹے پڑے ہیں وہ بے زبان ہے یہ

(۵۹)

ہے واسطہ تمھیں خود اپنی میزبانی کا — ہے واسطہ تمھیں اصغرؑ کی بے زبانی کا
ہے واسطہ تمھیں دریا پہ حکمرانی کا — ہے واسطہ تمھیں معصومؑ زندگانی کا
ذرا سا پانی پلا دو تو غم نہیں ہوگا
کہ اس سے نہر کا پانی تو کم نہیں ہوگا

(۶۰)

ہوا نہ شاہ کی جب گفتگو کا اُن پر اثر　　تو بے زبان سے بولے حسینِ خستہ جگر
کہ تم بھی جنتِ خالق کے لال ہو اصغرؑ　　زباں سے اپنی ذرا پانی مانگ لو دلبر
تو بے زبان نے پھیری زبان ہونٹوں پر
دکھائی دیتی تھی ننھی سی جان ہونٹوں پر

(۶۱)

مگر نہ پانی دیا، بے زباں سے رخ موڑا　　کہ ایک تیر کماں سے لعین نے جوڑا
وہ تیر اصغرِ معصوم کی طرف چھوڑا　　پدر کا بازو اور حلقومِ بے زباں توڑا
کہاں وہ تیر ستمگر کا اور کہاں اصغرؑ
لپٹ کے رہ گیا بازو سے بے زباں اصغرؑ

(۶۲)

علیؑ کی تیغ نے دیکھا یہ خونچکاں منظر　　کہ تیر کھینچ لیا شہؑ نے یا علیؑ کہہ کر
جو نکلا خون وہ شہؑ نے ملا ہے چہرے پر　　جگر کو تھام کے میداں میں رک گئے سرورؑ
زمیں پہ ننھی سی تربت بنانے بیٹھے ہیں
وہ چھ مہینے کی دولت چھپانے بیٹھے ہیں

(۶۳)

علیؑ کی تیغ سے کھودی جو قبر اصغرؑ کی　　تو پھر زبان بصد عجز تیغ نے کھولی
وہ رو کے بولی کہ مولا حسینؑ ابنِ علیؑ　　اسی کے واسطے کیا میں فلک سے اتری تھی
یہ کیسی منزلِ دشوار آئی جاتی ہے
کہ مجھ سے تربتِ اصغرؑ بنائی جاتی ہے

(۶۴)

فلک سے اتری اُحد میں علیؑ کی نصرت کو　　کہ چار چاند لگے مجھ سے ہی شجاعت کو
میں ہر محاذ پہ حاضر رہی ہوں خدمت کو　　پئے حفاظتِ دیں آلؑ کی حفاظت کو
مجھے جو کھینچتے ، میدانِ کربلا لیتی
کہ بے زبان کو مرنے سے میں بچا لیتی

(۶۵)

علیؑ شہید ہوئے اور میں رہی خاموش　　حسنؑ تڑپتے رہے اور میں رہی خاموش
خیامِ شاہ جلے اور میں رہی خاموش　　ستم کے تیر چلے اور میں رہی خاموش
ہے مجھ سے پھر بھی تقاضا کہ حدِ صبر بنے
مری زبان سے اک بے زباں کی قبر بنے

(۶۶)

مجھے مدینے سے اِس دن کو لائے تھے آقا　　کہ بے زبان کی تربت بناؤں واویلا
مدینے جاؤں گی کس منہ سے میں شہِ والا　　ہے منتظر وہاں اصغرؑ کی فاطمہؑ صغرا
مجھے تو شرم بہت آئے گی مدینے میں
مجھے اتار دو اب حرملہ کے سینے میں

(۶۷)

مجال کیا کہ جو آقاؑ سے میں کلام کروں　　میں کربلا کے محمدؐ کا احترام کروں
مگر جو کام ہے میرا وہی میں کام کروں　　کہ فوجِ شام کا میداں میں قتلِ عام کروں
لحد نہ مجھ سے بنائیں، یہ کام لیں مولاؑ
کہ بے زبان کا اب انتقام لیں مولاؑ

(۶۸)

امامؑ بولے کہ کر ذوالفقار میری مدد　　بنا دے دشت میں اب بے زبان کا مرقد
مخالفت پہ تُلی ہے اگرچہ امتِ جد　　بقائے دینِ محمدؐ ہے بس مرا مقصد
امامؑ صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں
کہ اِس مقام پہ کب انتقام لیتے ہیں

(۶۹)

مری نظر میں ہے اِس وقت دینِ حق کی بقا　　نہیں ہے پیشِ نظر انتقام اصغرؑ کا
وہ وقت آئے گا جب ایک حشر ہوگا بپا　　ہمارا آخری قائمؑ مقام آئے گا
پھر اُس امامؑ کو تجھ سے یہ کام لینا ہے
کہ بے زباں کا اُسے انتقام لینا ہے

(۷۰)

مجھے تو صبر کی منزل ابھی دکھانی ہے　　کہ بے زبان کی تربت مجھے بنانی ہے
یہ کام تو جو کرے تیری مہربانی ہے　　بہ ایں خیال یہ دولت مجھے چھپانی ہے
نہاں لحد میں ابھی میرا لال ہو جائے
کہ بعدِ عصر نہ یہ پامال ہو جائے

(۷۱)

سمجھ گئی جو شہِ کربلا کا یہ مطلب　　زبانِ تیغ امامت کی ہم زبان ہے اب
یہ دستِ ابنِ یداللہ میں ہے مہر بلب　　کہ پانی پانی ہوا جا رہا ہے غیظ و غضب
علیؑ کی تیغ جو تربت بناتی جاتی ہے
وہ خود بھی روتی ہے، شہؑ کو رلاتی جاتی ہے

(۷۲)

بنائی تیغ نے جلدی سے تربتِ بے شیر　　کہیں نہ خیمے سے آجائے مادرِ دلگیر
کبھی وہ دیکھتی ہے سوئے حضرتِ شبیرؑ　　کبھی وہ دیکھتی ہے خوں میں غرق لاشِ صغیر
حواس و ہوش ہے وہ خستہ تن سمیٹے ہوئے
یہ ننھا کُرتا کفن کی طرح لپیٹے ہوئے

(۷۳)

اٹھا کے خاک سے مولاؑ نے آخری فدیہ　　سپردِ قبر کیا بے زبان کا لاشہ
بہا کے اشک سوئے خیمہ گاہ کیا دیکھا　　کہ پھر امامؑ نے جھک کر زمین سے یہ کہا
اسے سنبھال کے رکھنا کہ ماں کی جان ہے یہ
نہ اس پہ ظلم ہو کوئی کہ بے زبان ہے یہ

(۷۴)

اِدھر زمیں سے یہ شبیرؑ نے کیا ہے بیاں　　اُدھر رباب کے سینے سے اٹھ رہا ہے دھواں
کھلا ہے خیمے کا درِ محوِ انتظار ہے ماں　　کسی طرح بھی قیامت سے کم نہیں یہ سماں
یہ ننھی شکل تصور میں جب ابھرتی ہے
وہ بے زبان کے جھولے سے بات کرتی ہے

(۷۵)

حسینؑ پہنچے تو بولی کدھر گئے اصغرؑ جھکا کے سر کہا شہؑ نے کہ مر گئے اصغرؑ
کہا یہ ماں نے کہ تم کیا گزر گئے اصغرؑ ہماری گود کو ویران کر گئے اصغرؑ
تمھیں سکون سے مقتل میں نیند آئے گی
مگر یہ کوکھ جلی کیسے چین پائے گی

(۷۶)

کبھی یہ کہتی ہے رو کر کہ میری جاں اصغرؑ مدینے جاؤں گی کس منہ سے بے زباں اصغرؑ
ہے تم سے فاطمہ صغرا کو پیار ہاں اصغرؑ وہ پوچھ لے تو کہے کیا تمھاری ماں اصغرؑ
کہو تو کہہ دوں کہ مقتل میں رو کے آئی ہوں
میں بے زبان کو جنگل میں کھو کے آئی ہوں

(۷۷)

کبھی یہ بولیں کہ ہمشکلِ احمدِؐ مختار ترے حوالے ہے یہ بے زباں مرے جرار
کبھی کہا یہ سوئے نہر دیکھ کر اک بار مری یہ عرض سنو شیرِ حیدرِ کرار
بہت ڈراؤنا جنگل ہے، ڈر نہ جائے صغیر
اٹھا لو گود میں اپنی کہ چین پائے صغیر

(۷۸)

کبھی پکاری کہ کیسے کٹیں گے اب مہ و سال ترے بغیر تو اصغرؑ ہے میرا جینا محال
مجھے تو آتا ہے رہ رہ کے صرف تیرا خیال تمام عمر رہے گا مجھے یہ رنج و ملال
لپٹ کے جھولے سے بولیں کہ میری جاں اصغرؑ
رہو گے دھوپ میں کس طرح بے زباں اصغرؑ

(۷۹)

تمھاری یاد میں اب دھوپ میں رہے گی یہ ماں رہے گا آنکھوں سے تا حشر سیلِ اشک رواں
کہاں تلک کروں نیّرؔ میں اُس کے بین بیاں ہے ایک حشر بپا، روک لے قلم کی زباں
قلم کو آہ و فغاں بے زباں نے بخشی ہے
یہ مرثیے کی زباں بے زباں نے بخشی ہے

مرثیہ بعنوان دینِ اسلام

مطلع : رات دن خالقِ اکبر کی ثنا کرتا ہوں

تعدادِ بند : ۹۸

سنِ تصنیف : ۱۹۸۵ء

درحال : شہزادہ علی اکبرؑ

گونجتا ہے یہ زمانے میں خدا کا پیغام
ہر بشر کے لیے یکساں ہیں خدا کے احکام
بہرِ محمود و ایاز ایک ہی ہے دیں کا نظام
کسی حاکم کا رعایا سے نہیں اعلیٰ مقام

بچ کے احکامِ خدا سے وہ کہاں جائے گا
کوئی حاکم بھی ہو مجرم تو سزا پائے گا

سلام

الٹ کے آ گئے سروز جو آستینوں کو — ستارے دن میں نظر آ گئے لعینوں کو
رکھا جو زیرِ قدم منبروں کے زینوں کو — میں عرش پہ نظر آیا بلند بینوں کو

قطعہ بند

جو لے کے جا نہیں سکتے ہیں تا لبِ کوثر — لگا دیں آگ مسلمان اُن سفینوں کو
سفینہ جائے گا کوثر پہ آلِ اطہر کا — خدا کرے کہ یقیں آئے بے یقینوں کو

ہمارے سامنے آئیں نہ پیروانِ یزید — کہ منھ لگاتے نہیں ہم کبھی کمینوں کو
ہماری آنکھوں سے گرتے ہیں جو غمِ شہ میں — بتولؑ چنتی ہیں مجلس میں اُن نگینوں کو
ہمیں حسینؑ کے سجدے کی یاد آئی ہے — جھکا کے سجدوں میں رکھا ہے جب جبینوں کو

قطعہ بند

انیسؔ کا کوئی ثانی ہوا ، نہ ہوگا کبھی — کہ آسمان سے نسبت ہے کیا زمینوں کو
انیسؔ کا ہوں مقلد سخن کی محفل میں — خبر نہیں ہے یہ خرمن کے خوشہ چینوں کو
اُگا اُگا کے مضامینِ نو بہ فیضِ انیسؔ — میں آسمان پہ لے جاؤں گا زمینوں کو

اندھیری قبر میں روشن کریں گے ہم جا کر — چراغِ ماتمِ سروز سے اپنے سینوں کو
حسینؑ ، آپ کے دیدار کی تمنّا میں — کہاں تلک میں گزاروں گا اِن مہینوں کو
اٹھا کے تیشۂ یادِ حسینؑ ، دل سے نکال — بشکلِ گوہرِ اشکِ عزا دفینوں کو
تمام ملتی ہیں آرائشیں خدا کی قسم — درِ حسینؑ پہ ہم بوریا نشینوں کو
سنبھالنا ذرا رومالِ فاطمہؑ اِن کو — اٹھا رہا ہوں میں پلکوں پہ آبگینوں کو
نہ ایسے پائے تھے اصحاب میرے نانا نے — حسینؑ دیکھ کے بولے یہ ہم نشینوں کو
وہ خلد کو بھی واپس نہ جائیں مجلس سے — یہاں جو لائے کوئی خلد کے مکینوں کو
کبھی نہ سر میں سمایا ہے جہل کا سودا — ملا یہ فیض درِ علم سے ذہینوں کو
گلے پہ تیرِ ستم کھا کے ہنسلیوں والا — محیط کر گیا صدیوں پہ چھ مہینوں کو

کہے سلام ، سلامِ انیسؔ پہ نیّرؔ
مگر میں کر نہ سکا آسماں زمینوں کو

دینِ اسلام

(۱)

رات دن خالقِ اکبر کی ثنا کرتا ہوں　　مستقل محوِ عبادت ، میں رہا کرتا ہوں
فرض کا قرض بہر طور ادا کرتا ہوں　　دل سے پھر بارگہِ حق میں دعا کرتا ہوں
اے مرے بحرِ عطا گوہرِ مدحت دے دے
دامنِ فکر کو الفاظ کی دولت دے دے

(۲)

میں کہاں اور کہاں خالقِ اکبر کی ثنا　　ہو بھلا خار سے کس طرح گلِ تر کی ثنا
کیا ہو ذرے سے کسی مہرِ منور کی ثنا　　ایک قطرے سے ہو کس طرح سمندر کی ثنا
حمد کا حق تو ادا کوئی کر سکتا
کوئی کوزے میں سمندر کو نہیں بھر سکتا

(۳)

تو جو چاہے تو مجھے فکر کی دولت دے دے　　میری تخئیل کو لفظوں پہ حکومت دے دے
میرے الفاظ کو قرآں کی فصاحت دے دے　　اپنی قدرت سے مجھے فن پہ وہ قدرت دے دے
دامنِ مدح میں ہر لفظ عطا ہو تیری
میں لکھوں نعتِ محمدؐ تو ثنا ہو تیری

(۴)

اے خدائے دو جہاں ، بادشہِ عرش نشیں　　تو نگاہوں سے نہاں ہو کے نہاں بھی تو نہیں
تو ہی دل میں ہے مکیں تو ہی خیالوں میں مکیں　　تو وہ حاکم کہ ہیں کونین ترے زیرِ نگیں
تو نے ٹھہرے ہوئے پانی کو روانی دی ہے
تو نے پیری میں زلیخا کو جوانی دی ہے

(۵)

تو وہ دانا ہے جو ناداں کو بھی دانائی دے ۔ دیکھ لے نورِ حقیقت جو ، وہ بینائی دے
تو جو چاہے تو مری فکر کو گویائی دے ۔ میرے ہر لفظ کو قرآن کی سچائی دے
مرثیے کے لیے مضمون نیا مل جائے
دیکھ کر حرفِ سخن غنچۂ دل کھل جائے

(۶)

تو وہ غائب ہے کہ دنیا میں ہے ہر جا موجود ۔ ساری مخلوق تری عبد ہے ، بس تو معبود
منحرف تجھ سے جو ہو وہ ہے لعین و مردود ۔ تیرے الطاف و کرم جود و سخا لامحدود
تیرا احساں کہ ہمیں خلق کیا ہے تو نے
تاجِ توقیر و شرف ہم کو دیا ہے تو نے

(۷)

کوئی شک کر نہیں سکتا تیری یکتائی میں ۔ شانِ وحدت ہے عیاں انجمن آرائی میں
ڈوب کر قلزمِ تخئیل کی گہرائی میں ۔ لو لگاؤں جو میں تجھ سے شبِ تنہائی میں
تیرے جلووں سے تخیّل میں اجالا ہو جائے
حمد لکھوں تو وہ جنّت کا قبالہ ہو جائے

(۸)

خالقِ کون و مکاں اوّل و آخر تو ہے ۔ اپنے بندوں کا فقط حافظ و ناصر تو ہے
پردۂ غیب میں رہتے ہوئے ظاہر تو ہے ۔ جس کو ہر چیز پہ قدرت ہے وہ قادر تو ہے
تو کہ غفار بھی ، جبار بھی ، رحمان بھی ہے
میرا معبود بھی ہے ، میرا نگہبان بھی ہے

(۹)

پردۂ کُن میں تری ذات کے تھے شیدائی ۔ احمدؐ و فاطمہؑ و شبرؑ و شبیرؑ و علیؑ
باعثِ خلقتِ عالم تھی یہ اک اک ہستی ۔ اِن کی عظمت سے عیاں ہوگئی عظمت تیری
اُن کی مدحت میں جو مصروفِ قلم رہتا ہے
پانچواں مرثیہ اک پنجتنی کہتا ہے

(۱۰)

الفتِ پنجتنِ پاک سے سرشار ہوں میں　　اس لیے مرثیہ کہنے کا سزاوار ہوں میں
ان کا مداح ہوں ہر چند گنہگار ہوں میں　　گوہرِ لفظ و معانی کا طلبگار ہوں میں
علم کے در سے اگر بھیک عطا ہو جائے
یہ گدا کتنے ہی شاہوں سے بڑا ہو جائے

(۱۱)

قدرتِ نظم بھی ہو ، طالعِ بیدار بھی ہو　　حمدِ خالق بھی ، ثنائے شہِ ابرار بھی ہو
ایک ایک لفظ سے سچائی کا اظہار بھی ہو　　علم کی شمع بھی ہو ، محفلِ انوار بھی ہو
علم کے در سے مجھے فکر کی دولت بھی ملے
مرثیہ گوئی میں شہرت بھی ہو، عزت بھی ملے

(۱۲)

مرثیہ گوئی پہ آیا ہے نہ آئے گا زوال　　افقِ دل پہ چمکتا ہے یہ سورج کی مثال
اس سے ثابت ہے کہ مٹ سکتی نہیں الفتِ آلؑ　　نیّرِ برجِ مودّت نے یہ پایا ہے کمال
میں نے یہ پانچ برس تک جو ریاضت کی ہے
فن کی خدمت بھی یہ اعجازِ مودّت کی ہے

(۱۳)

مرثیہ آلِ محمدؐ سے مودّت کی دلیل　　مرثیہ صبر و صداقت کی منور قندیل
مرثیہ ذکرِ شہِ کرب و بلا بالتفصیل　　مرثیہ حق کی حمایت میں جہادِ تخئیل
مرثیہ برسرِ منبر جو پڑھا جاتا ہے
صبر کے ذکر سے دل ظلم کا گھبراتا ہے

(۱۴)

مرثیہ گوہرِ فن ، تاجِ فصاحت کا نگیں　　مرثیہ تذکرۂ عظمتِ اربابِ یقیں
مرثیہ ظلم کی ظلمت میں ہے اک شمع مبیں　　مرثیہ جس کا صلہ گلشنِ فردوسِ بریں
ایک بھی بیت جو مقبولِ خدا ہو جائے
گلشنِ خلد میں گھر مجھ کو عطا ہو جائے

(۱۵)

مرثیہ آئینۂ عظمتِ کردار بھی ہے   مرثیہ تذکرۂ جرأتِ اظہار بھی ہے
مرثیہ آہ بھی ہے، تیغ کی جھنکار بھی ہے   ظلم کا ذکر بھی ہے، صبر کی گفتار بھی ہے
مرثیے میں یہ مرقع جو بہم پاتا ہے
وجد وجدان کو، احساس کو حال آتا ہے

(۱۶)

مرثیہ شہ رگ باطل پہ قلم کا اک وار   مرثیہ صبرِ شہِ کرب و بلا کا اظہار
مرثیہ بیعتِ فاسق سے مسلسل انکار   مرثیہ سبطِ پیمبرؐ سے وفا کا اقرار
داستاں جرأتِ شبیرؑ کی دہراتا ہے
حق پہ مرنے کا سبق ہم کو دیے جاتا ہے

(۱۷)

مرثیہ ہے غمِ شبیرؑ منانے کے لیے   عظمتِ صبر کا احساس دلانے کے لیے
اشک پلکوں پہ سرِ بزم سجانے کے لیے   اپنے خوابیدہ مقدر کو جگانے کے لیے
آبروفن کی بھی ہے، عظمتِ تحریر بھی ہے
حق کی خدمت بھی ہے، یہ نصرتِ شبیرؑ بھی ہے

(۱۸)

میرے اللہ نے بخشی ہے مجھے یہ توفیق   مرثیے میں نے کیے خونِ جگر سے تخلیق
میرے افکار سے ہو جاتی ہے اس کی تصدیق   میں نے اسلام کی، تاریخ میں کی ہے تدقیق
لو درِ علم سے جس وقت لگائی میں نے
علم کے شہر تلک پائی رسائی میں نے

(۱۹)

میں درِ علم پہ پہنچا تو ملی مجھ کو خبر   قبلِ اسلام تھے حالات جہاں کے ابتر
ہو گیا تھا بشریت سے بہت دور بشر   سارے حالات کا پیہم نگراں تھا داور
اپنے بندوں کی خدا خود جو خبر رکھتا تھا
ان کے اعمال پہ ہر وقت نظر رکھتا تھا

(۲۰)

نفرت انگیز خصوصاً تھا عرب کا کردار　　تھے کچھ ایسے وہ ستم کیش جہول و اشرار
تھا جو دختر کی ولادت کا نحوست میں شمار　　بنتِ حوا کا تھا اس دور میں جینا دشوار

بیٹیوں پہ یہ ستم لوگ کیا کرتے تھے
قبر میں زندہ انھیں گاڑ دیا کرتے تھے

(۲۱)

ان میں الفت، نہ اخوت، نہ وفاداری تھی　　جہل سے عشق بہت، علم سے بیزاری تھی
روز آپس میں نئی جنگ کی تیاری تھی　　جس سے شرمائیں درندے بھی، وہ خونخواری تھی

آدمی آدمی پہ ظلم کیا کرتے تھے
خون انسان کا انسان پیا کرتے تھے

(۲۲)

کام وہ ظلم و شقاوت کے کیا کرتے تھے　　سر بسر مثل درندوں کے جیا کرتے تھے
اپنے مقتول کا وہ خون پیا کرتے تھے　　تڑپے مقتول تو وہ لطف لیا کرتے تھے

بربریت پہ کوئی ٹوکنے والا ہی نہ تھا
ظلم سے ان کو کوئی روکنے والا ہی نہ تھا

(۲۳)

ان میں انسانیت و حق نگہی کا نہ تھا نام　　قیدیٔ زلفِ بتاں، دولت و ثروت کے غلام
بات بے بات بھی لڑ پڑتے تھے وہ بدانجام　　عدل مفقود تھا اور ظلم کا رائج تھا نظام

ہر برائی نے غرض ان میں جگہ پائی تھی
تیرگی ظلم کی ذہنوں میں اتر آئی تھی

(۲۴)

سرنگوں دہر میں تھا عظمتِ حق کا پرچم　　ظلمتِ جہل سے تاریک تھا سارا عالم
گھر گئی تھی ستم و جور میں نسلِ آدم　　آ گیا جوش میں یہ دیکھ کے دریائے کرم

دہر سے ظلم و جہالت کو مٹانے بھیجا
دینِ حق دے کے محمدؐ کو خدا نے بھیجا

(۴۵)

وہ محمدؐ کہ امینوں کا امیں جس کا لقب وہ محمدؐ کہ ہے سلطانِ امم ، شاہِؐ عرب
وہ محمدؐ کہ رسولوں نے کیا جس کا ادب وہ محمدؐ کہ جو تخلیقِ دو عالم کا سبب
جز محمدؐ یہ کسے حق نے فضیلت دی ہے
انؐ کے صدقے میں دو عالم کی بِنا ڈالی ہے

(۴۶)

پیروی احمدِؐ مرسل کی ہے طاعت حق کی الفتِ سرورِؐ عالم ہے محبت حق کی
ہے محمدؐ کے وسیلے سے عنایت حق کی اسوۂ احمدِؐ مختار شریعت حق کی
ان کے اعمال کی تفسیر ہے قرآں گویا
نورِ خالق کو ملا پیکرِ انساں گویا

(۴۷)

شمعِ احساس وعمل دل میں جلانے کے لیے خوابِ غفلت سے زمانے کو جگانے کے لیے
نخلِ الفت دلِ انساں میں اُگانے کے لیے نسلِ آدم کو جہالت سے بچانے کے لیے
حق کا پیغام زمانے میں محمدؐ لائے
دینِ اسلام زمانے میں محمدؐ لائے

(۴۸)

دینِ اسلام جو آیا تو زمانہ جاگا صبحِ امیدِ مساوات کا سورج چمکا
تیرگی چھٹ گئی ، دنیا میں اجالا پھیلا تابعِ حکمِ خدا ہوگیا عالم سارا
انقلاب آیا تو دنیا کی وہ حالت بدلی
دینِ اسلام نے انسان کی قسمت بدلی

(۴۹)

سیرتِ احمدِؐ مختار ہے دینِ اسلام اسوۂ حیدرِؓ کرار ہے دینِ اسلام
مادرِ شاہ کا کردار ہے دینِ اسلام مقصدِ سیّدِ ابرار ہے دینِ اسلام
خضر کی مانند رہِ حق پہ لگا دیتا ہے
دین انسان کو باطل سے بچا لیتا ہے

(۳۰)

دینِ اسلام ہے لاریب محبت کا پیام ‏ دینِ اسلام میں یکساں ہیں شہنشاہ و غلام
دینِ اسلام سے بڑھ کر نہیں کوئی بھی نظام ‏ دینِ اسلام سے ہٹ جائے تو انساں ناکام
ہو عمل اس پہ تو حقدار کو حق ملتا ہے
گویا قرآں سے عدالت کا سبق ملتا ہے

(۳۱)

دینِ اسلام ہے انساں پہ خدا کا احساں ‏ دینِ اسلام میں سب کے ہیں مراتب یکساں
دینِ اسلام حقیقت میں ہے حق کا نگراں ‏ آدمی اس کے تصدق میں بنا ہے انساں
صرف یہ دین ہی دنیا میں امینِ حق ہے
حق کے نزدیک بس اسلام ہی دینِ حق ہے

(۳۲)

دینِ اسلام ہے دراصل محبت کی اساس ‏ دینِ اسلام جگاتا ہے بشر کا احساس
یہ سکھا دیتا ہے انسان کو انسان کا پاس ‏ یہ بنا دیتا ہے ہر عبد کو معبود شناس
دینِ اسلام جو ذہنوں کو جلا دیتا ہے
شاہ و درویش کو اک جا پہ بٹھا دیتا ہے

(۳۳)

روزِ خلقت سے مسلسل ہے یہ دینِ اسلام ‏ ایک آئینِ مکمل ہے یہ دینِ اسلام
سارے ادیان سے افضل ہے یہ دینِ اسلام ‏ آخر و کامل و اکمل ہے یہ دینِ اسلام
عدل و انصاف کی اک حدِ کمالات لیے
دینِ اسلام ہے دستورِ مساوات لیے

(۳۴)

علم کی روشنی اس سے ہے، صداقت اس سے ‏ دل کی تابندگی اس سے ہے، ہدایت اس سے
روح کی دلکشی اس سے ہے، لطافت اس سے ‏ بندگی اس سے ہے، خالق کی عبادت اس سے
دینِ اسلام سے ہستی جو عبارت ہو جائے
ہر عمل بندے کا خالق کی عبادت ہو جائے

(۳۵)

دینِ اسلام ہے ہر ظلم و تعدی کے خلاف ‏ ‏ آئینہ فکر کا ہو جاتا ہے اس سے شفاف
ذہنِ انساں سے یہ کر دیتا ہے ہر شبہے کو صاف ‏ ‏ ہو عمل اس پہ تو ہو دہر میں عدل و انصاف

پاک غربت سے یہ انسانوں کی بستی ہو جائے
کالعدم دہر سے سرمایہ پرستی ہو جائے

(۳۶)

دینِ اسلام سے روشن ہے اگر دل کا ورق ‏ ‏ حق پرستی کا زمانے کو یہ دیتا ہے سبق
دور کر دیتا ہے یہ زیست کا ہر رنج و قلق ‏ ‏ گمرہوں کو بھی دکھا دیتا ہے یہ جادۂ حق

ہر بشر کے لیے نعمت ہے یہ دینِ اسلام
ہم پہ اللہ کی رحمت ہے یہ دینِ اسلام

(۳۷)

کس کو اس دین کے اوصاف یہ معلوم نہیں ‏ ‏ فیض سے اس کے کوئی شخص بھی محروم نہیں
اس کی نظروں میں کوئی خادم و مخدوم نہیں ‏ ‏ کوئی انساں کسی انسان کا محکوم نہیں

اس سے انصاف کی دنیا میں فراوانی ہے
اس سے کونین میں خالق کی جہانبانی ہے

(۳۸)

گونجتا ہے یہ زمانے میں خدا کا پیغام ‏ ‏ ہر بشر کے لیے یکساں ہیں خدا کے احکام
بہرِ محمود و ایاز ایک ہی ہے دیں کا نظام ‏ ‏ کسی حاکم کا رعایا سے نہیں اعلیٰ مقام

بچ کے احکامِ خدا سے وہ کہاں جائے گا
کوئی حاکم بھی ہو مجرم تو سزا پائے گا

(۳۹)

ضامنِ عظمتِ کردار ہے دینِ اسلام ‏ ‏ اس کی تبلیغ کو مامور ہوئے بارہ امام
ان کا پیرو ہو تو انسان کا ہو نیک انجام ‏ ‏ خاص رحمت ہے یہ بندوں پہ خدا کا انعام

یہ نہ ہوتا تو زمانے میں جہالت ہوتی
باطل و کفر کی دنیا میں حکومت ہوتی

(۴۰)

دینِ اسلام زمانے میں محمدؐ کی ہے راہ　　جو بھی اس راہ سے ہٹتا ہے وہ ہوتا ہے تباہ
دینِ اسلام حقیقت میں ہے انسان پناہ　　یہ تڑپ جاتا ہے سنتا ہے جو مظلوم کی آہ
بربریت کی اجازت یہ نہیں دیتا ہے
صبرِ مظلوم سے ظالم کی خبر لیتا ہے

(۴۱)

حق کی توحید پہ ایمان ہے دینِ اسلام　　آدمیت کا نگہبان ہے دینِ اسلام
صبر و ایثار کی میزان ہے دینِ اسلام　　عزمِ شبیرؑ کا عنوان ہے دینِ اسلام
خلقِ احمدؐ بھی ہے، یہ اسوۂ شبیرؑ بھی ہے
خونِ مظلوم سے لکھی ہوئی تحریر بھی ہے

(۴۲)

شہؑ نے اس دیں کی حفاظت کے لیے کیا نہ کیا　　یہ تو احسان ہے اولادِ ابوطالبؑ کا
دینِ اسلام کو ہر دور میں زندہ رکھا　　وقت اک ایسا بھی آیا کہ سرِ کرب و بلا
شہؑ نے محبوبِؐ الٰہی کی نشانی دے دی
دینِ اسلام کو اکبرؑ کی جوانی دے دی

(۴۳)

یہ تھا وہ دور کہ حاکم تھا یزیدِ بدکار　　دشمنِ دینِ خدا، ظلم شعار و مکار
دینِ اسلام مٹانے پہ تُلا بدکردار　　شاہ اکبرؑ کو جو اس وقت نہ کر دیتے نثار
رائیگاں احمدِؐ مختار کی محنت ہوتی
دینِ اسلام کی بدلی ہوئی صورت ہوتی

(۴۴)

وہ جواں شیر سناں سینے پہ کھانے والا　　دینِ اسلام کو جاں دے کے بچانے والا
موت کو بڑھ کے کلیجے سے لگانے والا　　کفر کے زور کو سینے سے دبانے والا
کشتیٔ دینِ پیمبرؐ کو بچایا اس نے
خون میں ڈوب کے ساحل سے لگایا اس نے

(۴۵)

مدحتِ اکبرؑ مہرو مجھے کرنی ہے رقم   اے خدا بندۂ ناچیز پہ ہو جائے کرم
یہ دعا کرتے ہی پھر میں نے اٹھایا جو قلم   آئی آواز رہے پیشِ نظر اُن کا حشم
کون ہمشکلِ پیمبرؐ ہوا اکبرؑ کی طرح
مدحِ اکبرؑ بھی کرو نعتِ پیمبرؐ کی طرح

(۴۶)

شکل وصورت میں ہیں احمدؐ کی نشانی اکبرؑ   حُسن وہ حُسن کہ ہیں یوسف ثانی اکبرؑ
لے کے آئے جو محمدؐ کی جوانی اکبرؑ   سن رہے ہیں یہ نگاہوں کی زبانی اکبرؑ
بعدِ احمدؐ جو زمانے میں نبوت ہوتی
پھر تو ہمشکلِ پیمبرؐ کی رسالت ہوتی

(۴۷)

مظہرِ آیۂ قرآنِ مبیں ہیں اکبرؑ   شکل وصورت میں حسینوں سے حسیں ہیں اکبرؑ
حُسن خاتم ہے تو خاتم پہ نگیں ہیں اکبرؑ   سربسر نورِ شریعت کے امیں ہیں اکبرؑ
یہ بھی کم ہے جو انھیں یوسفِ ثانی کہیے
عمر وہ ہے کہ محمدؐ کی جوانی کہیے

(۴۸)

مدحتِ اکبرؑ ذیجاہ کروں میں کیونکر   شکل میں مثلِ نبیؐ، زور میں مثلِ حیدرؑ
لختِ دل، قوتِ بازوئے شہِ جن و بشر   شہ کے انصار سے پوچھے کوئی شانِ اکبرؑ
نگہِ شوق میں پیہم جو یہ صورت ہوتی
دیکھتے ان کو، محمدؐ کی زیارت ہوتی

(۴۹)

حسن میں یوسفِ کنعاں ہے جگر بندِ حسینؑ   نام کیا نام ہے، ہمنام خدائے کونین
دادی زہراؑ ہیں تو دادا ہیں شہِ بدر وحنین   ہے یہی دہر میں تصویرِ رسولؐ الثقلین
یہ وہ ہستی ہے جو اسلام کی کُل پونجی ہے
ان کے ہی دم سے تو مقتل میں اذاں گونجی ہے

(۵۰)

صبحِ عاشور وہ اکبرؑ کی صدائے تکبیر — وہ عبادت، وہ جماعت کہ نہیں جس کی نظیر
جھک گئے حق کے پرستار جھکے جب شبیرؑ — محوِ طاعت رہے انصار، برستے رہے تیر
اس جماعت سے ہیں دنیا میں نمازیں زندہ
اور اکبرؑ کی اذاں سے ہیں اذانیں زندہ

(۵۱)

طاعتِ حق سے جو فارغ ہوئے وہ نیک اساس — جنگ چھڑنے پہ بھی قائم رہے اک اک کے حواس
ایک کے بعد فدا ایک ہوا بے وسواس — قاسمؑ و عونؑ و محمدؑ ہوں کہ ہوں وہ عباسؑ
بھائی کے مرنے سے ہر چند کمر ٹوٹی تھی
پر عناں صبر کی مولاؑ سے نہیں چھوٹی تھی

(۵۲)

اب تو شبیرؑ کی خدمت میں کھڑے ہیں اکبرؑ — وہ بھی رخصت کے طلب گار ہیں مولاؑ سے مگر
شہؑ انھیں روک رہے ہیں یہ مسلسل کہہ کر — ماں پھپھی مالک و مختار ہیں اے لختِ جگر
بخوشی دونوں اگر جنگ کی رخصت دے دیں
ہم بھی اکبرؑ تمھیں مرنے کی اجازت دے دیں

(۵۳)

آئے خیمے میں جو اکبرؑ تو پھپھی کو دیکھا — جوڑ کر ہاتھوں کو اُنؑ سے بہ دلِ زار کہا
رن کی بابا سے اجازت مجھے دلوائیں ذرا — تھام کے ہاتھوں سے دل، سن کے یہ بولی دکھیا
تم پہ حق ماں کا ہے، اُن سے ہی اجازت لے لو
وہ اگر چاہیں تو میدان کی رخصت لے لو

(۵۴)

دست بستہ جونہی پہنچا وہ قریبِ مادر — رکھ کے سر ماں کے قدم پر یہ کہا رو رو کر
آپ نے رن کی اجازت نہ دی ایسے میں اگر — مجھ سے برداشت یہ رسوائی نہ ہوگی یکسر
ہائے کس طرح غلام اب یہ ستم سہ جائے
قتل ہو جائے پدر اور پسر رہ جائے

(۵۵)

ماں نے بیٹے سے کہا رو کے کہ اے لختِ جگر   میں اجازت تمھیں میدان کی دے دوں کیونکر
تم نہ ہو گے تو بھلا زندہ رہے گی مادر   خیر جو مرضیٔ معبود ، سدھارو اکبرؑ
حال دیکھا جو پسر کا اُسے رخصت دے دی
ماں نے دل تھام کے بیٹے کو اجازت دے دی

(۵۶)

ہو کے خوش خیمے سے اب آئے قریبِ سرورؑ   شہؑ نے دیکھا تو بصد یاس کہا اے دلبر
مل گئی کیا تمھیں مادر سے اجازت اکبرؑ   عرض کی بھیجا ہے ماں نے مجھے رخصت دے کر
یہ تھا وہ غم کہ جو تڑپانے لگا سرورؑ کو
لائے خیمے میں جگر تھام کے شہؑ اکبرؑ کو

(۵۷)

امِ لیلیٰ سے بصد غم شہِ والا نے کہا   رن سے واپس نہیں آئے گا ترا ماہ لقا
آخری بار انھیں دیکھ لو ، دی ہے جو رضا   تم کو حسرت تھی کہ تم دیکھتیں اِن کا سہرا
کیا کرو تم بھی کہ مرنے کو یہ اب جاتے ہیں
بس ذرا دیر میں سینے پہ سناں کھاتے ہیں

(۵۸)

اسلحہ پھر علی اکبرؑ نے سجایا تن پر   شہؑ نے پہنائی جو پوشاک نبیؐ کی بڑھ کر
سر پہ عمامہ رکھا ، تیغ بھی کی زیبِ کمر   سب کو تسلیم کی اور خیمے سے نکلے اکبرؑ
بیٹھ کے گھوڑے پہ میداں میں جو اکبرؑ آئے
سب کو دھوکا یہ ہوا رن میں پیمبرؐ آئے

(۵۹)

آ کے میدان میں اعدا سے کیا پھر یہ کلام   تم بھلا بیٹھے ہو افسوس اصولِ اسلام
تم کو معلوم نہیں کیا ہے تمھارا انجام   یا علیؑ کہہ کے اگر کھینچ لی میں نے صمصام
رن سے دشوار تمھیں بھاگ کے جانا ہوگا
شام سے پہلے ہی دوزخ میں ٹھکانا ہوگا

(۶۰)

شیر گرجا تو فلک ہل گیا ، جنگل گونجا   اور لعینوں کے ہوئے خوف سے اوسان خطا
فوجیں تر بتر ہوئیں، میداں میں ہوا حشر بپا   سب نے ہمشکلِ پیمبرؐ کو بہ حیرت دیکھا
بولے آپس میں ذرا صورتِ اکبرؑ دیکھو
آج منہ بولتی تصویرِ پیمبرؐ دیکھو

(۶۱)

حملہ ور اب جو ہوا دلبرِ سلطانِ امم   آن کی آن میں فی النار ہوئے اہلِ ستم
جب نظر آئے اُکھڑتے ہوئے لشکر کے قدم   افسروں سے یہ کہا شمر نے ہو کر برہم
نام اسلاف کا بدنام عبث کرتے ہو
ہو کئی لاکھ ، اکیلے سے مگر ڈرتے ہو

(۶۲)

ایک بھی تم میں نہیں جان لڑانے والا   کیسی مائیں تھیں بھلا تم کو جنھوں نے پالا
بدنصیبی یہ مری تم سے پڑا ہے پالا   تم نے پامال امیدوں کو مری کر ڈالا
سن کے یہ جوش میں اک ثانیِ عنتر آیا
ایک شہزور پئے جنگ نکل کر آیا

(۶۳)

اس نے پہلے کیے ہمشکلِ نبیؐ پر حملے   خشمگیں ہو کے غضنفر نے بھی تیور بدلے
وار اک ایسا کیا ہو گئے اس کے ٹکڑے   وہ تو فی النار ہوا اور یہ مظفرؑ پلٹے
دیکھ کر ضربِ جری ہوش اڑے لشکر کے
فتح نے بڑھ کے قدم چوم لیے اکبرؑ کے

(۶۴)

رن سے پھر آیا پلٹ کر جو پسر باپ کے پاس   عرض کی جوڑ کے ہاتھوں کو، شہِ صبر اساس
جُرعۂ آب جو مل جائے تو کچھ کم ہو یہ پیاس   اب بھلا کون کرے باپ کی حالت کا قیاس
تھا نہ پانی تو کہا شہؑ نے کہ پیارے اکبرؑ
دے دو تم اپنی زباں منہ میں ہمارے اکبرؑ

(۶۵)

باپ کے کہنے سے اب منہ میں زباں دی جوذرا　　شدتِ تشنگیٔ شہ سے وہ گھبرا اٹھا
باپ کے منہ سے زباں اپنی نکالی تو کہا　　آپ کے منہ میں تو کانٹے ہیں مرے منہ سے سوا
بولے شہ حق پہ بس اب جان کو وارو بیٹا
منتظر ساقیِ کوثر ہیں ، سدھارو بیٹا

(۶۶)

ساقیا اکبرِ لب تشنہ کے صدقے میں مجھے　　ساغرِ فن میں ذرا فکر کی صہبا دے دے
جس سے کھل جائیں دریچے مرے ذہن ودل کے　　واسطہ اکبرِ مہرو کی جوانی کا تجھے
وہ پلا دے کہ طبیعت میں روانی آجائے
مرثیہ گوئی پہ بھرپور جوانی آجائے

(۶۷)

وہ پلا جس سے مرا نشہ دو بالا ہو جائے　　وہ پلا جو مری الفت کا حوالا ہو جائے
وہ پلا جس سے مرے دل میں اجالا ہوجائے　　وہ پلا جو مری بخشش کا قبالا ہو جائے
وہ پلا جس سے مجھے کیفِ دوامی مل جائے
بوذرؓ و قنبرؓ و سلمانؓ کی غلامی مل جائے

(۶۸)

ساقیا فکر کو مل جائے وہ اعلیٰ معیار　　جس سے آجائے مری مرثیہ گوئی پہ نکھار
سامعیں بادۂ افکار سے ہوں یوں سرشار　　کبھی اکھڑے ہی نہ یہ نشہ، نہ اترے یہ خمار
وہ پلا جس سے مری فکر کو تنویر ملے
فن کو معراج ملے ، حرف کو توقیر ملے

(۶۹)

ساقیا آج تو ہے پینے پلانے میں مزا　　اس لیے دیر نہ کر ، ساغر و مینا کو اٹھا
مدحتِ اکبرِ لب تشنہ کا دے مجھ کو صلا　　میں تولاّئی ہوں ، صہبائے ولا مجھ کو پلا
جس کو اس مے کی نہیں چاہ ، وہ پچھتائے گا
آج دل کھول کے پینے میں مزا آئے گا

(۷۰)

آج مے خانے کا مے خانہ لٹا دے ساقی   جو ترے جام کی تلچھٹ ہے وہ لا دے ساقی
میرے حصے سے بھی کچھ بڑھ کے پلا دے ساقی   اپنے مے نوش کو دیوانہ بنا دے ساقی

مجھ سے میخوار پہ گر تیری عنایت ہو جائے
رشکِ دارا و سکندر مری قسمت ہو جائے

(۷۱)

حوصلہ جس سے بڑھے مے وہ پلا دے ساقی   دل مچلتا ہے بہت ، جامِ ولا دے ساقی
تشنہ کاموں کو محبت کا صلا دے ساقی   فکر کے آئینے کو اور جلا دے ساقی

وہ پلا جس سے مرے دل کو طہارت مل جائے
چشمِ ظاہر کی بصارت کو بصیرت مل جائے

(۷۲)

ساقیا اوج پہ تقدیر ہماری ہو جائے   چشمۂ فیض ترے ہاتھ سے جاری ہو جائے
جام پر جام ملیں ، رحمتِ باری ہو جائے   ساقیا نشۂ مے روح پہ طاری ہو جائے

جام اک کوثر و تسنیم سے لا دے مجھ کو
جس کا پینا ہے عبادت وہ پلا دے مجھ کو

(۷۳)

جس سے پُرنور یہ محفل ہو وہ دے جام مجھے   جو چراغِ رہِ منزل ہو وہ دے جام مجھے
جس سے ایمان بھی کامل ہو وہ دے جام مجھے   زندگانی کا جو حاصل ہو وہ دے جام مجھے

وہ پلا کربلا والے بھی جسے پیتے ہیں
جس کو پی پی کے غلامِ شہِ دیں جیتے ہیں

(۷۴)

اپنے صدقے میں لٹا ساقیا میخانے کو   ہو عطا وسعتِ خم آج تو پیمانے کو
آج مل جائے کچھ اتنی ترے دیوانے کو   دل نصیری کی طرح چاہے بہک جانے کو

آنکھ کے ڈورے جو اس مے سے گلابی ہو جائیں
دیکھنے والوں کی نظریں بھی شرابی ہو جائیں

(۷۵)

پھر سرِ کرب و بلا ساقیا پہنچا ہے خیال   کس قدر پیاس سے ہمشکل پیمبر ہے نڈھال
دیکھ کر اپنے جواں شیر سے بیٹے کا یہ حال   اپنی مجبوری پہ غمگیں ہیں شہ نیک خصال
جام اکبرؑ کو دمِ جنگ پلا دے ساقی
تشنہ لب کو مئے خوشِ رنگ پلا دے ساقی

(۷۶)

ساقیا پیاس سے اکبرؑ کی ہے حالت کیسی   شہ نے فرزند پہ جو پیاس کی شدت دیکھی
اس جواں لعل کو یہ کہہ کے انگوٹھی اک دی   منہ میں یہ رکھ لو تو ہو جائے گی کم تشنہ لبی
رکھی منہ میں جو انگوٹھی وہ علی اکبرؑ نے
پھر انھیں بہرِ وغا بھیج دیا سرورؑ نے

(۷۷)

پیاس کی کم ہوئی شدت تو شہِ دیں کا پسر   پھر ہوا لشکرِ اعدا سے مخاطب بڑھ کر
دشمنِ مذہبِ اسلام جو ہیں بانیِ شر   نام دنیا سے مٹادوں گا میں ان کا یکسر
حق کا دنیا میں مگر نام رہے گا زندہ
دہر میں مذہبِ اسلام رہے گا زندہ

(۷۸)

تم نے پہنچایا جگر گوشۂ احمدؐ کو قلق   تم نے تو چھین لیا جبر سے حقدار کا حق
تم نے دنیا کو دیا ظلم و تشدد کا سبق   پرزے پرزے کیے قرآنِ صداقت کے ورق
تم زمانے کو جہالت کی طرف لائے ہو
نور سے شام کی ظلمت کی طرف لائے ہو

(۷۹)

ظلمتِ شام کو دنیا سے مٹانا ہے مجھے   سارے عالم کو رہِ حق پہ لگانا ہے مجھے
ہاں پیمبرؐ کے اصولوں کو بچانا ہے مجھے   جان دے کر یہ زمانے کو بتانا ہے مجھے
دین میں فکرِ یزیدی کو نہ مُدغم کرنا
اونچا ہر دور میں اسلام کا پرچم کرنا

(۸۰)

پھر کیا غیظ میں اکبرؑ نے جو اعدا سے کلام   خوف سے رہ گئے تھرّا کے وہ سب بدانجام
یا علیؑ کہہ کے جو، اب کھینچ لی اکبرؑ نے حسام   شیر کو روکنا دو چار کے بس کا تھا نہ کام
یک بہ یک اُس پہ قیامت بخدا ٹوٹ پڑی
شمر کے حکم سے سب فوج جفا ٹوٹ پڑی

(۸۱)

ایک یہ شیر اِدھر اور اُدھر لاکھ شریر   مارتے تھے کبھی نیزہ، کبھی خنجر، کبھی تیر
چھپ گئی شام کے بادل میں نبیؐ کی تصویر   ڈھونڈتی رہ گئی اکبرؑ کو نگاہِ شبیرؑ
وار پہ وار اُدھر نورِ نظر کھاتا تھا
اور اِدھر دم شہِؑ والا کا رکا جاتا تھا

(۸۲)

ہائے وہ فوجوں کے نرغے میں گھرا ہے صفدر   پھر بھی لڑتے ہوئے اک بار میانِ لشکر
گزرے اک ظالمِ بےدیں کے قریں سے اکبرؑ   اُس ستمگر نے سناں چھپ کے لگائی ان پر
توڑ کر سینۂ اکبرؑ کو سناں پار ہوئی
زندگی شاہؑ کے فرزند پہ دشوار ہوئی

(۸۳)

خاک پر زینِ فرس سے جو گرا وہ گلفام   اپنے بابا کو کیا اکبرؑ مہرو نے سلام
دونوں ہاتھوں سے کمر تھام کے بولے یہ امامؑ   چھن گیا نورِ نظر آہ مرے ماہِ تمام
سامنے آنکھوں کے چھایا ہے اندھیرا بیٹا
اب تو کچھ مجھ کو دکھائی نہیں دیتا بیٹا

(۸۴)

کس طرح ڈھونڈوں تجھے اے مرے لال اتنا بتا   میری نظروں میں تو تاریک ہے ساری دنیا
کیسے پہنچوں میں ترے پاس مرے ماہ لقا   میری آواز پہ آواز ذرا دو بیٹا
جس طرف سے تری آواز کا رخ پاؤں گا
اس طرف دشت میں اے لال چلا آؤں گا

(۸۵)

گرتے پڑتے شہِ دیں پہنچے قریبِ اکبرؑ　　اب جو دیکھا تو یہ دیکھا کہ تڑپتا ہے پسر
کوئی دشمن کو بھی دکھلائے نہ ایسا منظر　　پھر مخاطب ہوئے اکبرؑ سے شہِ جن و بشر
کیسے اس کرب میں تم کو میں سنبھالوں بیٹا
اٹھو اٹھو کہ میں سینے سے لگا لوں بیٹا

(۸۶)

کیا سبب ہے کہ نہیں بولتے مجھ سے بیٹا　　کیوں ہو ناراض بھلا کیا ہوئی کچھ مجھ سے خطا
تب اشارے سے یہ اکبرؑ نے کہا اے بابا　　کیا کروں ہائے کہ سینے میں گڑا ہے نیزا
دم نکلتا ہے ذرا مجھ کو سنبھالو بابا
برچھی سینے سے کسی طرح نکالو بابا

(۸۷)

دیکھ کر سینۂ اکبرؑ کو شہِ جن و بشر　　خاک پر بیٹھ گئے تھام کے دل کو سرور
بولے کھینچوں جو سناں تم نہ تڑپنا اکبرؑ　　شاہِ مظلوم نے پھر نام علیؑ کا لے کر
نیزہ اکبرؑ کے جو سینے سے نکالا باہر
ساتھ برچھی کے نکل آیا کلیجا باہر

(۸۸)

زخم تازہ سے ابلنے لگا خونِ ناحق　　دل پہ اس داغ سے شبیرؑ کا سینہ ہوا شق
آہ نکلی جو کلیجے سے، ہلے ساتوں طبق　　لٹ گئی شہ کی یہ دولت تو ہوا چہرہ فق
اپنی آنکھوں سے جواں لال کو مرتے دیکھا
باپ نے بیٹے کو دنیا سے گزرتے دیکھا

(۸۹)

لاشۂ اکبرؑ مہرو پہ ہیں شبیرؑ نڈھال　　اس ضعیفی میں جواں لاش اٹھانا ہے محال
کبھی روتے ہیں، کبھی کہتے ہیں ہئے ہئے مرے لال　　یک بہ یک آ گیا شبیرؑ کو زینبؑ کا خیال
لاش اکبرؑ کی جو خیمے میں نہیں جائے گی
رن میں خود زینبؑ ناچار چلی جائے گی

(۹۰)

آخر اب اٹھے یہی سوچ کے شاہِ والا　　کہیں مقتل میں نکل آئے نہ بنتِ زہراؑ
یا علیؑ کہہ کے شہِ دیں نے بصد صبر و رضا　　اپنے ہاتھوں سے ضعیفی میں اٹھایا لاشا
پھر چلے سوئے حرم یہ غم تازہ لے کر
دوش پر شیر سے بیٹے کا جنازہ لے کر

(۹۱)

ہائے پردیس میں شہؑ پر یہ مصیبت کی گھڑی　　لڑکھڑاتے تھے قدم ضعف سے حالت تھی بری
اس مصیبت میں یہ ہمت کہ حسینؑ ابنِ علیؑ　　لاش رکھتے تھے زمیں پر تو اٹھاتے تھے کبھی
ڈگمگاتے تھے قدم شہؑ کے تو رک جاتے تھے
سجدۂ شکر میں پھر خاک پہ جھک جاتے تھے

(۹۲)

اس طرح خیمے میں پہنچے جو امامؑ کونین　　بیبیاں رونے لگیں دیکھ کے سب سوئے حسینؑ
لاش رکھی جوز میں پر تو کیے ماں نے یہ بین　　مل گیا خاک میں افسوس مرے قلب کا چین
کھوؤں گی اب ترے ماتم میں یہ جاں اے بیٹا
زندگی بھر تمھیں روئے گی یہ ماں اے بیٹا

(۹۳)

اے مرے لال اٹھو، تم پہ فدا یہ مادر　　مجھ سے کیوں روٹھ گئے، کچھ تو بتاؤ دلبر
کیوں ہو خاموش، صدا کیوں نہیں دیتے اکبرؑ　　تم نہ ہو گے تو یہ ناشاد جیے گی کیونکر
اٹھ کے خود یا تو مصیبت سے نکالو بیٹا
یا جہاں تم ہو وہیں مجھ کو بلا لو بیٹا

(۹۴)

ہو کے بیتاب یہ پھر ثانیٔ زہراؑ نے کہا　　دل تڑپتا ہے مرا، جلد بتا دو بھیا
خون یہ سینۂ اکبرؑ پہ لگا ہے کیسا　　بولے شبیرؑ بتاؤں تمھیں بس اے زینبؑ کیا
رن میں ہمشکلِ پیمبرؐ کو اجل آئی ہے
میرے اس شیر نے سینے پہ سناں کھائی ہے

(۹۵)

سن کے یہ پیٹ کے سر ثانیٔ زہراؑ نے کہا   کھا گئی کس کی نظر ، بن نہ سکا یہ دولھا
کیا جگر خوارۂ حمزہ کی کوئی نسل میں تھا   کس نے بنے بنے یہ مرے لال کو نیزہ مارا
ہائے یہ منظرِ جانکاہ میں کیونکر دیکھوں
لاشِ ہم شکلِ نبیؐ آہ میں کیونکر دیکھوں

(۹۶)

یک بہ یک آ گیا زینبؑ کو وطن کا جو خیال   بولیں لاشے سے لپٹ کر یہ بصد درد و ملال
فاطمہ صغراؑ جو پوچھے تمھیں اے نیک خصال   کیا جواب اس کو میں دوں اتنا بتا دے مرے لال
صاف کہہ دوں مرا پردیس میں دل توڑ گئے
مجھ کو دنیا میں تڑپنے کے لیے چھوڑ گئے

(۹۷)

شہ نے زینبؑ سے کہا صبر کرو اے خواہر   میں نے اسلام پہ قربان کیا اپنا پسر
اب تو کچھ دیر کے مہمان ہیں ہم اور اصغرؑ   تیر اُس کی ، مری گردن پہ چلے گا خنجر
ہاں مگر دین کا پیغام رہے گا زندہ
ہم نہ ہوں گے مگر اسلام رہے گا زندہ

(۹۸)

اب قلم روک کے کرتا ہوں دعا اے داور   زندگی مرثیہ گوئی میں ہو نیّرؔ کی بسر
راہِ ہستی میں ہمیشہ بہ طفیلِ اکبرؑ   تیرے احکام کا پابند رہوں سر تا سر
زیست میں سبطِ پیمبرؐ کا پرستار رہوں
حشر میں جنت و کوثر کا سزاوار رہوں

چراغِ دینِ محمدؐ

زبانِ صدق کے جوہر دکھائے جاتے ہیں   وہ ہم ہیں سارے زمانے پہ چھائے جاتے ہیں
چراغِ ذکرِ شہِ کربلا سے اے نیّرؔ   چراغِ دینِ محمدؐ جلائے جاتے ہیں

مرثیہ بعنوان یقین

مطلع: خواہش ہے دل کی ذکرِ شہِؑ کربلا کروں

تعدادِ بند : ۷۶

سنِ تصنیف : ۱۹۸۶ء

در حال: بیمارِ کربلاؑ روایت : قیدِ زندانِ شام

پیشِ نگاہ زندہ حقیقت ہے کربلا
انسان دوستی کی علامت ہے کربلا
اسلام کی بقا کی ضمانت ہے کربلا
نانا کی اور نواسے کی حجت ہے کربلا

طفلی کا عہد راہِ شہادت پہ طے ہوا
یہ مرحلہ یقیں کی مسافت پہ طے ہوا

سلام

پھیر سکتا ہے کوئی کیا ایسے دیوانوں کا رخ
ماں کی گودی سے جو کرتے ہیں عزاخانوں کا رخ

حق کی جانب ہی رہا ہے حق کے دیوانوں کا رخ
شمعِ محفل بجھ گئی، بدلا نہ پروانوں کا رخ

مستقل جامِ مودّت پی رہا ہوں، دیکھنا!
گردشِ تقدیر کو بدلے گا پیمانوں کا رخ

کشتیٔ دیں کو بچانے کے لیے شبیرؑ نے
اپنے خوں میں ڈوب کر بدلا ہے طوفانوں کا رخ

یوں ہر اک دانا امامت آشنا ہے جس طرح
ہے اماموں کی طرف تسبیح کے دانوں کا رخ

گلشنِ حق کی حفاظت کے لیے زہراؑ کے پھول
گلشنِ یثرب سے کرتے ہیں بیابانوں کا رخ

کربلا کی سمت ہوتی ہے مودّت کی نماز
کربلا کی سمت رہتا ہے عزاخانوں کا رخ

میں ہوں آلِ مصطفیٰؐ کے میکدے کا بادہ کش
میکدہ بدلا نہ بدلا میرے پیمانوں کا رخ

جو حقیقت ہے حقیقت ہی رہے گی حشر تک
تم حقیقت کی طرف پھیرو نہ افسانوں کا رخ

دیکھنا بیمارؑ کی حکمت کے جوہر دیکھنا
کربلا کی سمت پھیرو تو شفاخانوں کا رخ

بے ردا زینبؑ تھیں، شہؑ محوِ تلاوت ہو گئے
اپنی جانب کر لیا یوں شہؑ نے بیگانوں کا رخ

قید میرِ شام ہے دشنام کے زندان میں
آلِ احمدؐ یوں بدل دیتے ہیں زندانوں کا رخ

مجھ پہ نیّر ساقیِ کوثر کی ہے چشمِ کرم
کون پھیرے گا مری جانب سے پیمانوں کا رخ

یقین

(۱)

خواہش ہے دل کی ذکرِ شہِ کربلا کروں   آنسو بہا بہا کے رقم مرثیا کروں
کاغذ پہ جب یہ فرضِ مودّت ادا کروں   پہلے اٹھا کے ہاتھ یہ دل سے دعا کروں
یارب مرے دماغ کو محکم یقین دے
جس میں ولا کے پھول کھلیں وہ زمین دے

(۲)

سچ ہے شعور و فہم کا محور یقین ہے   توحید کے چمن کا گلِ تر یقین ہے
ہر شے کی معرفت کا سمندر یقین ہے   حدِ کمال یہ ہے کہ حق پر یقین ہے
توحیدِ کبریا کی یقیں پر اساس ہے
ورنہ تمام کفر پہ مبنی قیاس ہے

(۳)

بندوں کا ہے خدا کی عبادت پہ بھی یقین   کوثر پہ بھی یقین ہے، جنت پہ بھی یقین
قرآن پر یقیں ہے، رسالت پہ بھی یقین   اللہ پر یقیں ہے، قیامت پہ بھی یقین
اللہ پر یقین جو غیبت کے ساتھ ہے
غیبت پہ بھی یقین امامت کے ساتھ ہے

(۴)

ہر رشتۂ وجود و عدم ہے یقین پر   خالق کی معرفت کا بھرم ہے یقین پر
اٹھا رہِ عمل میں، قدم ہے یقین پر   خاکِ شفا پہ سر مرا خم ہے یقین پر
میری جبینِ شوق کا حاصل یقین ہے
راہِ خرد کی آخری منزل یقین ہے

(۵)

علم و عمل کی راہ منور یقین ہے　　آئینۂ حیات کا جوہر یقین ہے
حکمِ خدا یہ قولِ پیمبرؐ یقین ہے　　وہ جنتی ہے جس کو نبیؐ پر یقین ہے
بزمِ یقیں میں شمعِ مودّت جلا کے دیکھ
آئینۂ حیاتِ بشر جگمگا کے دیکھ

(۶)

راہِ عمل میں علم کی میزان ہے یقیں　　اک معرفت کا بولتا قرآن ہے یقیں
انساں کو اپنی ذات کی پہچان ہے یقیں　　یعنی کمالِ ذات کا عرفان ہے یقیں
ذہنِ بشر میں منزلِ غیب و شہود ہے
ممکن یقین ہی کی حدوں میں وجود ہے

(۷)

بنیاد پر یقین کی ہے خوفِ کردگار　　انسان کا یقین پہ قائم ہے اعتبار
نورِ یقیں سے چہرۂ ہستی پہ ہے نکھار　　اللہ پر یقین سے بندہ ہے دیندار
یہ بندگی خدا پہ مسلسل یقین ہے
بنیادِ لاالہٰ مکمل یقین ہے

(۸)

انساں بصد یقین سنیں یہ نبیؐ کی عرض　　سر اپنا در پہ علم کے رکھ دیں سمجھ کے فرض
پھر فیض بوترابؑ سے پائیں گے اہلِ ارض　　ذہنِ بشر سے جہل کا اترے گا سارا قرض
دولت علیؑ سے پائیں گے علم و یقین کی
حالت بدل ہی جائے گی اہلِ زمین کی

(۹)

طبقاتِ کوہ و ارض کی تحقیق کے لیے　　تاریخ میں حدیث کی تصدیق کے لیے
ہر عنصرِ حیات کی تخلیق کے لیے　　توفیق یہ ہے صاحبِ توفیق کے لیے
اس پر عطائے خاص ہے فطرت یقین کی
گنجِ خرد میں رکھتا ہے دولت یقین کی

(۱۰)

اے مالکِ زمین و زماں، ربِ ذوالجلال　　بندے نے جب کیا ہے تجھ ہی سے کیا سوال
تیرے سوا کسی سے بھی ہے مانگنا محال　　حاصل ترے یقیں پہ یقیناً ہے یہ کمال
تیرے کرم کا نقش بنا ہے جبین پر
دستِ طلب دراز ہوا ہے یقین پر

(۱۱)

امید کے چراغ جلے ہیں یقین پر　　ہم راہِ معرفت پہ چلے ہیں یقین پر
مشکل جو مرحلے تھے ٹلے ہیں یقین پر　　انسان اِس جہاں میں پلے ہیں یقین پر
امید کی شراب جو پیتا ہے آدمی
جیتا ہے اور یقین سے جیتا ہے آدمی

(۱۲)

توحید کے چمن کو کھلایا یقین نے　　بندے کو راہِ حق پہ لگایا یقین نے
سویا ہوا ضمیر جگایا یقین نے　　بندے کو کبریا سے ملایا یقین نے
حق آشنا زمانے میں انسان ہوگیا
بندہ یقیں سے کامل الایمان ہوگیا

(۱۳)

خلاقِ کائنات کی حمد و ثنا ہوئی　　انسان کو یقین کی دولت عطا ہوئی
اک بار آگ سے جو حرارت جدا ہوئی　　نمرودیت بھی دل سے بشر کے ہوا ہوئی
دریائے بےکنار کا ریلا ہے آدمی
آتش کدے میں پھولوں سے کھیلا ہے آدمی

(۱۴)

دریا، درخت، غنچہ و گل، خار اور ثمر　　خورشید، چاند، تارے، شفق، روشنی، سحر
چشمے، پہاڑ، برق و شرر، برف، بحر و بر　　یہ سب خدا کے فیض سے ہیں قصہ مختصر
جن کا شمار ہی نہیں وہ لذتیں ملیں
اللہ پر یقین کیا نعمتیں ملیں

(۱۵)

گھر جائے بحرِ غم کے بھنور میں اگر بشر — اور کشتیٔ حیات بھی ہو غرق سر بسر
بچنے کا انحصار ہے اُس دم یقین پر — حق پر کرے بھروسا جو انسان بے خطر
تنکا یقیں بھی ہو تو سہارا ملے اسے
اور بیچ میں بھنور کے کنارا ملے اسے

(۱۶)

بندے سے بندگی کا اگر حق ادا ہوا — معبود اور عبد میں پردہ نہیں رہا
معراجِ بندگی تھا وہ عالم شہود کا — قربت خدا کی ایسی کہ دل جھومنے لگا
جھوما جو دل تو جھوم اٹھی کائنات تک
نورِ یقیں پہنچ گیا عرفانِ ذات تک

(۱۷)

مٹی میں بیج بوتا ہے دہقاں یقین پر — دوشِ ہوا پہ اڑتا ہے انساں یقین پر
سر سے بشر کے ٹلتا ہے طوفاں یقین پر — پورے تمام ہوتے ہیں ارماں یقین پر
یہ بات نقش ہو کے رہے گی زمین پر
ہر کام چل رہا ہے بشر کا یقین پر

(۱۸)

دنیا میں جس کے پاس بھی دولت ہے علم کی — دل میں ہے اس بشر کے مسلسل یقین بھی
اور شک کے ساتھ زندگی جس شخص کی کٹی — بوجہلیت اسی کی رگ و پے میں بس گئی
جینا یقیں کے ساتھ بہت سہل ہو گیا
جو بھی یقیں سے ہٹ گیا بوجہل ہو گیا

(۱۹)

ذہنِ بشر میں شک کی اگر پرورش ہوئی — پھر تو مصیبتوں میں حیات بشر رہی
ذہنِ بشر کو جب ملی دولت یقین کی — روحِ بشر بھی خواب سے بیدار ہو گئی
ذہنی مریض شک نے بشر کو بنا دیا
رستہ سکوں کا چشمِ یقیں نے دکھا دیا

(۴۰)

وہ بے یقیں ازل سے جو تخریب کار ہے　　اُس کی خرد پہ وہم وگماں کا غبار ہے
کج فہم و کج شعار ہے، بے اعتبار ہے　　تاریخ ایسے شخص کی آئینہ دار ہے
انکارِ دینِ خالقِ کُل بے جھجک کرے
وہ منکرِ یقیں ہے نبیؐ پر جو شک کرے

(۴۱)

روزِ ازل سے شک کی ہیں تاریکیاں نقیب　　لیکن یقین سے ہے بشر نور کے قریب
شک ایک زہر ہے جسے پیتے ہیں بدنصیب　　ہے دردِ لاعلاج کا لیکن یقیں طبیب
شک پڑ گیا تو ذہن بھی بیمار ہوگیا
جس کو یقین آگیا، بیدار ہوگیا

(۴۲)

دنیائے بے یقیں میں مکیں ہو اگر بشر　　شبہات خود بہ خود کریں ذہنِ بشر میں گھر
شامِ الم کے گہرے اندھیروں میں ڈوب کر　　پائے کبھی نہ مقصدِ ہستی کی وہ سحر
اذہان میں بساتا رہے تیرگی کو وہ
دل میں مگر ترستا رہے روشنی کو وہ

(۴۳)

ہوتا ہے بے یقین زمانے میں بدگماں　　کرتا ہے شک نبیؐ پہ یہ شیطاں کا ترجماں
اس بے خبر کو بات یہ معلوم ہے کہاں　　یہ بات تو رسولؐ کی سیرت سے ہے عیاں
فعلِ رسول وحیِؑ خدا میں شمار ہے
اسلام کا یقین پہ دار و مدار ہے

(۴۴)

ہے جس کی عقل دہر میں بوجہلیت شکار　　حق سے ہمیشہ اس نے جہاں میں کیا فرار
وہ شک میں مبتلا ہے، نہیں اس کو اعتبار　　اس کی خرد کے گرد اندھیروں کا ہے حصار
کل پر یقین ہے نہ جسے آج پر یقین
کیونکر کرے رسولؐ کی معراج پر یقین

(۴۵)

معراج نے رسولؐ کی حق آشنا کیا دستِ خدا سے بابِ یقینِ خدا کھلا
پھر بابؐ شہرِ علم کا اتنا کرم ہوا بڑھتا رہا یقین پہ ایماں کا سلسلا
بوذر بنا دیا کبھی سلماں بنا دیا
کس کس کو اس نے صاحبِ ایماں بنا دیا

(۴۶)

اصحاب میں رسولؐ کے اک بندۂ غفور فارس کی سرزمین کا مردِ جری، غیور
اپنے ہی خاندان کا سمجھیں جسے حضورؐ جس نے اصولِ زیست یہ پھیلایا دور دور
جو بھی یقیں کے ساتھ چلے حق کی راہ میں
بے شک وہ ہے پناہِ رسالتؐ پناہ میں

(۴۷)

جس کو نہ ہو نبیؐ پہ یقیں ایسا آدمی تاریک راستوں میں بھٹکتا ہے بدعتی
بے حبِّ اہلبیتؑ کٹی اس کی زندگی اجرت ادا نہ اس سے رسالت کی ہو سکی
دستِ نفاق اُس کا ہمیشہ دراز ہے
امت میں مصطفیٰؐ کی جو فتنہ طراز ہے

(۴۸)

تفسیرِ حسنِ ذات بتانے کے واسطے سوئے ہوئے ضمیر جگانے کے واسطے
انساں کو راہِ حق پہ لگانے کے واسطے شمعِ رہِ حیات جلانے کے واسطے
ہر ذی نظر کو منزلِ ادراک چاہیے
دل میں یقینِ سیدؐ لولاک چاہیے

(۴۹)

ہم کو یقینِ قولِ رسولؐ کریم ہے وجدان اس یقین کا بے خوف و بیم ہے
اپنا رسولؐ فخرِ خلیل و کلیم ہے مداح اس نبیؐ کا علی العظیم ہے
تاریک راستوں میں یقینِ سحر کے ساتھ
ہم چل رہے ہیں اسوۂ خیرالبشرؐ کے ساتھ

(۳۰)

قولِ رسولؐ پاک کی تجدید کے لیے سچ ہے بنائے کلمۂ توحید کے لیے
دل سے خدا کے حکم کی تائید کے لیے قرآن و اہلبیتؑ کی تقلید کے لیے
اس جادۂ یقیں پہ ہی امت سفر کرے
شاملِ عمل میں اسوۂ خیرالبشرؐ کرے

(۳۱)

خیرالبشرؐ کی ذات کا آئینہ ہے علیؑ اسلام کا معیں و محافظ ہے یہ وَلیؑ
ہاتھوں سے ان کے شمعِ یقینِ خدا جلی حیدرؑ ہے نام اور شجاعت میں ہے بَلی
انؑ کو جو مصطفیٰؐ کی اطاعت قبول ہے
ہر دور بے یقیں میں یقینِ رسولؐ ہے

(۳۲)

بعدِ علیؑ محافظِ شمعِ یقیں حسنؑ مہکا ہے جس کی ذات سے اخلاق کا چمن
آئینۂ رسولؐ ہے زہراؑ کا گلبدن خُلقِ حسن ہے دہر میں خُلقِ شہِ زمن
خُلقِ حسنؑ یقین کی حدِ کمال ہے
اسلام کا عروج ہے اور لازوال ہے

(۳۳)

بعدِ از حسنؑ یقین کا معیار ہیں حسینؑ اسلام کے جہاں میں مددگار ہیں حسینؑ
احمدؐ کی تربیت سے ضیا بار ہیں حسینؑ سفیانیت سے برسرِ پیکار ہیں حسینؑ
بیعت کا جب یزید طلب گار ہوگیا
شبیرؑ کی زبان سے انکار ہوگیا

(۳۴)

شبیرؑ راہِ صدق دکھاتے ہوئے چلے سوئے ہوئے ضمیر جگاتے ہوئے چلے
ہر کوہِ ظلم و جور گراتے ہوئے چلے ایمان و دیں کی راہ بناتے ہوئے چلے
اس راہ میں یقین کی منزل ہے کربلا
"اسلام کا دھڑکتا ہوا دل ہے کربلا"

(۳۵)

پیشِ نگاہ زندہ حقیقت ہے کربلا　　انسان دوستی کی علامت ہے کربلا
اسلام کی بقا کی ضمانت ہے کربلا　　ناناؐ کی اور نواسے کی حجت ہے کربلا
طفلی کا عہد راہِ شہادت پہ طے ہوا
یہ مرحلہ یقیں کی مسافت پہ طے ہوا

(۳۶)

دریا ہے گر یقین تو ساحل ہے کربلا　　اسلام کی حیات کا حاصل ہے کربلا
اک امتحانِ بندۂ کامل ہے کربلا　　حسنِ یقیں کی آخری منزل ہے کربلا
اس بات کی شہادتِ عظمیٰ گواہ ہے
خنجر تلے بھی اشہدو ان لا الٰہ ہے

(۳۷)

اے کربلا حسینؑ کی عظمت کبھی سے پوچھ　　زہراؑ سے پوچھ، خواہر ابنِ علیؑ سے پوچھ
شبّرؑ سے پوچھ اور علیؑ ولی سے پوچھ　　خالق سے پوچھ، خالقِ کُل کے نبیؐ سے پوچھ
احمدؐ کو یہ نواسے پہ کامل یقین ہے
شبیرؑ کی پناہ میں خالق کا دین ہے

(۳۸)

زندہ خدا کا دین کیا ہے حسینؑ نے　　شہ رگ سے اپنی کام لیا ہے حسینؑ نے
سجدے میں آبِ تیغ پیا ہے حسینؑ نے　　دنیا کو درسِ حق یہ دیا ہے حسینؑ نے
معراجِ بندگی ہو مسلسل یقیں کے ساتھ
سجدہ ادا کرو تو مکمل یقیں کے ساتھ

(۳۹)

ظاہر ہے ہر عمل سے صداقت حسینؑ کی　　اک درسِ بندگی ہے امامت حسینؑ کی
ایماں کا ہے حصار قیادت حسینؑ کی　　تاریخِ زندگی ہے شہادت حسینؑ کی
خونِ حسینؑ ہی تو ہے سرخی یقین کی
عزت بچائی جس نے محمدؐ کے دین کی

(۴۰)

شبیرؑ کے جو کرب و بلا میں ہیں جاں نثار دولت سے وہ یقین کی ہیں فخرِ روزگار
ان کو خدا سے اور خدا کو ہے ان سے پیار اسلام کا چمن بھی انھیں سے ہے پُر بہار
ان میں ہر ایک دینِ خدا کا امین ہے
اصحاب پر حسینؑ کو کامل یقین ہے

(۴۱)

نیّرؔ یقیں کے ساتھ ذرا گفتگو کرو سوزِ یقیں سے اپنے جگر کو لہو کرو
حرف و بیانِ صدق کی جب جستجو کرو جتنا ہو ظرف اتنی فقط آرزو کرو
دستِ خدا سے سب کو ملا ہے زمین پر
کشکول اپنا سب نے بھرا ہے یقین پر

(۴۲)

ہوتا ہے ہم پہ بھی کرمِ ربِ ذوالجلال مالک نے رد کیا نہیں اپنا کبھی سوال
ہم نے جو فکر کی ہے تو اس نے کیا خیال لکھوایا مرثیہ بھی اسی نے برائے آلؑ
یہ مرثیہ چھٹا ہے شہِ تشنہ کام کا
ہے پنجتنؑ سمیت یہ چوتھے امامؑ کا

(۴۳)

ہے پیروی انیسؔ کی اس فن میں لاکلام اس مرثیے سے پہلے پڑھا جاتا ہے سلام
کرتے ہیں ذی شعور بڑا اس کا احترام جاری ہے اس کے فیض سے شبیرؑ کا پیام
جادہ یقین کا ہے تو منزل یقیں کی ہے
اس مرثیے سے دہر میں تبلیغ دیں کی ہے

(۴۴)

ہے مرثیے میں رنج و مصیبت کا تذکرہ عباسؑ باوفا کی اطاعت کا تذکرہ
اکبرؑ سے نوجواں کی شہادت کا تذکرہ نوکِ سناں پہ شہؑ کی تلاوت کا تذکرہ
مرقوم اس میں صبرِ شہِ تشنہ کام ہے
زینبؑ کی بے ردائیِ بازارِ شام ہے

(۴۵)

ہے مرثیے میں شاہ کی سیرت کا تذکرہ   اصغر سے بے زباں کی شہادت کا تذکرہ
سولہ پہر کی پیاس کی شدت کا تذکرہ   سجادِ ناتواں کی صعوبت کا تذکرہ
جوہر تھے صبر و شکر کے چوتھے امام میں
کانٹوں پہ ننگے پاؤں چلے راہِ شام میں

(۴۶)

ہے مرثیے میں سیدِ سجادؑ کا بیاں   وہ کربلا کے دشت کا بیمار و ناتواں
تاریخ ساز جس کا ہے کردار بے گماں   جس نے یقیں کے ساتھ دیا حق کا امتحاں
کنبہ ہے اور مقصدِ شبیرؑ ساتھ ہے
تنہا نہیں ہے، دین کی تقدیر ساتھ ہے

(۴۷)

آئینہ دارِ سیرتِ شبیرؑ ہیں تو یہ   علم و عمل کی بولتی تصویر ہیں تو یہ
قرآن ہیں حسینؑ جو تفسیر ہیں تو یہ   بعد از حسینؑ دین کی تقدیر ہیں تو یہ
زینؑ العبا کے پاؤں میں زنجیر دیکھیے
اسلام کو بچانے کی تدبیر دیکھیے

(۴۸)

ایسے یہ مردِ حق ہیں امامت کے ورثے دار   ثابت قدم رہے جو ہوئے ظلم بے شمار
طے اس یقیں پہ کی ہے مصیبت کی رہگزار   ہو مقصدِ حسینؑ زمانے پہ آشکار
زنجیر کی صدا تھی صدا احتجاج کی
فطرت بدل دی سنگ دلوں کے مزاج کی

(۴۹)

ان کی نظر میں فرضِ امامت تھا دمبدم   ہٹنے نہ پائے راہِ یقیں سے کبھی قدم
پیشِ نظر تھا مقصدِ شبیرؑ کا بھرم   گھر لٹ گیا، پر اس کا بھی مطلق کیا نہ غم
جب بھی نماز ان کے لبوں سے ادا ہوئی
امت کے واسطے نہ کبھی بد دعا ہوئی

(۵۰)

صابر ہیں ایسے صبر میں یکتائے روزگار　　طاہر ہیں ایسے جن کی طہارت کا کیا شمار
قادر ہیں ایسے قادرِ مطلق پہ ہیں نثار　　شاکر ہیں ایسے شکرِ خدا لب پہ بار بار
یہ زندگی میں ایسے عبادت گزار ہیں
سجادؑ بھی ہیں، عابدِؑ شب زندہ دار ہیں

(۵۱)

تپ سے یہ حال تھا کہ نحیف اور ناتواں　　اونٹوں پہ ہیں حرم تو ہیں سجادؑ سارباں
گردن میں طوقِ آہنی، پاؤں میں بیڑیاں　　عابدؑ کو لے چلے ہیں ستمگر کشاں کشاں
یہ دوسرے علیؑ ہیں جو اس دم اسیر ہیں
حیدرؑ کی طرح یہ بھی بڑے دستگیر ہیں

(۵۲)

خود پر یقین کتنا ہے چوتھے امامؑ کو　　آگے بڑھا رہے ہیں امامت کے کام کو
رکھ کر نظر میں مقصدِ شاہِ انامؑ کو　　کوفے کو فتح کرنا ہے اور ملکِ شام کو
تیغِ یقیں کے ساتھ عمل کی سپر لیے
عابدؑ چلے ہیں سورۂ فتح و ظفر لیے

(۵۳)

راہِ یقیں میں ان کے نہ پیچھے قدم ہٹے　　باطل نہ ان کے سامنے آ کر کبھی ڈٹے
گرد و غبارِ شام سے سر تا قدم اٹے　　مقصد یہ تھا کہ شام کا یوں راستہ کٹے
اذہان بدلیں لاؤں میں اُس انقلاب کو
اچھائی میں بدل دوں جہانِ خراب کو

(۵۴)

ابھرا افق پہ دیں کے امامت کا آفتاب　　نورِ یقیں سے محفلِ دل میں تھا انقلاب
عابدؑ کا ہر عمل تھا رہِ حق میں لاجواب　　مظلومیت سے لیتے تھے ظالم سے وہ حساب
تبلیغ تھی یہ دینِ رسالت مآبؐ کی
ہر دل سے آ رہی تھی صدا انقلاب کی

(۵۵)

طے منزلوں پہ منزلیں جب کر چکے امامؑ   تا شام پہنچے سیدِ سجادؑ نیک نام
اے مومنو! خدا کی قسم یہ ہے وہ مقام   جس جا امامؑ پر تھا مصائب کا اختتام
زینبؑ کو بے ردا لیے بازارِ شام میں
سجاد سر جھکائے تھے بلوائے عام میں

(۵۶)

حاکم کے قیدی آتے ہیں ہر سمت شور تھا   کوٹھوں پہ عورتیں لیے بچوں کو جا بجا
کرتیں تماشا آلِ رسولؐ کریم کا   کچھ عورتوں نے یہ بھی وہاں پر ستم کیا
انگارے جلتے دور سے پھینکے امامؑ پر
پتھر کسی نے کھینچ کے مارے امامؑ پر

(۵۷)

لیکن امامِ صابر و شاکر خدا گواہ   سنجیدگی سے کرتے رہے قطع اپنی راہ
تھا مدعا کہ شاہؑ کا مقصد نہ ہو تباہ   ایسا ہو راہِ راست پہ آ جائیں روسیاہ
دل حق کی سمت صبر سے موڑے امامؑ نے
مظلومیت سے ذہن جھنجھوڑے امامؑ نے

(۵۸)

جب شام فتح کر چکے مولائے خاص و عام   داخل ہوئے یزید کے دربار میں امامؑ
مسند پہ طمطراق سے بیٹھا تھا میرِ شام   بدبخت ، بد لحاظ ، بداطوار ، بدکلام
ہر ظلم ناروا تھا محمدؐ کے گھر کے ساتھ
کرتا رہا وہ بے ادبی شہؑ کے سر کے ساتھ

(۵۹)

جبریلؑ اور وحیِ خدا سے تھا انحراف   وہ تھا رسولِؐ حق کی رسالت کے بھی خلاف
عقل و خرد پہ اس کی تعصب کا تھا غلاف   کم ظرف کا تھا آلِ پیمبرؐ سے دل نہ صاف
یوں انتقامِ بدر لیے جا رہا تھا وہ
آلِ نبیؐ پہ ظلم کیے جا رہا تھا وہ

(۶۰)

دربار میں یزید کے دور شراب تھا بے خود تھا، بادہ مست تھا، خانہ خراب تھا
ظالم کے ظلم کا نہ کہیں پر جواب تھا اس وقت بے گناہوں پہ پیہم عتاب تھا
یاور نہ تھا جو آلؑ کا دربارِ عام میں
ظالم نے قید کر دیا زندانِ شام میں

(۶۱)

قیدی ہوئے جو آلِ رسولؐ فلک وقار سہتے تھے ظلم و جورِ یزیدِ ستم شعار
غم سے نڈھال رہتے تھے زنداں میں سوگوار بچے بھی چونک پڑتے تھے سوتے میں بار بار
کرتے تھے بین، جان بھی کھوتے تھے رات دن
اور یا حسینؑ کہہ کے وہ روتے تھے رات دن

(۶۲)

ایسا تھا قید خانہ کہ ہر دم نصیب میں تھی دن کی دھوپ، رات کی شبنم نصیب میں
ماتم تھا اور گریۂ پیہم نصیب میں تھے اہلبیتِ پاک کے سب غم نصیب میں
ایسے ہجومِ یاس میں جینا محال تھا
پیتے تھے اشک، پانی کا پینا محال تھا

(۶۳)

آلِ نبیؐ تھی گریہ کناں رات دن اِدھر اک روز میرِ شام کا آیا پیام بر
بولا جنابِ عابدِ مضطر سے بدگہر ہے قصرِ میرِ شام سے زنداں قریب تر
جب یا حسینؑ کہہ کے کوئی یاں پہ روتا ہے
اٹھ کر یزید خواب سے ناراض ہوتا ہے

(۶۴)

پڑتا ہے میرِ شام کے آرام میں خلل یہ حکم قیدیوں کے لیے ہے جو ہے اٹل
روئے نہ کوئی فرد، یہ اچھا نہیں عمل اب ایسا گر کیا تو سزا دوں گا برمحل
ہمدرد ہوگا اس کا نہ کوئی زمانے میں
سب سے جدا رکھوں گا اسے قید خانے میں

(۶۵)

اس شخص سے یزید کا جب سن چکے پیام　　پھر بیڑیاں سنبھالے ہوئے غم زدہ امامؑ
آ کر پھپھی سے کرنے لگے اس طرح کلام　　لایا ہے ایک شخص یہ حکمِ امیرِ شام
زنداں میں اپنی جان سے وہ ہاتھ دھوئے گا
اب یا حسینؑ کہہ کے یہاں جو بھی روئے گا

(۶۶)

زینبؑ نے پھر یہ عابدؑ بیمار سے کہا　　کہہ دو یزیدِ شام کے قاصد سے یہ ذرا
سن لے جواب بنتِ جنابِ امیرؑ کا　　گو اہلبیتِ پاکؑ ہیں سب غم میں مبتلا
ہر جبر پر یزید کے اب صبر ہوئے گا
اب یا حسینؑ کہہ کے نہ کوئی بھی روئے گا

(۶۷)

اس شخص سے امامؑ ہوئے جا کے ہم کلام　　کہنا امیرِ شام سے جا کر مرا پیام
یہ جبر بھی قبول ہے یہ ظلم بھی تمام　　لیتے رہے ہیں صبر ہی سے لیں گے اب بھی کام
اس جبر پہ گو جان کو کھوئیں گے اہلبیتؑ
اب یا حسینؑ کہہ کے نہ روئیں گے اہلبیتؑ

(۶۸)

وہ شخص مطمئن ہوا جب اس کلام سے　　قصرِ یزید کو گیا زندانِ شام سے
کیا دل پہ گزری پوچھے کوئی یہ امامؑ سے　　یہ تھا سلوک آلِ رسولؐ انام سے
پابندیاں تھیں گریہ و ماتم پہ، بین پر
امت نہ رونے دیتی تھی ان کو حسینؑ پر

(۶۹)

کلثومؑ، فضہؑ، زینبِؑ مضطر برہنہ سر　　یہ باری باری جاگتی رہتیں تھیں رات بھر
آمادۂ فغاں ہوا بچہ کوئی اگر　　ہاتھ اس کے منہ پہ رکھتی تھیں زنداں میں دوڑ کر
ڈر تھا نہ یا حسینؑ کی آواز آ سکے
کوئی سزائے قیدِ جدائی نہ پا سکے

(۷۰)

گزرے تھے چند روز اسی حال میں ابھی اک روز میرِ شام کا پھر آیا آدمی
بولا جنابِ عابدِ بیمارؑ سے شقی رویا ہے یا حسینؑ جو کہہ کہہ کے آج بھی
سونے دیا نہ رات میں جس نے امیر کو
سب سے جُدا، میں بند کروں اُس اسیر کو

(۷۱)

آئے پھپھی کے پاس یہ سن کر مرے امامؑ تفصیل سے سنایا انھیں ماجرا تمام
زینبؑ نے یہ بھتیجے سے سن کر کیا کلام بیٹا ہماری رات کی نیندیں ہوئیں حرام
حکمِ یزید جب سے ملا بیقرار ہیں
ہم سب تمام رات یہاں پہرہ دار ہیں

(۷۲)

جاری یہ گفتگو تھی کہ باہر سے برملا پیہم کسی کے رونے کی آنے لگی صدا
لے کر پھپھی کو عابدِ مضطر برہنہ پا زنداں کے پیچھے پہنچے تو وہ دیکھتے ہیں کیا
بی بی نقاب پوش ہے اور جان کھوتی ہے
وہ یا حسینؑ کہہ کے بآواز روتی ہے

(۷۳)

زینبؑ نے اُس سے بڑھ کے کہا غم کی مبتلا بی بی ترا حسینؑ ہوا تجھ سے گر جدا
بہتر ہے اپنے گھر میں اسے رو کہ میں فدا جو ہم پہ اب گزرتی ہے بتلائیں تجھ کو کیا
تو یا حسینؑ کہہ کے یہاں پر جو روتی ہے
ہم اہلبیتِ پاک پہ بیداد ہوتی ہے

(۷۴)

اس نے نقاب الٹ کے کہا بہ چشمِ نم تیری طرح سے میں بھی ہوں بنتِ اسیرِ غم
اب مجھ کو دیکھ خواہرِ عباسؑ ذی حشم زہراؑ ہے نام اور ہوں بنتِ شہِؑ امم
کیا حال ہے تمہارا کہ تم جانتی نہیں
زینبؑ تم اپنی ماں کو بھی پہچانتی نہیں

(۷۵)

زینبؑ میں کیا بتاؤں تجھے اس کی کیا خبر جس جس جگہ گئی ہے تو بنی برہنہ سر
میں بھی پھری ہوں ساتھ میں تیرے بچشم تر زنداں میں تجھ کو چھوڑ کے جاؤں بھلا کدھر
کیوں سر کو پیٹ کر نہ بھلا جان کھوؤں میں
تو ہی بتا کہ اور کہاں جا کے روؤں میں

(۷۶)

نیّر سخن کو طول نہ دے، روک لے قلم تو نے بصد یقین کیا مرثیہ رقم
یہ بات بھی یقین سے کہہ دے بچشم نم امت کو تا بہ حشر منانا ہے شہ کا غم
امت پہ یہ نبیؐ کے نواسے کا قرض ہے
رونا غمِ حسینؑ میں لاریب فرض ہے

باطل کے طرفدار

پھول اک ہوتا ہے اور خار بہت ہوتے ہیں مرحلے زیست کے دشوار بہت ہوتے ہیں
لغزشِ پا نہ رہِ حق میں کبھی ہو نیّر دیکھ! باطل کے طرف دار بہت ہوتے ہیں

رہائی

خدا کا شکر کہ منبر تلک رسائی ہوئی چراغ ذکرِ شہِ دیں سے رہنمائی ہوئی
غمِ حسینؑ کو اپنایا اس قدر کہ ہمیں حصار گردشِ ایام سے رہائی ہوئی

خیر البشرؐ

اجالا مستقل راہِ سفر کا کرم ہے صاحبِؐ شق القمر کا
بشر شر سے جو ہیں محفوظ نیّر یہ ان پر فیض ہے خیر البشرؐ کا

مرثیہ بعنوان انتخاب

مطلع : راہِ سخن میں مرثیہ اک پل صراط ہے

تعداد بند : ۷۶

سنِ تصنیف : ۱۹۹۱ء

درحال : شہدائے کربلا اور
(روایت) خاتونِ محشر کی میدانِ حشر میں آمد

راہوں میں انتخاب ہے حیدرؑ کی رہگزار
سرعت میں انتخاب ہے حیدرؑ کا راہوار
میداں میں انتخاب ہے حیدرؑ کی کارزار
تیغوں میں انتخاب ہے حیدرؑ کی ذوالفقار
یہ ذوالفقار عدل کی میزان ہو گئی
نسلِ منافقین کی پہچان ہو گئی

سلام

اک تشنہ لب نے دشت میں کیا کیا بنا دیا
دریا کو پیاس ، پیاس کو دریا بنا دیا

ہر کوہِ ظلم توڑ کے ایماں کے واسطے
مشکل کشا کے لال نے رستہ بنا دیا

یہ انبیاء بتائیں گے اے ارضِ کربلا
تو کیا تھی شاہِ دیں نے تجھے کیا بنا دیا

پھیلی وہیں سے حق و صداقت کی روشنی
شہ نے جہاں بھی نقشِ کفِ پا بنا دیا

سبطِ نبیؐ نے مہلتِ یک شب سے دیکھنا
حُر کو تلاشِ حق کا حوالہ بنا دیا

ڈوبے نہ نبضِ دیں یہ سمجھ کر حسینؑ نے
بیمارِ کربلا کو مسیحا بنا دیا

گہوارۂ حسینؑ سے مس کیا ہوا کہ پھر
فطرس کو شہ نے جیسا تھا ویسا بنا دیا

کرب و بلا میں اک ترے اقدام نے حسینؑ
بگڑا ہوا جو کام تھا حق کا بنا دیا

ہوتی ہے جس میں دین کی تصویر جلوہ گر
آئینہ گر نے آئینہ ایسا بنا دیا

کعبے کا رخ اُدھر ہے جدھر کربلا ہے اب
شبیر تو نے کعبے کا قبلہ بنا دیا

بیعت طلب جو ہاتھ تھا اس کو حسینؑ نے
عبرت برائے اہلِ زمانہ بنا دیا

لکھ لکھ کے شعرِ مدحتِ سردارِ خلد میں
میں نے جناں میں گھر جہاں چاہا بنا دیا

دنیا کی آنکھیں بہہ گئیں دنیا کے غم کے ساتھ
ہم کو غمِ حسینؑ نے بینا بنا دیا

ہم کیوں نہ مے کشی سے شفایاب ہوں کہ جب
ہر جام ہم نے خاکِ شفا کا بنا دیا

آتی ہے اب جناں کی ہوا دل میں دمبدم
شبیر نے وہ دل میں دریچہ بنا دیا

پروانہ شمعِ بزمِ حسینیؑ پہ کیا گرا
دیوانہ تھا حسینؑ نے دانا بنا دیا

شبیر تو نے اپنی شہادت کے ساتھ ساتھ
مردہ ضمیر لوگوں کو زندہ بنا دیا

نقشِ غمِ زمانہ نہ ابھرے گا اب کبھی
نقشِ غمِ حسینؑ جو گہرا بنا دیا

آنسو بہا بہا کے غمِ شہ میں روز و شب
ہم نے تو موتیوں کا خزانہ بنا دیا

حج کو بدل کے عمرے سے ہر ظلم کے خلاف
شہ نے حصارِ خانۂ کعبہ بنا دیا

راہِ جہادِ حق میں شہادت کے نقش کو
قدرت نے جیسا سوچا تھا ویسا بنا دیا

شب تار میں تھا صبح کو پہنچا ہے خلد میں
حُر تھا کہاں کا ، شہ نے کہاں کا بنا دیا

افلاک سجدہ ریز ہوئے ہیں کہ شاہ نے
صحرا کو کربلائے معلیٰ بنا دیا

آتے ہیں زائرین یہاں پر تو روز و شب
صحرا کو شہ نے روکشِ کعبہ بنا دیا

سردارِ باغِ خلد نے خود اپنے خون سے
دشتِ بلا کو خلد کا نقشہ بنا دیا

ترجیح دے کے موت کو ذلت کی زیست پہ
عزت کی زندگی کا خلاصہ بنا دیا

غازی کو بابِ علم نے دے دے کے تربیت
اک بابِ گویا شہرِ وفا کا بنا دیا

(ق)

نسلِ یزیدِ نحس نے اپنے مفاد میں
اس دور میں بھی دیں کو تماشا بنا دیا

اسلام کے لباس میں فکرِ یزید نے
دہشت گری کو دینِ خدا کا بنا دیا

لب کی کماں سے تیرِ تبسم کو جوڑ کر
"اصغرؑ نے حرملہ کو نشانہ بنا دیا"

لکھ کر سلام ، مرثیہ اور نعت و منقبت
نیّر نے خود نجات کا رستہ بنا دیا

انتخاب

(۱)

راہِ سخن میں مرثیہ اک پل صراط ہے ہر جنبشِ قلم پہ یہاں احتیاط ہے
گو مرثیے سے میرا بہت ارتباط ہے لیکن بساطِ فن پہ مری کیا بساط ہے
جب سے رہِ انیسؔ سخن انتخاب کی
نیّرؔ کو مل رہی ہے چمک آفتاب کی

(۲)

آنکھوں میں ہوں انیسؔ کا جادہ لیے ہوئے ہاتھوں میں حُبِ آل کا بادہ لیے ہوئے
دل میں ہوں ذکرِ شہ کا ارادہ لیے ہوئے معراج پر ہوں فکرِ کشادہ لیے ہوئے
ہر اہلِ بزم بابِ سماعت جو کھول لے
میزانِ فن پہ فکر کا معیار تول لے

(۳)

لفظوں میں کربلا کو دکھاتا ہے مرثیہ احساس کو زبان بناتا ہے مرثیہ
دل کو شعورِ درد سکھاتا ہے مرثیہ سبطِ نبیؐ کے غم میں رلاتا ہے مرثیہ
اس کے لیے صداقتِ اظہار چاہیے
لفظوں میں بولتا ہوا کردار چاہیے

(۴)

تصویرِ کربلا کی بناؤں اگر تو کاش ہاتھ آئیں ایسے لفظ بھی جب میں کروں تلاش
جن سے ہو اہلِ دل پہ شہادت کا راز فاش پُر درد ہو تخیّل تو الفاظ دلخراش
خامے کے لب سے حرف و بیاں بولنے لگیں
الفاظ کربلا کی زباں بولنے لگیں

(۵)

یوں کربلا میں فکر و نظر کا سفر رہے ‏ اس میں مرا ہر ایک قدم معتبر رہے
مقصد بھی اس سفر کا جو پیشِ نظر رہے ‏ اللہ کا کرم یہ مرے حال پر رہے
لفظوں کو دولتِ سخن آرائی بخش دے
ذکرِ غمِ حسینؑ میں گویائی بخش دے

(۶)

ہر لفظ دیکھوں میں نگہِ انتخاب سے ‏ چن لوں ثنا کے حرف خدا کی کتاب سے
برسے جو پھول نطقِ رسالتؐ مآب سے ‏ میں لاؤں مانگ کر وہ درِ بوترابؑ سے
الفاظ جو ملیں گے علیؑ کے دیے ہوئے
روشن وہ ہوں گے رمزِ شہادت لیے ہوئے

(۷)

میزانِ فن پہ لفظ و بیاں تولتا رہوں ‏ پلکوں پہ اشک مثلِ گہر رولتا رہوں
ذکرِ غمِ حسینؑ میں لب کھولتا رہوں ‏ منبر سے کربلا کی زباں بولتا رہوں
روشن ہر اک نظر پہ وفا کا نصاب ہو
لفظوں میں ذکرِ کرب و بلا انتخاب ہو

(۸)

ہوں لفظ زندگی کی علامت لیے ہوئے ‏ اشکِ غمِ حسینؑ کی دولت لیے ہوئے
احساسِ درد و غم کی شریعت لیے ہوئے ‏ ہر بیت مرثیے کی ہو جنت لیے ہوئے
جو بیت بھی پڑھوں وہ قیامت سے کم نہ ہو
ذکرِ حسینؑ ظرفِ سماعت سے کم نہ ہو

(۹)

الفاظ ہوں جو زندہ کہانی لیے ہوئے ‏ مصرعے ہوں موجِ غم کی روانی لیے ہوئے
تصویرِ فن ہو حسنِ معانی لیے ہوئے ‏ ہر رخ ہو کربلا کی نشانی لیے ہوئے
ہر لفظ کربلا سے اگر انتخاب ہو
پھر مرثیے سے دہر میں اک انقلاب ہو

(۱۰)

احساسِ غم دلوں میں جگاؤں تو بات ہے　　آنکھوں سے دل کا خون بہاؤں تو بات ہے
مجلس میں کوئی حشر اٹھاؤں تو بات ہے　　لفظوں میں کربلا کو دکھاؤں تو بات ہے
لفظوں کے انتخاب میں ہو فکرِ کربلا
کرتی رہے زبانِ قلم ذکرِ کربلا

(۱۱)

ہے کربلا کے ذکر میں ایقاں کی روشنی　　ایقاں کی روشنی میں ہے ایماں کی روشنی
ایماں کی روشنی میں ہے قرآں کی روشنی　　قرآں کی روشنی میں ہے یزداں کی روشنی
اس روشنیٔ حق کی حفاظت کے واسطے
نیزے پہ کس کا سر ہے تلاوت کے واسطے

(۱۲)

معجز بیان سر لبِ اعجاز بخش دے　　ذوقِ سخن کو اک نیا انداز بخش دے
بے ساز ہے خیال، اُسے ساز بخش دے　　بے جان لفظ ہیں، انھیں آواز بخش دے
کاغذ پہ زندگی کی علامت دکھائی دیں
الفاظ آج صوت کی صورت دکھائی دیں

(۱۳)

کاغذ پہ لفظ لفظ ہو تعمیرِ کربلا　　خامے کی ہو زبان پہ تفسیرِ کربلا
مصرعوں میں موجزن جو ہو تنویرِ کربلا　　کھنچ آئے بند بند میں تصویرِ کربلا
تصویرِ کربلا ہے شعورِ حسینؑ سے
عالم میں روشنی ہوئی نورِ حسینؑ سے

(۱۴)

نورِ حسین عظمتِ حق کی دلیل ہے　　کوثر کی موج بھی ہے، یہی سلسبیل ہے
جھولا جھلانے والا اِسے جبرئیلؑ ہے　　یہ ہمزاجِ عزمِ جنابِ خلیلؑ ہے
باطل سے دُور دین کی سرحد کیے ہوئے
ٹکرا گیا ضمیرِ محمدؐ لیے ہوئے

(۱۵)

یہ نور تیرگی کے لیے سدِ راہ ہے — یہ وجہِ امتیازِ سپید و سیاہ ہے
باطل شکن یہ نور ہے اور حق پناہ ہے — اس سے بقائے اشہدُ اَن لا الٰہ ہے
اک پھول ہے یہ گلشنِ کُن کی بہار کا
یہ نور انتخاب ہے پروردگار کا

(۱۶)

یہ منیّت کی رُو سے محمدؐ کا نور ہے — اِس نور سے بھی نورِ نبیؐ کا ظہور ہے
جو اس سے دور ہے وہ محمدؐ سے دور ہے — جو اِس کے ہے قریں وہ نبیؐ کے حضور ہے
نظروں سے گر حسینؑ کی صورت قریب ہو
محبوبِؐ کبریا کی زیارت نصیب ہو

(۱۷)

محبوبِؐ کبریا کا ہے صلِ علیٰ شرف — عصمت ہے جس کی گوہرِ یکتا یہ وہ صدف
بہرِ گواہی ہاتھوں پہ گویا ہوئے خزف — اس نور کا اجالا ہے دنیا میں ہر طرف
روشن جو آگہی کے چراغوں کو کر دیا
اس نور نے خرد کو اجالوں سے بھر دیا

(۱۸)

نورِ خدا کا نورِ محمدؐ سے ہے ظہور — تخلیقِ کائنات کا مقصد مرے حضورؐ
اس جیسا تو نہیں ہے جہاں میں کہیں بھی نور — قرآن کا شعور ہے اس نور کا شعور
اس شان سے رسولؐ کی مدحت لکھی گئی
کاغذ پہ جیسے نور کی سورت لکھی گئی

(۱۹)

جس کے سبب ملے گی معافی یہ نور ہے — کوئی نہیں ہے وجہِ تلافی ، یہ نور ہے
مثلِ چراغِ طور ہے ، کافی یہ نور ہے — اک بزمِ حسنِ کُن میں اضافی یہ نور ہے
یہ لَو چراغِ حق کی بڑھاتا چلا گیا
دنیا سے تیرگی کو مٹاتا چلا گیا

(۲۰)

یہ نور عقل و فہم کے دھارے کو موڑ کر یہ نور تیرگی میں اجالا نچوڑ کر
یہ نور کوہِ جہل و جہالت کو توڑ کر یہ نور عقل و علم کے رشتے کو جوڑ کر
نوع بشر کا بگڑا مقدر بنا گیا
قرآں کا نقش لوحِ خرد پہ بنا گیا

(۲۱)

یہ نور نورِ خالقِ اکبر لیے ہوئے یہ نور اوجِ نجم مقدر لیے ہوئے
یہ نور رمزِ سورۂ کوثر لیے ہوئے یہ نور معرفت کا سمندر لیے ہوئے
اس نور نے شعور کی منزل دکھائی ہے
صدیوں کی راہ پل کی مسافت میں آئی ہے

(۲۲)

یہ نور ہے سبیلِ شفاعت لیے ہوئے صدیوں کی ایک پل میں مسافت لیے ہوئے
فرشِ زمیں پہ عرش کی رفعت لیے ہوئے عرش علی پہ فرش کی عظمت لیے ہوئے
راہِ سفر جو صدیوں کی اک پل میں آگئی
ذاتِ رسولؐ منزلِ معراج پا گئی

(۲۳)

جس پر کتاب حق نے اتاری یہ ذات ہے شکلِ بشر میں رحمتِ باری یہ ذات ہے
جس کی فلک سے اُتری سواری یہ ذات ہے خالق کا جس سے فیض ہے جاری یہ ذات ہے
نورِ خدا سے نورِ نبیؐ اکتساب ہے
محبوبِ کردگار کا یہ انتخاب ہے

(۲۴)

یہ ذات وہ کہ وحی کا جس پر ہوا نزول یہ ذات وہ کہ چاند ستارے قدم کی دھول
یہ وہ ہے جس کی ایک ہے بیٹی وہ ہے بتولؑ یہ ذات منتخب ہے رسولوں میں اک رسولؐ
مردوں میں مصطفیؐ تھے شریعت لیے ہوئے
یہ عورتوں میں آئیں ہدایت لیے ہوئے

(۴۵)

بنتِ رسولِ حق کی ہے دنیا میں لاجواب　　حق کی کنیز حق سے ملا ہے اسے خطاب
بنتِ نبیؐ ہے بارگہِ حق میں کامیاب　　پروردگار نے کیا شوہر کا انتخاب
داماد منتخب جو ملا ہے رسولؐ کو
شوہر خدا کے گھر سے ملا ہے بتولؑ کو

(۴۶)

بنتِ رسولِ حق کے ہیں اوصاف بے شمار　　یہ ذی شرف ہے مریمؑ و حوّا کا افتخار
یہ ماجرا سے بڑھ کے ہیں ذی عز و ذی وقار　　تعظیم جن کو دیتے تھے محبوبؐ کردگار
زوجہ ہے منتخب شہِ بدر و حنین کی
سب سے بڑا شرف ہے کہ ماں ہے حسینؑ کی

(۴۷)

یہ فاطمہؑ کے زوج کو عز و شرف ملا　　معراجِ بندگی پہ ہے یہ بندۂ خدا
فرما گئے ہیں سب سے زمانے میں مصطفیٰؐ　　ذکرِ علیؑ ہے ذکرِ نبیؐ، ذکرِ کبریا
مجلس کو اِنؑ کے ذکر سے زینت دیا کرو
اس ذکر سے خدا کی عبادت کیا کرو

(۴۸)

ذکرِ علیؑ میں زیست بسر کر رہا ہوں میں　　روشن چراغِ علم و ہنر کر رہا ہوں میں
تاریخ پر جو اپنی نظر کر رہا ہوں میں　　طے راہِ معرفت کا سفر کر رہا ہوں میں
یہ راہِ معرفت کا سفر لاجواب ہے
منزل جو اس سفر کی ہے وہ انتخاب ہے

(۴۹)

کعبہ وہ گھر خدا کا گھروں میں ہے انتخاب　　اس میں جو در بنا ہے دروں میں ہے انتخاب
جو سر جھکے یہاں وہ سروں میں ہے انتخاب　　شیدائی اس کا دیدہ وروں میں ہے انتخاب
دیدہ وری شعور بڑھاتی چلی گئی
حیدرؑ کے در پہ سر کو جھکاتی چلی گئی

(۳۰)

حیدرؑ کا ہے جو گھر وہ ہزاروں میں انتخاب　　اس گھر کی ہے بہار بہاروں میں انتخاب
اس گھر کا ہر نظارہ نظاروں میں انتخاب　　اس میں ستارا اترا ستاروں میں انتخاب
جو تیرہ بخت بھی درِ حیدرؑ تلک گیا
تارے کی طرح اس کا مقدّر چمک گیا

(۳۱)

قرآن ہے خدا کی کتابوں میں انتخاب　　کوثر کی ہے شراب شرابوں میں انتخاب
غیبت کا ہے حجاب حجابوں میں انتخاب　　خوابِ جلیلِ پاک ہے خوابوں میں انتخاب
کرب و بلا میں جلوۂ شبیرؑ دیکھیے
اس آئینے میں خواب کی تعبیر دیکھیے

(۳۲)

پھولوں میں اک گلاب کو دیکھا ہے منتخب　　جلووں میں ایک طور کا جلوا ہے منتخب
نبیوں میں اک رسولؐ ہمارا ہے منتخب　　سجدوں میں زیرِ تیغ وہ سجدا ہے منتخب
سجدے سے سر اٹھا نہ شۂ مشرقین کا
سجدوں میں انتخاب ہے سجدہ حسینؑ کا

(۳۳)

طیبہ ہے گر حرم کے مکینوں کی سرزمیں　　ہے کربلا بھی حق کے دفینوں کی سرزمیں
کعبہ ہے دینِ حق کے امینوں کی سرزمیں　　ہے سرزمینِ نجف کی نگینوں کی سرزمیں
دُرِ نجف عطائے درِ بوترابؑ ہے
گوہر یہ گوہروں میں عجب انتخاب ہے

(۳۴)

معراج کی وہ رات ہے راتوں میں انتخاب　　اس شب کی بات بات ہے باتوں میں انتخاب
اک ذاتِ مصطفیٰؐ ہے کہ ذاتوں میں انتخاب　　اک دستِ کبریا ہے کہ ہاتوں میں انتخاب
بندہ جو گفتگو کو زباں کھولنے لگا
دستِ خدا کے لہجے میں حق بولنے لگا

(۳۵)

نامِ علیؑ خدا کے ہے ناموں میں انتخاب　　قنبر علیؑ کے سارے غلاموں میں انتخاب
نہج البلاغہ سارے کلاموں میں انتخاب　　پہلا امام سارے اماموںؑ میں انتخاب
وہ سب رسولؐ پاک کے قائم مقام ہیں
جو مرتضیٰ کی نسل میں گیارہ امامؑ ہیں

(۳۶)

راہوں میں انتخاب ہے حیدرؑ کی رہگزار　　سرعت میں انتخاب ہے حیدرؑ کا راہوار
میداں میں انتخاب ہے حیدرؑ کی کارزار　　تیغوں میں انتخاب ہے حیدرؑ کی ذوالفقار
یہ ذوالفقار عدل کی میزان ہو گئی
نسلِ منافقین کی پہچان ہو گئی

(۳۷)

ہے منتخب کلامِ خدا ہر کلام سے　　بہتر ہے اک پیامِ خدا ہر پیام سے
ارفع ہے بس نظامِ خدا ہر نظام سے　　اعلیٰ ہے اک غلامِ خدا ہر غلام سے
اک بندۂ خدا کو نصیری خدا کہیں
یہ اُن کا انتخاب ہے ہم اُن کو کیا کہیں

(۳۸)

گر چاہتے ہو دین کے یاور کو دیکھنا　　نفسِ خدا و نفسِ پیمبرؐ کو دیکھنا
ہجرت کی شب رسولؐ کے بستر کو دیکھنا　　اور بسترِ رسولؐ پہ حیدرؑ کو دیکھنا
جو اپنی جان رکھ کے ہتھیلی پہ سو گیا
وہ ہو بہ ہو رسولؐ کی تصویر ہو گیا

(۳۹)

قرآن دے رہا ہے شہادت یہ بے مثال　　جو مرتضیٰ کی آلؑ ہے وہ مصطفیٰؐ کی آلؑ
کوئی کرے جو قولِ خدا میں بھی قیل وقال　　ہے اس کے قول وکلمہ و دیں پر یقیں محال
برحق وہی رسولؐ کا قائم مقام ہے
حق جس کو منتخب کرے بس وہ امامؑ ہے

(۴۰)

رہبر کا انتخاب کریں گے اگر بشر دنیا میں اپنا جیسا بنائیں گے راہبر
اس میں مفاد ہو گا جو انساں کا سربسر حرف آئے گا صداقتِ دینِ رسولؐ پر
خالق کو زیب دیتا ہے رہبر کا انتخاب
قطرہ نہ کر سکے گا سمندر کا انتخاب

(۴۱)

اس بات کا گواہ ہے منبر غدیر کا جو منتخب رسولؐ کے ہاتھوں سے ہو گیا
وہ نائبِ رسولؐ بحکم خدا بنا پھر اس نے جو بھی علم کا دعویٰ کیا بجا
خطبہ علیؑ کا ارض و سما پر محیط ہے
مولاؑ کا علم اتنا وسیع و بسیط ہے

(۴۲)

میدانِ خم میں ہو گیا مولاؑ کا انتخاب دشمن علیؑ کے ہو گئے جل بھن کے خود کباب
چہرے کھِل اٹھے مومنوں کے صورتِ گلاب موقع ہے یہ خوشی کا، پلا ساقیا شراب
میکش کو اپنے ساغرِ مے میں گلاب دے
جو منفرد ہو سب سے مجھے وہ شراب دے

(۴۳)

جو منتخب ہے ساری شرابوں میں وہ شراب جس کا ہے ذکر حق کی کتابوں میں وہ شراب
مدت سے جو چھپی ہے حجابوں میں وہ شراب اکثر نظر جو آتی ہے خوابوں میں وہ شراب
وہ مے پلا کہ نور کی تصویر دیکھ لوں
جامِ ولا میں خواب کی تعبیر دیکھ لوں

(۴۴)

وہ مے پلا جو کور کو بینائی بخش دے وہ مے پلا جو فکر کو گہرائی بخش دے
وہ مے پلا جو ذہن کو دانائی بخش دے وہ مے پلا جو دل کو توانائی بخش دے
اس میں قلم ڈبوؤں تو پتھر میں گاڑ دوں
نشہ بڑھے تو مرحبِ غم کو پچھاڑ دوں

(۴۵)

شیشے سے مثلِ نور جھلکتی ہوئی شراب   عکسِ رخِ حسیں سے دمکتی ہوئی شراب
ساغر میں دل کے آئے چھلکتی ہوئی شراب   غنچوں کے ساغروں میں مہکتی ہوئی شراب
منبر پہ ہو نصیب تو دل باغ باغ ہو
شاعر کا آسمانِ سخن پر دماغ ہو

(۴۶)

جو دل میں کربلا کو بسائے وہ مے پلا   جو چشمِ نم کو جام بنائے وہ مے پلا
اشکوں کے جو چراغ جلائے وہ مے پلا   جو مرثیے کی راہ دکھائے وہ مے پلا
جس مرثیے میں جلوۂ محشر دکھائی دے
کرب و بلا کا سامنے منظر دکھائی دے

(۴۷)

وہ مے پلا کہ وہ کروں لفظوں کا انتخاب   آجائے میری مرثیہ گوئی پہ خود شباب
کھنچ آئے بند بند میں اک سیلِ اضطراب   دل کا لہو بھی موج میں بل کھائے مثلِ آب
اہلِ عزا پہ مرثیہ اتنا اثر کرے
اک سیلِ اشک دل سے مژہ تک سفر کرے

(۴۸)

ساقی نے وہ شراب پلائی کہ بر ملا   منبر سے مجھ کو توسنِ تخئیل لے چلا
پہنچا میں جیسے ہی سرِ میدانِ کربلا   دیکھا شہادتوں کا دلیروں میں ولولا
یہ لوگ وہ تھے حق پہ جو قربان ہو گئے
سب مقصدِ حسینؑ کی پہچان ہو گئے

(۴۹)

ہیں کربلا کے چاند ستارے نگاہ میں   ہر بن کے ہیں شہید حسینیؑ سپاہ میں
گزرے جو اپنی جاں سے صداقت کی راہ میں   دین و کتاب سب ہیں انھیں کی پناہ میں
ہر ایک منتخب ہے شہادت کے باب میں
ان سب کا ذکر آیا ہے ام الکتاب میں

(۵۰)

کیا دشتِ کربلا میں ہوا کیا بیاں کروں ہر ظلم و جور فوجِ جفا کا بیاں کروں
بے شیر کی شہادتِ کبریٰ بیاں کروں شبیرؑ کی شہادتِ عظمیٰ بیاں کروں
ہر اک شہیدِ راہِ خدا کامیاب ہے
فوجوں میں فوجِ سبطِ نبیؐ انتخاب ہے

(۵۱)

اک وہ شہیدِ جانِ شہیدانِ کربلا جو چند ساعتوں کو تھا مہمانِ کربلا
خود جس کے منتظر رہے سلطانِ کربلا حُرِ جری ہراولِ میدانِ کربلا
جس کو گلے لگایا تھا سبطِ رسولؐ نے
جس کو سلام بھیجا تھا بنتِ بتولؑ نے

(۵۲)

کچھ وہ شہید شاہ کے انصارِ باوفا جن کی وفا پہ شہ کو مکمل یقین تھا
سب باری باری ہو گئے شبیرؑ پر فدا ہے افتخار اُن کے لیے شہ کا یہ کہا
جیسے یہ جاں نثار ہیں جانِ بتولؑ کے
اصحاب تھے نہ ایسے خدا کے رسولؐ کے

(۵۳)

تھا اک شہیدِ سیّدِ مظلوم کا حبیبؓ شبیرؑ کا فدائی، خوش انجام، خوش نصیب
پیری میں اس کا جوشِ شجاعت بھی تھا عجیب شہ پر نثار ہو گیا غربت میں جو غریب
جنت کے ساکنوں کی نشانی اسے ملی
میدانِ کربلا میں جوانی اسے ملی

(۵۴)

کم سن تھے دو شہید جو زینبؑ کے نونہال میدانِ کارزار میں دونوں تھے باکمال
دادا کی اک مثال تھا، نانا کی اک مثال اک جعفری جلال تھا، اک حیدری جلال
کی جنگ کمسنی میں عجب آن بان سے
جعفر کی شان سے کبھی حیدرؑ کی شان سے

(۵۵)

ماں دیکھتی تھی خیمے سے ان کی لڑائیاں   میدانِ کارزار میں معجزنمائیاں
دو نیمچوں سے فوجِ عدو کی صفائیاں   آخر قضا نے ختم کیں جنگ آزمائیاں
بھائی پہ دونوں بیٹوں کو صدقے اتار کے
ہمشیر شکر کرتی تھی پروردگار کے

(۵۶)

اک وہ شہید قاسمِ نوشاہ جس کا نام   دیتے نہ تھے وغا کی اجازت جسے امام
جس وقت آیا باپ کا تعویذ اُس کے کام   رخصت ہوا وغا کے لیے پھر وہ تشنہ کام
یوں کربلا میں قاسمِ مضطر کی جنگ تھی
جیسے جمل میں حضرتِ شبّرؑ کی جنگ تھی

(۵۷)

اس پر میانِ جنگ مصیبت ہوئی کمال   زندہ تھا جب فرس سے گرا تھا یہ نونہال
اس ظلم کی زمانے میں ملتی نہیں مثال   مقتل میں جیتے جی ہوا گھوڑوں سے پائمال
چادر میں جمع کر کے تنِ پاش پاش کو
مقتل سے کیسے لائے تھے شہؑ اس کی لاش کو

(۵۸)

اور اک شہیدِ ظلم وہ عباسؑ نیکنام   کہتے تھے خود کو فخر سے شبیرؑ کا غلام
ایسے غلامِ اہلِ وفا کے تھے جو امام   شہؑ تشنہ کام تھے تو رہے خود بھی تشنہ کام
پایا علم تو شہؑ کے علمدار ہو گئے
بازو کٹے تو جعفرِ طیارؑ ہو گئے

(۵۹)

عباسؑ وہ کہ ثانیِ حیدرؑ کہیں جنھیں   کرب و بلا کا شیرِ غضنفر کہیں جنھیں
سالارِ فوجِ دینِ پیمبرؐ کہیں جنھیں   میداں میں زورِ بازوئے سرورؑ کہیں جنھیں
آقا سے پوچھ لے کوئی عظمت غلام کی
عباسؑ ڈھال تھے شہِؑ عالی مقام کی

(۶۰)

دریا سے مشک بھر کے چلے جب سوئے حرم دریا پہ مشک بھرنے گئے تھے یہ ذی حشم
بازو کٹے تو خاک پہ ٹھنڈا ہوا علم دشمن نے چھپ کے راہ میں بازو کیے قلم
ناوک لگا تو بہہ گیا پانی زمین پر
غازی نہ پھر سنبھل سکے گھوڑے کی زین پر

(۶۱)

اٹھارویں بہار میں بانو کا پھول تھا اک وہ شہید تھا جو شبیہِ رسولؐ تھا
اس کو عروسِ مرگ سے ملنا قبول تھا آیاتِ حسن و عشق کا اس پر نزول تھا
اس سن میں اس کو جاں سے گزرنے کا شوق تھا
بس نصرتِ حسینؑ میں مرنے کا شوق تھا

(۶۲)

شہؑ کہتے تھے کہ تم ہو پیمبرؐ کی یادگار رخصت طلب جو شاہؑ سے کرتا تھا جاں نثار
مانگو نہ اذن ، ہوتا ہے دل میرا بیقرار تم بن جیے گی کس طرح زینبؑ جگر فگار
ناناؐ کی دید ہوتی ہے جب تم کو دیکھ کر
بیٹا درود پڑھتے ہیں سب تم کو دیکھ کر

(۶۳)

رنجیدہ شکلِ اہلِ حرم کو دکھائی ہے تقدیر پھر حرم میں جو اکبرؑ کو لائی ہے
ہم شکلِ مصطفیٰؐ کی تمنا بر آئی ہے زینبؑ نے بڑھ کے بھائی سے رخصت دلائی ہے
نصرت جو دینِ حق کی تھی دل کی اُمنگ میں
ایسے لڑے کہ جیسے محمدؐ ہوں جنگ میں

(۶۴)

برچھی لگی تو دی یہ صدا جبرئیلؑ نے کی جنگ ہم شبیہِ رسولِؐ جمیل نے
تعبیرِ خواب دی ہے خدائے جلیل نے دیکھا ہے کربلا کو منیٰ سے خلیلؑ نے
تر خون سے شبیہِ رسولِ کریمؐ ہے
پوتا علیؑ کا وارثِ ذبحِ عظیم ہے

(۶۵)

حیراں ملائکہ ہوئے ، سکتے میں سب نبیؐ دیکھا کیے خلیلؑ بھی ہمت حسینؑ کی
برچھی کی جو انی دلِ اکبرؑ میں تھی گڑی لے کر علیؑ کا نام وہ سرورؑ نے کھینچ لی
دنیا کو یوں بھی صبر دکھایا حسینؑ نے
لاشہ جواں پسر کا اٹھایا حسینؑ نے

(۶۶)

اک وہ شہید جس پہ امامت کو ناز تھا حیدرؑ کو اور اُن کی شجاعت کو ناز تھا
سلطانِ کربلاؑ کی بصیرت کو ناز تھا ذوقِ جہاد و روحِ شہادت کو ناز تھا
دستِ پدر پہ راہِ شہادت کو طے کیا
چھ ماہ میں ابد کی مسافت کو طے کیا

(۶۷)

میداں میں اس کو لائے تھے شہؑ اپنے ہات پر اس کی نظر جمی تھی شہِؑ کائنات پر
غالب تھی گو کہ تشنگی اس خوش صفات پر سایہ بھی اس نے اپنا نہ ڈالا فرات پر
تھا موجزن لہو میں جو مقصد حسینؑ کا
دل میں تھا عزم فاتحِ بدر و حنین کا

(۶۸)

ہاتھوں پہ شہؑ کے ننھا مجاہد تھا شاہؑ کا ہدیہ تھا آخری جو شہِؑ حق پناہ کا
یہ آخری دلیر تھا شہؑ کی سپاہ کا کاری تھا وار جس کی زباں و نگاہ کا
یاں تیر حرملہ کا نشانہ صغیر تھا
واں حرملہ پہ اس کا تبسم ہی تیر تھا

(۶۹)

جب یہ ہوا شہید تو تنہا ہوئے حسینؑ سجدے میں قتل ہو گئے پھر شاہِ مشرقین
تھیں رن میں بیقرار جو لاشوں کے بین بین گویا ہوئیں رسولؐ خدا کی وہ نورِ عین
اے کربلا شہید ترے کامیاب ہیں
قربانیاں حسینؑ کی سب انتخاب ہیں

(۷۰)

لاشے پڑے ہوئے ہیں جو مقتل میں جابجا　بے گور و بے کفن ہیں شہیدانِ باوفا
مظلومیٔ حسینؑ پہ روتی ہیں فاطمہؑ　بےچین و بےقرار ہیں وہ غم کی مبتلا
دشتِ بلا میں کیسے سکوں پائیں فاطمہؑ
انصاف کی طلب میں کہاں جائیں فاطمہؑ

(۷۱)

اللہ کی جہاں میں حکومت کہاں پہ ہے　ایماں بدوش سچی قیادت کہاں پہ ہے
انسان کے لہو میں شرافت کہاں پہ ہے　دنیا بتائے ایسی عدالت کہاں پہ ہے
حق کی کنیز کا دلِ صدچاک سِل سکے
بنتِ رسولؐ کو جہاں انصاف مِل سکے

(۷۲)

مقتل کی سرزمین پہ زہراؑ تھیں بےقرار　ہاتف کی دفعتاً یہ صدا آئی ایک بار
انصاف کے لیے ہو قیامت کا انتظار　اُس دن سے فاطمہؑ کا مسلسل ہے یہ شعار
دل اپنا بےقرار جو پاتی ہیں فاطمہؑ
ہر مجلسِ حسینؑ میں آتی ہیں فاطمہؑ

(۷۳)

اہلِ عزا سنیں یہ قیامت کا ماجرا　محشر میں ہو گا تختِ عدالت پہ جب خدا
سب لوگ آنکھیں بند کریں، آئے گی صدا　اس حکمِ کبریا کے ہیں پابند انبیا
محشر میں پردے دار کوئی آنے والی ہے
سوغاتِ کربلا وہ عجب لانے والی ہے

(۷۴)

آنے کو اب یہاں پہ ہیں زہراؑ فلک وقار　آنکھوں کو بند کیجیے محبوبِ کردگار
بولیں گے یہ رسولِ خدا ہو کے بےقرار　زہراؑ تو میری بیٹی ہے اے ربِ روزگار
بولے گا رب کہ سامنے منظر وہ آئے گا
بیٹی کا حال تم سے بھی دیکھا نہ جائے گا

(۷۵)

خاتونِ خلد آئیں گی محشر میں یوں نظر ‏ اک ہاتھ میں تو بازوئے عباسؑ نامور
اور دوسرے میں کرتۂ☆ اصغرؑ لہو میں تر ‏ کیا ہوگا، پھر کہیں گی جو زہراؑ اٹھا کے سر
یارب قسم ہے خونِ شہِ مشرقین کی
انصاف تجھ سے مانگتی ہے ماں حسینؑ کی

(۷۶)

نیّرؔ قلم کو روک کہ محشر بپا ہوا ‏ رونے کی آرہی ہے ہر اک سمت سے صدا
تو نے جو ہے خلوص سے یہ مرثیہ کہا ‏ کرلیں قبول فاطمہ زہراؑ یہ کر دعا
خود مادرِ حسینؑ کہیں لاجواب ہے
سب مرثیوں میں مرثیہ یہ انتخاب ہے

جنتِ ارضی

رونق میں شہیدِ حق کا میرِ کارواں ہونا ‏ عجب ہے فیضِ سردارِ جوانانِ جناں ہونا
یہ جنت ہے زمیں کربلا تم جس کو کہتے ہو ‏ یہاں دیکھو حبیبؑ ابنِ مظاہر کا جواں ہونا

قرآں واہلبیت

اب عشق کبریا کی کوئی انتہا نہیں ‏ خنجر تلے بھی سجدۂ خالق قضا نہیں
یہ بات نوکِ نیزہ پہ فرمائی شاہؑ نے ‏ قرآن و اہلبیتؑ کہیں پہ جدا نہیں

مہلت

شیشۂ دل کی کدورت جو مٹا دی تو نے ‏ خواب میں خلد کی تصویر دکھا دی تو نے
بندگی کے لیے اک شب کی وہ مہلت کہ حسینؑ ‏ حر کی سوئی ہوئی تقدیر جگا دی تو نے

☆ کرتہ فیروز اللغات میں فارسی لفظ لکھا ہے جبکہ یہ مرثیہ میں نے ڈاکٹر یاور عباس صاحب کے عشرۂ مراثی میں پیش کیا تو ڈاکٹر ہلال نقوی موجود تھے، بعدِ ختمِ مجلس انھوں نے الگ بلا کر مجھے بتایا کہ یہ ہندی لفظ ہے۔ میں نے ان سے اسی وقت عرض کیا کہ نہیں لغت میں فارسی لکھا ہے۔ اس کے بعد میں نے ماہرِ لسانیات پروفیسر ڈاکٹر نعیم نقوی صاحب سے معلوم کیا جو میرے ایم اے کے استاد تھے کہ ہلال بھائی یہ کہہ رہے تھے۔ تو انھوں نے بتایا کہ یہ ترکی زبان کا لفظ ہے اور ترکی سے فارسی میں آیا اور فارسی میں مستقل ہے۔ کیونکہ مجھے مرثیے کی زبان میں کرتہ ہی اچھا لگا اس لیے میں نے فیروز اللغات کی سند کے بعد اضافت سے باندھا اور نہ قبا اول لفظ جامۂ اصغر بھی ہے۔ میں جناب ڈاکٹر ہلال نقوی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے تحقیق کا موقع فراہم کیا۔

مرثیہ بعنوان یاد اور بھول

مطلع: مرحبا صلِ علیٰ یادِ نبی آتی ہے

تعدادِ بند: ۹۹

سنِ تصنیف: ۱۹۸۸ء

درحال: ذکرِ پنجتنِ پاکؑ مصائب کربلا، اسیری، رہائی، آمدِ مدینہ اور قبرِ رسول پر حضرت زینبؑ کے بین

خامہ اب روک لے نیّرؔ ، نہیں دل پہ قابو
کتنے شبیرؑ کے غم میں ہیں غموں کے پہلو
آنکھوں سے بہتے ہیں اِس غم میں مسلسل آنسو
فیض زینبؑ کا ہے یہ غم جو ہے پھیلا ہر سو
عمر بھر بھائی کے غم کو نہ بھلایا اُسؑ نے
یادِ شبیرؑ میں دنیا کو رُلایا اُسؑ نے

سلام

استفادہ جب کیا میں نے کبھی تفسیر سے
تب مزا قرآں کا آیا مدحتِ شبیرؑ سے

شہ رگِ شبیرؑ کیا کٹتی بھلا شمشیر سے
کٹ گئی شمشیرِ ظالم شہ رگِ شبیرؑ سے

کربلا جانا ہو میرا گر کسی تدبیر سے
پھر وہیں کا ہو رہوں میں اے خدا تقدیر سے

آ کے فطرس مس ہوا گہوارۂ شبیرؑ سے
بال و پر اس کو ملے آزاد ہے تقصیر سے

کوئی کہہ دے حُر سے جا کر یہ کسی تدبیر سے
مجھ کو بھی آواز دے لے بخششِ شبیرؑ سے

میں نے یہ اعجاز پایا مدحتِ شبیرؑ سے
خلد اپنے نام کر لی اپنی ہی تحریر سے

فیضِ منیرؔ یہ ملا ذکرِ غمِ شبیرؑ سے
زندگی محفوظ ہے اب گردشِ تقدیر سے

جو تعلق خواب کو ہے خواب کی تعبیر سے
ہے خلیل اللہ کو نسبت وہی شبیرؑ سے

کربلا میں یہ سبق ہم کو ملا شبیرؑ سے
زندگی اپنی گزارو عزت و توقیر سے

ہو نہیں سکتی کبھی داخل حصارِ ظلم میں
فکر کو باندھا ہے میں نے نور کی زنجیر سے

کربلا اور سامرا مشہد مدینہ اور نجف
جنتیں کتنی ملی ہیں خوبیٔ تقدیر سے

بیعتِ فاسق کریں شبیرؑ ممکن ہی نہیں
شام کو نسبت ہی کیا ہے صبح کی تنویر سے

ہم نہیں اٹھیں گے خالی ہاتھ دنیا سے کبھی
ہاتھ وابستہ رہیں گے دامنِ شبیرؑ سے

میں سگِ کوئے حسینؑ ابنِ علیؑ ہوں اس لیے
خلد میں جانے کا رستہ پاؤں گا قطمیر سے

گلشنِ اسلام میں تازہ بہار آنے کو ہے
کربلا کے دشت میں خونِ رگِ شبیرؑ سے

کربلا کی خاک ہے اب سجدہ گاہِ خاص و عام
زندگی سجدوں نے پائی سجدۂ شبیرؑ سے

کربلا میں وہ کیا اقدام تو نے اے حسینؑ
ہو گیا آزاد انساں جبر کی زنجیر سے

ایک چہرہ نور کا میں دیکھتا ہوں خواب میں
خواب کو یارب ملا دے خواب کی تعبیر سے

مدحتِ شبیرؑ ہے ایسا شرف ایسا وقار
ہم کو ہر توقیر حاصل ہے اسی توقیر سے

کربلا قربانیٔ شبیرؑ کی تعمیر ہے
حشر تک دینِ خدا قائم ہے اس تعمیر سے

از محمدؐ تا محمدؐ سلسلہ ہے نور کا
چودہ آئینے ہیں روشن ایک ہی تنویر سے

شام کی ظلمت کو کیا معلوم تھا یہ حشر تک
روشنی پھیلے گی اتنی جلوۂ شبیرؑ سے

مدحتِ سردارِ جنت جب بھی کاغذ پر لکھی
بوئے باغِ خلد آئی ہے مری تحریر سے

خرصفت جو شخص چاہے اپنے دامن میں بھرے
مل رہی ہے دولتِ ایماں درِ شبیرؑ سے

لکھ دے میرے نام دو گز ہی زمینِ کربلا
ہے گزارش صرف اتنی کاتبِ تقدیر سے

بے ردائی میں بھی ہیں دینِ خدا کے پردے دار
چادرِ تطہیر والے چادرِ تطہیر سے

کربلا کی ہے شہادت رہتی دنیا کے لیے
زندگی دیں کو ملی ہے فاطمہؑ کے شیر سے

میں تو منیرؔ وہ ستارا آسمانِ فن کا ہوں
مستقل جو ضوفشاں ہے مدحتِ شبیرؑ سے

یاد اور بھول

مرحبا صلِ علیٰ یادِ نبیؐ آتی ہے   اس کے سائے میں مری فکر جلا پاتی ہے
مدحِ محبوبِ الٰہی جو بہت بھاتی ہے   زندگی پھول کی مانند کھلی جاتی ہے
یادِ سرکارؐ کو کیوں دل سے مٹادوں گا میں
موت آجائے گی گر انؐ کو بھلا دوں گا میں

(۲)

سیرتِ احمدِؐ مختار بھلاؤں کیونکر   ان کی شیرینیٔ گفتار بھلاؤں کیونکر
دل سے مداحیٔ سرکار بھلاؤں کیونکر   اور فرزدق کا یہ کردار بھلاؤں کیونکر
کم سے کم بات مجھے کام کی کوئی آئی
نعت گوئی سے مجھے مرثیہ گوئی آئی

(۳)

حسنِ اخلاقِ محمدؐ میں لگا ہے مرا دل   سہل ہے میرے لیے راہِ عمل کی منزل
اس سے ہٹ جاؤں تو ہستی کا ہے کتنا مشکل   ہر تمنا کا مری صرف یہی ہے حاصل
خود کو میں آپؐ کی یادوں میں بھلا لوں آقاؐ
زندگی آپؐ کے کردار میں ڈھالوں آقاؐ

(۴)

یادِ آقاؐ کی ہمہ وقت مرے دل میں رہے   جیسے منزل کا نشاں جادۂ منزل میں رہے
حرفِ مدحت کی طلب بندۂ کامل میں رہے   بھیک الفاظ کی اب کاسۂ سائل میں رہے
ہر سخنور سے جدا ہو مرا اندازِ سخن
مدحِ سرکارؐ سے کرتا ہوں میں آغازِ سخن

(۵)

مدحتِ احمدِؐ مختار کرو اے نیّر ۔۔۔ یاد سرکارؐ کا کردار کرو اے نیّر
فکر کو مطلعِ انوار کرو اے نیّر ۔۔۔ گویا قرآن کی گفتار کرو اے نیّر

مدحِ محبوبِ الٰہی کا یہ سرمایا ہے
انؐ کی توصیف میں قرآن میں آیا ہے

(۶)

آیا والشمس میں ہے آپؐ کے چہرے کا جمال ۔۔۔ اور واللیل ہے سرکار کی زلفوں کی مثال
انؐ کے چہرے کی تجلی سے چمکتا ہے ہلال ۔۔۔ کس کو حاصل ہے زمانے میں بھلا ایسا کمال

دیکھ کر انؐ کو ملک صلِ علیٰ کہتے ہیں
یہ ہے معراج کہ محبوبِؐ خدا کہتے ہیں

(۷)

کتنا احسان ہے مجھ پر مرے مالک تیرا ۔۔۔ اپنے ممدوحؐ کی مدحت کا قرینہ بخشا
تیرے محبوبؐ کی معراج کو جب یاد کیا ۔۔۔ تیرے ممدوحؐ کا میں نے بھی قصیدہ لکھا

ایسا ممدوحؐ کرم مجھ پہ جو کر دیتا ہے
دامنِ فکر مضامین سے بھر دیتا ہے

(۸)

علم کا شہر ہے وہؐ، علم ہے اس کی محفل ۔۔۔ اس کی محفل میں جو انسان بھی ہوگا شامل
علم کے نور سے بھر جائے گا خود اُس کا دل ۔۔۔ دہر میں بوذر و سلمان ہیں اُس کے سائل

ایسے کشکول وہ سائل کے بھرا کرتا ہے
ظرف قطرے کو سمندر کا عطا کرتا ہے

(۹)

عالمِ جہل ہے جس سے تہ و بالا وہ رسولؐ ۔۔۔ علم کا پھیل گیا جس سے اجالا وہ رسولؐ
جس نے بھٹکے ہوئے لوگوں کو سنبھالا وہ رسولؐ ۔۔۔ جس نے ہر کفر کے طوفان کو ٹالا وہ رسولؐ

بت پرستی کو بہر طور مٹانے آیا
نورِ وحدت سے زمانے کو سجانے آیا

(۱۰)

جس نے سوئے ہوئے ذہنوں کو جگایا وہ رسولؐ　　جس نے ہر علم کی مشعل کو جلایا وہ رسولؐ
جس نے انساں کو رہِ حق پہ لگایا وہ رسولؐ　　جس نے انسان کو انسان بنایا وہ رسولؐ
نوعِ انساں کو جو اک درسِ عمل دیتا ہے
اپنے کردار سے فطرت کو بدل دیتا ہے

(۱۱)

جو خدائی میں خدا کا رہا حامی وہ رسولؐ　　جس سے تھرّا گیا ہر دورِ غلامی وہ رسولؐ
جس سے ہر نقشِ اخوت ہے دوامی وہ رسولؐ　　مصطفیٰؐ جس کا ہے اک اسم گرامی وہ رسولؐ
جس نے آئینۂ افکارِ بشر صاف کیا
اُسؐ کے کردار نے تاریخ سے انصاف کیا

(۱۲)

جو یتیموں کا، غریبوں کا سہارا وہ رسولؐ　　نوعِ انساں کی جو قسمت کا ستارا وہ رسولؐ
ساری دنیا جسے کہتی ہے ہمارا وہ رسولؐ　　میں یہ کہتا ہوں ہمارا نہ تمھارا وہ رسولؐ
وہ ہے محبوبؐ خدا کا تو خدائی اس کی
دونوں عالم میں ہے یوں جلوہ نمائی اس کی

(۱۳)

جسؐ نے انصاف کی مشعل کو جلایا وہ رسولؐ　　جسؐ نے کردار سے ظلمت کو مٹایا وہ رسولؐ
جس کا سب ذکر ہے قرآن میں آیا وہ رسولؐ　　جس کا ڈھونڈے نہیں ملتا ہمیں سایا وہ رسولؐ
فیضِ معبود سے خادم ہیں اسیؐ کے ہم لوگ
زیرِ سایہ ہیں رسولِ عربی کے ہم لوگ

(۱۴)

منبعِ نورِ ازل جس کی ہے ہستی وہ رسولؐ　　جس کی رحمت ہے ہر اک سمت برستی وہ رسولؐ
جس سے برباد ہوئی کفر کی بستی وہ رسولؐ　　جس سے تھرائی ہے سرمایہ پرستی وہ رسولؐ
جو مساوات کا دنیا کو سبق دیتا ہے
اس کا منشور ہی حقدار کو حق دیتا ہے

(۱۵)

جو رسولوں میں رسالت کی گواہی وہ رسولؐ　　جو خدائی میں ہے وحدت کی گواہی وہ رسولؐ
جو اذانوں میں عبادت کی گواہی وہ رسولؐ　　جو شریعت میں قیامت کی گواہی وہ رسولؐ

منفرد جملہ رسولوں میں پیمبرؐ ہے وہؐ
روزِ محشر کی قسم شافعِ محشر ہے وہؐ

(۱۶)

جس نے انسان کے افکار کو گہرائی دی　　آنکھ کو نور دیا ، قلب کو بینائی دی
جو بھی تھے گنگ انھیں قوتِ گویائی دی　　پھول پھر پھول ہیں، خاروں کو بھی رعنائی دی

نرم دل لوگوں کو اعجازِ تکلم بخشا
سنگ دل لوگوں کو اندازِ تبسم بخشا

(۱۷)

سرمۂ چشمِ بشر جس کے کفِ پا کی خاک　　جس کی اک چشمِ کرم سے ہوا روشن ادراک
جس پہ بازاروں میں پھینکے گئے خس اور خاشاک　　صبر پر صبر وہ کرتے رہے شاہِ لولاک

رحمتِ کل تھے، مصائب سے نہیں ڈرتے تھے
لوگ کرتے تھے ستم اور یہؐ کرم کرتے تھے

(۱۸)

پیروی جس کی ہے دنیا کے لیے راہِ نجات　　جس کی سیرت ہے زمانے کے لیے عینِ حیات
جس کی قرآن میں تحریر نظر آئیں صفات　　یعنی یٰسینؐ کی صورت ہیں قرآنی آیات

ایسے عابد سے عبادت کا طریقہ سیکھو
بندگی کے لیے جینے کا سلیقہ سیکھو

(۱۹)

جس نے انسان کے اذہان کیے ہیں تبدیل　　تیرہ بختوں کے لیے جس نے جلائی قندیل
اپنی ہی ذات کو دنیا میں بنا کر تمثیل　　ذہن بھی وضع کیے، دل بھی کیے ہیں تشکیل

علم کا نور یہ خورشید جو برساتا ہے
انقلابات زمانے میں لیے آتا ہے

(۲۰)

مرکزِ رشد و ہدایت ہیں ہمارے آقاؐ سر بسر سایۂ رحمت ہیں ہمارے آقاؐ
بخدا حق کی مشیت ہیں ہمارے آقاؐ عقل کو علم کی دولت ہیں ہمارے آقاؐ

عَلَمِ فہم و فراست جو اِدھر سے نکلا
ذہن بیدار ہوئے ، علم کا سورج نکلا

(۲۱)

کعبۂ فکر میں اک مصحفِ قرآنِ مبیں علم کے باب میں اک شہر ہے یہ ذاتِ متیں
گوشۂ دل میں مکیں ہو تو مکمل ہو یقیں اِن کا ثانی کوئی کونین میں ممکن ہی نہیں

جملہ اوصاف رسولوں کے سمیٹے آئے
جامۂ فقر کو وہ تن سے لپیٹے آئے

(۲۲)

جہل کے آئینے میں شکلِ جہالت دیکھو کیسی انسان کو انساں سے تھی نفرت دیکھو
ایسے عالم میں مگر چشمۂ رحمت دیکھو فیضِ سرکارؐ دو عالم کی بدولت دیکھو

ذہنِ انساں سے جہالت کے اندھیرے نکلے
افقِ دل پہ محبت کے سویرے نکلے

(۲۳)

میرے آقاؐ نے یہ انسان کو عزت بخشی عقل کو نور دیا علم کی دولت بخشی
نفرتیں مٹ گئیں کچھ ایسی اُخوت بخشی فیضِ معبود سے وہ قوتِ وحدت بخشی

جامِ توحید پلائے ہیں جو بت خانوں میں
زلزلے آنے لگے کفر کے ایوانوں میں

(۲۴)

ذاتِ واجب کی قسم حاصلِ ایماں ہیں وہیؐ سب رسولوں کی قسم شاہِ رسولاں ہیں وہیؐ
لفظ و معنی کی قسم معنیِ قرآں ہیں وہیؐ نورِ یزداں کی قسم منبعِ عرفاں ہیں وہیؐ

امتیازِ حق و باطل کا پتا ملتا ہے
آپؐ کے در سے خدائی کو خدا ملتا ہے

(۴۵)

جس کی گفتار پہ ہر صوت و صدا فخر کرے جسن وہ جس پہ کہ یوسف کی ادا فخر کرے
ہل اتیٰ جس کی سخاوت پہ سدا فخر کرے کیوں نہ اس در کی گدائی پہ گدا فخر کرے

بھیک لینے کو یہاں عرش نشیں آتے ہیں
در پہ سرکارؐ کے جبریلِ امیں آتے ہیں

(۴۶)

میں کہاں اور کہاں ذکرِ مرے آقاؐ کا پھر بھی کرتا ہوں محمدؐ کی ثنا صلِ علیٰ
ان کی توصیف میں قرآن مکمل آیا مجھ سے کس طرح مکمل ہو محمدؐ کی ثنا

انؐ کے اوصاف رقم کوئی نہیں کر سکتا
ایک کوزے میں سمندر کو نہیں بھر سکتا

(۴۷)

حق کا پیغامِ زمانے کو محمدؐ نے دیا جو مشیت نے کہا ہے وہی آقاؐ نے کہا
زندگی کیسے گزارو یہ بتایا بخدا ہائے! وہ لوگ کہ جو بعدِ رسولؐ دوسرا

ذہنِ خوابیدہ کو کچھ اور سُلا بیٹھے ہیں
قولِ پیغمبرؐ اسلام بُھلا بیٹھے ہیں

(۴۸)

بات یہ احمدِ مختار نے امت سے کہی ایک قرآن ہے اور دوسری عترتؑ میری
پیروی دونوں کی کرنا ہے تمھیں بعدِ نبیؐ وائے! آقاؐ کے گزرتے ہی یہ امت بدلی

گوشۂ دل میں یہ قرآن لیے بیٹھی تھی
اور عترتؑ کو فراموش کیے بیٹھی تھی

(۴۹)

عترتِ احمدِ مختار تھی اولادِ بتولؑ پھول زہراؑ کے جو تھے باغِ نبوت کے تھے پھول
ان کی ہستی میں رچے سیرتِ احمدؐ کے اصول ان کی ہستی تھی زمانے کے لیے مثلِ رسولؐ

دینِ اسلام کی تصویر بنی تھی گویا
آلؑ قرآن کی تفسیر بنی تھی گویا

(۳۰)

آئینہ دل میں مودت کا سجا رکھا ہے زیست کو مرکزِ انوار بنا رکھا ہے
لفظ و معنی کے دریچے کو کھلا رکھا ہے ذہنِ خوابیدہ کو اس طرح جگا رکھا ہے
جب بھی اسلام کی تاریخ کو دہراتے ہیں
جملہ اوصافِ پیمبرؐ ہمیں یاد آتے ہیں

(۳۱)

منبعِ جود و کرم ہے وہ رسولوں کا رسولؐ اس نے ہی وضع کیے زیست کے زرین اصولؐ
اس پہ ہوتا ہی رہا رحمتِ باری کا نزول ایک بیٹی اسے دی حق نے کہ تھا نام بتولؑ
رات دن الفتِ زہراؑ کا یہ دم بھرتے تھے
اُنؑ کی تعظیم رسولؐ عربی کرتے تھے

(۳۲)

اپنی بیٹی کو نبیؐ پیار کیا کرتے تھے دم بہ دم دیکھ کے بیٹی کو جیا کرتے تھے
صبح دم اُس کو سلامی بھی دیا کرتے تھے کام یہ حسنِ بصیرت سے لیا کرتے تھے
فاطمہؑ زہرا کی صورت سے محبت کرنا
اس طرح روز خدیجہ کی زیارت کرنا

(۳۳)

یہ وہ بیٹی ہے کہ دنیا میں نہیں جس کی مثال اس کی اولاد زمانے میں محمدؐ کی ہے آلؑ
اس کی توصیف کو افضل ہے فقط ایک کمال جس کو حاصل نہ ابھی ہے نہ کبھی ہوگا زوال
انؑ کی اولاد سے تا حشر مودّت کرنا
فرض ہے تم پہ، ادا اجرِ رسالت کرنا

(۳۴)

ہل اتیٰ میں ہے رقم انؑ کی سخاوت کا بیاں آیا تطہیر کی سورت میں طہارت کا بیاں
آیا کوثر میں ہے اولاد کی کثرت کا بیاں آیا والنجم میں ہے عظمت و رفعت کا بیاں
اس کا قرآن میں آیا ہے اشارا دیکھو
انؑ کے گھر عرش سے اترا ہے ستارا دیکھو

(۳۵)

گو شہنشاہِ ولایت ہے لقب شوہر کا جو کی روٹی پہ گزارا کیا پھر بھی بخدا
درس دنیا کو قناعت کا بہر طور دیا اس قناعت میں سخاوت کا بھرم بھی رکھا
ہاتھ خالی کبھی در سے کوئی جانے نہ دیا
نام کو حرف سخاوت پہ بھی آنے نہ دیا

(۳۶)

یہ وہ ہستی ہے لقب جس کا ہے خاتونِ جناں اس کے پہلو سے ہوئے علم کے دریا بھی رواں
نازشِ مریم و سارہ ہے وقارِ نسواں فخر کیونکر نہ کرے گیارہ اماموں کی ہے ماں
مصطفیٰؐ سامنے جب آتا ہوا پاتے تھے
فاطمہؑ کے لیے تعظیم کو اٹھ جاتے تھے

(۳۷)

آپؑ کی مدح و ثنا مجھ سے بیاں ہو کیونکر آپؑ محبوبِ الٰہی کی ہیں یکتا دختر
آپؑ کے گھر میں فلک سے اتر آیا اختر آپؑ خاتونِ جناں، ساقیِ کوثر شوہر
نسبتِ خلد سے رتبے یہ بہم دیکھے ہیں
وصف قرآن میں دونوں کے رقم دیکھے ہیں

(۳۸)

کفر و الحاد کے دونوں نے ہیں توڑے دھاگے منکرِ دینِ خدا دونوں سے ڈر کے بھاگے
دونوں سے دینِ پیمبرؐ کے مقدر جاگے دونوں کے دم سے چلی نسلِ پیمبرؐ آگے
ہستیاں ایسی کہ قرآن سمجھ کر سمجھے
دیکھ کر ان کو بشر معنیِ کوثر سمجھے

(۳۹)

ہستیاں وہ ہیں کہ دونوں کو دیا حق نے خراج ان سے گر آیۂ تطہیر نے پائی معراج
وہ بنے بنتِ پیمبرؐ کے جہاں میں سرتاج وہ پیمبرؐ کا مزاج اور یہ خدیجہ کا مزاج
کام دنیا میں محبت سے لیا کرتے تھے
دونوں اک دوسرے پہ جان دیا کرتے تھے

(۴۰)

وہ درِ علم نبیؐ ، یہ ہے خدیجہ کا شعور　　وہ محمدؐ کی تجلی ، یہ خدیجہ کا ہے نور
مطمئن وہ بھی ہیں اور یہ بھی بہت ہیں مسرور　　خلد میں دونوں کی خدمت کو ہیں حوریں مامور
ان کو خاتونِ جناں برسرِ محشر کہیے
اُن کو کوثر کی قسم ساقیِ کوثر کہیے

(۴۱)

نگہِ حق میں ہیں دونوں کے مراتب یکساں　　ایک ہے حق کی کنیز، ایک ہے شیرِ یزداں
ان سا دنیا میں بھلا صاحبِ اولاد کہاں　　ان کے دو لال ہیں سردارِ جوانانِ جناں
فیضِ خالق سے یہ دونوں میں بڑائی دیکھی
دونوں کے قبضۂ قدرت میں خدائی دیکھی

(۴۲)

ایک کا نام حسنؑ ، ایک کا ہے نام حسینؑ　　احمدؐ و حیدرؑ و زہراؑ کے ہیں یہ نورالعین
باپ کی طرح سے دونوں ہیں امامِ کونین　　دونوں ہیں پرتوِ کردارِ رسولؐ الثقلین
صلحِ احمدؐ کی طرح صلحِ حسنؑ ہے گویا
اور جہادِ شہِ دیں فعلِ حسن ہے گویا

(۴۳)

دونوں سے مذہبِ اسلام کا قائم ہے بھرم　　امتِ جد کے لیے دونوں رہے ابرِ کرم
برمحل دونوں سے اسلام کا اونچا ہے علم　　صلحِ شبیرؑ کی قسم جنگِ حسینی کی قسم
منزلِ صبر و شجاعت میں قدم رکھا ہے
دونوں نے دین کی عظمت کا بھرم رکھا ہے

(۴۴)

دونوں احمدؐ کے نواسے ہیں زمانے کے امام　　زندہ دونوں کی بدولت ہے نبیؐ کا پیغام
دونوں کے پیشِ نظر دینِ خدا کے احکام　　رہبرِ امتِ جد دونوں رہے گام بہ گام
ایک نے صلح کے پردے میں حکومت کی ہے
ایک نے جنگ کی صورت میں قیادت کی ہے

(۴۵)

اِنؑ کا انجام حقیقت میں نبیؐ کا انجام — اِنؑ کے احکام حقیقت میں نبیؐ کے احکام
اِنؑ کا پیغام حقیقت میں نبیؐ کا پیغام — اِنؑ کا اسلام حقیقت میں نبیؐ کا اسلام
باعمل ایسے کہ قرآن کے حافظ دونوں
مذہبِ دینِ پیمبرؐ کے محافظ دونوں

(۴۶)

دوشِ پیغمبرؐ اسلام کے دونوں تھے سوار — دینِ خالق کے محافظ تھے یہ دونوں دیں دار
دونوں کے پیشِ نظر دینِ نبیؐ کا تھا وقار — دونوں نے حق کے لیے جان بھی کی اپنی نثار
ایسے قرآن کے پیغام کو زندہ رکھا
دونوں نے مذہبِ اسلام کو زندہ رکھا

(۴۷)

ذہن کو حلقۂ قرآں سے نکلنے نہ دیا — کفر کو پردۂ اسلام میں چلنے نہ دیا
سانپ اسلام کی آغوش میں پلنے نہ دیا — یعنی احکامِ الٰہی کو بدلنے نہ دیا
کفر و الحاد کا جس سمت اندھیرا پھیلا
فیضِ حسنینؑ سے اس سمت اجالا پھیلا

(۴۸)

کام آئے ہیں زمانے کے یہی مشکل میں — سرخرو ہو گئے ظالم کی بھری محفل میں
بت وہ توڑے کہ جو بت کی طرح تھے دل میں — فرق سمجھا دیا دنیا کو حق و باطل میں
جب بھی ہوتی تھی کبھی ان سے حکومت گویا
دونوں ہو جاتے تھے قرآن کی صورت گویا

(۴۹)

دونوں محبوبِ الٰہی کو بہت تھے محبوب — دونوں کو عظمتِ اسلام فقط تھی مطلوب
نام سے ان کے بقا دیں کی ہوئی تھی منسوب — دینِ حق دونوں کو تھا جان سے بڑھ کر مرغوب
راہیٔ راہِ شہادت جو یہ پیوستہ تھے
دونوں اسلام کی نصرت پہ کمربستہ تھے

(۵۰)

نہ رہے گردشِ دوراں کے اثر میں دونوں   کامراں گزرے رہِ حق کے سفر میں دونوں
ترہوئے اپنے ہی جب خونِ جگر میں دونوں   سرخرو ہو گئے خالق کی نظر میں دونوں
اُسؑ نے گر زہر پیا دینِ نبیؐ کی خاطر
اِسؑ نے سر اپنا دیا دینِ نبیؐ کی خاطر

(۵۱)

اے مری فکر یہاں تک تو مجھے لائی ہے   یادِ سرکار نے بخشی تجھے گہرائی ہے
اِس گہرائی میں مدحت جو نظر آئی ہے   تو نے کاغذ پہ وہ مدحت ابھی لکھوائی ہے
پنجتنِ پاکؑ کا جب تجھ پہ کرم ہوتا ہے
یہ کرم مرثیہ گوئی کا بھرم ہوتا ہے

(۵۲)

مرثیہ پنجتنِ پاکؑ کی الفت کی اساس   مرثیہ صرف حقیقت ہے، گماں ہے نہ قیاس
مرثیہ ظلمتِ دوراں میں ہے مظلوم کی آس   مرثیہ حق کی زباں ظلم میں بے خوف و ہراس
مرثیہ پنجتنِ پاکؑ کی عظمت کا بیاں
اس کے در پردہ ہے اسلام کی رفعت کا بیاں

(۵۳)

مرثیہ رحمتِ کونین کی عظمت کی دلیل   مرثیہ مدحتِ حیدرؑ کی منور قندیل
مرثیہ فاطمہؑ زہراؑ کی مودّت کی سبیل   مرثیہ شبرؑ و شبیرؑ کا ہے ذکرِ جمیل
مرثیہ پنجتنِ پاکؑ کی الفت کا بھرم
جس سے قائم ہے زمانے میں شریعت کا بھرم

(۵۴)

مرثیہ موت ہے باطل کی مگر حق کی حیات   مرثیہ شہ رگِ اسلام میں ہے روحِ ثبات
مرثیہ جس میں رقم آلِ پیمبرؑ کی صفات   مرثیہ اہلِ مودّت کے لیے راہِ نجات
الفتِ آلِ پیمبرؐ کا جو دم بھرتا ہے
مرثیہ اجرِ رسالت کا ادا کرتا ہے

(۵۵)

مرثیہ علم و عمل ذکرِ بقائے اسلام　　مرثیہ اہلِ مودّت کو مودّت کا ہے جام
مرثیہ حق کی سحر، مرثیہ باطل کی ہے شام　　مرثیہ خون کی سرخی سے وفا کا پیغام
مرثیہ شہؑ نے اُدھر رن کی زمیں پر لکھا
ہم نے اشکوں سے اِدھر روئے جبیں پر لکھا

(۵۶)

مرثیہ حق کی بقا، مرثیہ باطل کی اجل　　مرثیہ گلشنِ فردوسِ بریں جس کا بدل
مرثیہ اہلِ مودّت کے لیے درسِ عمل　　مرثیہ کرتا ہے تنبیہ رہِ حق پہ چل
پنجتنِ پاکؑ سے ہر حال میں الفت کرنا
بھول کر بھی نہ کبھی انؑ سے عداوت کرنا

(۵۷)

مرثیہ رحمتِ باری کی عطا ہے لوگو　　مرثیہ دینِ محمدؐ کی بقا ہے لوگو
مرثیہ ہر غمِ ہستی کی دوا ہے لوگو　　مرثیہ ذکرِ شہِؑ کرب و بلا ہے لوگو
کرب اس ذکر کا جب روح میں ڈھل جاتا ہے
تب بشر گردشِ دوراں سے نکل جاتا ہے

(۵۸)

ہر نفس غم میں بسر ہوتی ہے یوں تو ہستی　　کبھی ماں باپ کا غم، ہے غمِ اولاد کبھی
گو کہ انساں کی غم و رنج میں ہستی ہے گھری　　حق نے انساں کو مگر ایسی جبلّت بخشی
رفتہ رفتہ غمِ ہستی کو بھلا دیتا ہے
زیست کو پھر گل و گلزار بنا دیتا ہے

(۵۹)

بھول کو بھول نہ سمجھو یہ ہے حق کا انعام　　بھول سے مٹ گئے انسان کے درد و آلام
بھول سے ہوتا ہے ہر غم کا خوشی پر انجام　　بھول فطرت میں نہ ہوتی تو بشر تھا ناکام
شدتِ غم سے وہیں زورِ بشر گھٹ جاتا
یہ نہ گر ہوتی تو انساں کا جگر پھٹ جاتا

(۶۰)

زیست میں ہوتے ہیں انساں کی مصائب شامل　　غمِ دنیا، غمِ عقبیٰ، غمِ دوراں، غمِ دل
ان مصائب میں ہے گو زیست کا کتنا مشکل　　پھر بھی انساں کو یہ نعمت ہے خدا سے حاصل
جیسے انسان کو دنیا میں مصیبت دی ہے
ویسے ہی غم کو بھلا دینے کی فطرت دی ہے

(۶۱)

یہ الگ بات ہے دنیا میں ہیں گو لاکھ الم　　بھائی، ماں باپ کا، اولاد کا، ہمشیر کا غم
روزِ اول سے ہیں یہ سارے مصائب پیہم　　زندگی کتنی پراگندہ ہے خالق کی قسم
پھر بھی دنیا کے ہر اک غم کو بھلا دیتے ہیں
دل سے یادِ غمِ شبیرؑ لگا لیتے ہیں

(۶۲)

یوں غمِ سبطِ پیمبرؐ کو بقا حاصل ہے　　دیں کی بنیاد میں شبیرؑ کا خوں شامل ہے
دارِ فانی میں جو انسان بھی پتھر دل ہے　　وہ غمِ سبطِ پیمبرؐ سے ابھی غافل ہے
دیں بچانے کے لیے رنج و الم جھیلے ہیں
جان پر سبطِ رسولؐ دوسرا کھیلے ہیں

(۶۳)

یہ تھا وہ وقت کہ جب تخت پہ بیٹھا تھا یزید　　تھے اب وجد کی طرح اس کے بھی اعمال پلید
ظلم یہ اور بھی دنیا میں کیے اُس نے مزید　　پیکرِ دیں پہ لگاتا تھا وہ ضرباتِ شدید
دشمنِ حق تھا، برائی پہ عمل کرتا تھا
دینِ اسلام میں وہ ردّ و بدل کرتا تھا

(۶۴)

دل کی آنکھوں سے یہ شبیرؑ نے دیکھا اس دم　　دینِ اسلام مٹانے پہ تلا ہے اظلم
دل سے گویا ہوئے شبیرؑ بہ عزمِ محکم　　بھول بیٹھا ہے حاکمِ بدبخت کی خالق کی قسم
میرے ہوتے ہوئے اور حکمِ شریعت بدلے
غیر ممکن ہے کہ دیں تا بہ قیامت بدلے

(۶۵)

وہ عمل اب میں کروں ہر دلِ بینا بدلے　　سر کٹا دوں تو ابھی ذہن بشر کا بدلے
حشر تک پھر مرے غم سے غمِ دنیا بدلے　　کیوں بھلا اب مری تقدیر کا لکھا بدلے
میں رہوں یا نہ رہوں ہو مرا مقصد زندہ
میرا مقصد ہے، رہے دینِ محمدؐ زندہ

(۶۶)

کربلا آئے یہی سوچ کے بس شاہِ ہدیٰؑ　　حاکمِ شام کو کیا دیں سے سروکار بھلا
دینِ اسلام بچانے کے لیے سر ہے مرا　　سر تو کیا ہے مرا گھر بار لٹے گا سارا
غم پہ غم دیں کو بچانے کے لیے کھاؤں گا
اے خدا بل نہیں ماتھے پہ کبھی لاؤں گا

(۶۷)

اے خدا سینۂ اکبرؑ پہ لگے گی برچھی　　لاش ہو جائے گی پامال مرے قاسمؑ کی
رن میں کٹ جائیں گے عباسؑ کے جب بازو بھی　　تیر سے گردنِ بے شیرؑ بھی چھد جائے گی
میرا سجدے میں جو سر تن سے جدا ہوئے گا
سرخرو دینِ رسولؐ دوسرا ہوئے گا

(۶۸)

زندہ یوں مذہبِ اسلام کو کر جاؤں گا　　امتحاں گاہِ شہادت سے گزر جاؤں گا
جیتے جی راہِ صداقت پہ جو مر جاؤں گا　　خون میں ڈوب کے خود اپنے نکھر جاؤں گا
پھر سرِ کرب و بلا شامِ غریباں ہوگی
ہائے! اولادِ نبیؐ بے سرو ساماں ہوگی

(۶۹)

سر شہیدوں کے جو ہو جائیں گے نیزوں پہ علم　　لاشے ہو جائیں گے پامال سرِ دشتِ ستم
آگ خیموں کو لگائیں گے وہاں پر اظلم　　لوٹے جائیں گے زمانے میں محمدؐ کے حرم
سر پہ عباسؑ کی خواہر کے نہ چادر ہوگی
آلؑ سب نرغۂ اعدا میں کھلے سر ہوگی

(۷۰)

سب تو آ جائیں گے خیموں سے نکل کر باہر　　ہاں مگر خیمے میں ہوگا مرا بیمار پسر
جلتے خیموں سے اسے کون نکالے گا مگر　　کام یہ زینبؑ مضطر ہی کرے گی بڑھ کر
ہائے! بیمار بھتیجے کو سنبھالے گی وہی
اُس کو جلتے ہوئے خیمے سے نکالے گی وہی

(۷۱)

خیمے جل جائیں گے لٹ جائیں گے سب اہلِ حرم　　پشت پر دُرّے لگائیں گے انھیں اہلِ ستم
شمر مارے گا یتیموں کو طمانچے پیہم　　بہرِ امداد بلائیں گے کسے کشتۂ غم
ایسے عالم میں سکینہؑ مری کھو جائے گی
آ کے مقتل میں مری لاش پہ سو جائے گی

(۷۲)

جب حرم میں نہ بھتیجی کو پھپھی پائے گی　　اور بہن میری پریشان نظر آئے گی
اس کو وہ ڈھونڈتی مقتل میں نکل جائے گی　　جا کے مقتل میں سکینہؑ کو وہ چلّائے گی
شمر کے خوف سے وہ چونک کے اٹھ جائے گی
بڑھ کے زینبؑ اسے آغوش میں لے آئے گی

(۷۳)

کام پھر صبر و تحمل سے لیا جائے گا　　خونِ دل صبر کے ساغر میں پیا جائے گا
میری ہمشیر کو یہ غم بھی دیا جائے گا　　قید اولادِ پیمبرؐ کو کیا جائے گا
ہائے! کس طرح سے بیمار کو پکڑیں گے لعیں
طوق و زنجیر سے سجادؑ کو جکڑیں گے لعیں

(۷۴)

پھر بندھیں گے رسن ظلم میں بازوئے حرم　　اور بٹھائیں گے انھیں پشتِ شتر پر اظلم
کوئی بھی مونس و غمخوار نہ ہوگا اُس دم　　قید کر کے انھیں لے جائیں گے یہ اہلِ ستم
پہلے مقتل کی طرف سے جو گزر ہووے گا
کتنا پُردرد وہ آغازِ سفر ہووے گا

(۷۵)

لاشے جب رن میں عزیزوں کے نظر آئیں گے　　روئیں گے اہلِ حرم، لاشوں پہ گر جائیں گے
چین پائیں گے نہ اس وقت سکوں پائیں گے　　لب پہ فریاد بصد درد و الم لائیں گے
چین سے سوتے ہو سب ہم کو بچاؤ اٹھ کر
قید سے شمرِ ستم گر کی چھڑاؤ اٹھ کر

(۷۶)

کوئی اکبرؑ سے کہے گی مرے بیٹا اٹھو　　کوئی سرورؑ سے کہے گی مرے بابا اٹھو
کوئی قاسمؑ سے کہے گی مرے دولہا اٹھو　　کوئی عباسؑ سے بولے گی کہ بھیا اٹھو
ہم سے پردیس میں تقدیر پھری ہے دیکھو
آلؑ سب نرغۂ اعدا میں گھری ہے دیکھو

(۷۷)

اٹھ سکے گا نہ پئے امداد نہ کوئی یاور　　رن میں تڑپے گا ہر اک لاشۂ بے سر پیکر
یک بہ یک شمر بڑھے گا وہیں درّہ لے کر　　بیبیاں چھوڑ کے لاشوں کو اٹھیں گی مضطر
پھر ستمگر انھیں بازاروں میں لے جائیں گے
کوفہ و شام کے درباروں میں لے جائیں گے

(۷۸)

دکھ بہت آلؑ پیمبرؐ کو دیے جائیں گے　　آب کے بدلے فقط اشک پیے جائیں گے
زخم دل صبر کی سوزن سے سیے جائیں گے　　آخرش قید وہ زنداں میں کیے جائیں گے
روز و شب ذکرِ شہادت وہاں پیہم ہوگا
کربلا والوں کا زندان میں ماتم ہوگا

(۷۹)

مجلسِ غم مری زنداں میں بپا ہوئے گی　　اور حکومت اسی مجلس سے خفا ہوئے گی
لب پہ جب بالی سکینہؑ کے بکا ہوئے گی　　یہ بکا اس کے لیے وجہ سزا ہوئے گی
شمر مارے گا طمانچے مری معصومہؑ کو
اور رونے بھی نہ دے گا وہاں مظلومہؑ کو

(۸۰)

غم سکینہؑ کا جو سینے پہ نیا کھاؤں گا　　چین میں خلد کے گوشے میں کہاں پاؤں گا
قید خانے سے اسے لینے کو میں آؤں گا　　ہاتھوں ہاتھ اس کو میں زندان سے لے جاؤں گا
اک قیامت دلِ زینبؑ پہ گزر جائے گی
قید خانے میں سکینہؑ مری مر جائے گی

(۸۱)

قید خانے میں بری ہوگی جو سب کی حالت　　واں پہ سجادؑ دکھائے گا وہ صبر و ہمت
اپنے ہاتھوں سے سکینہؑ کی بنا کر تربت　　وہ تہِ خاک چھپا دے گا ہماری دولت
صبر کی لاج وہ بیمار و حزیں رکھے گا
سجدۂ شکر میں سجادؑ جبیں رکھے گا

(۸۲)

قید میں گزرے گی یوں آلؑ کی رہتے رہتے　　داستاں درد کی آپس میں ہی کہتے کہتے
ظلم ظالم کے مسلسل وہاں سہتے سہتے　　چہرے مرجھائیں گے خوں آنکھوں سے بہتے بہتے
انقلاب آئے گا جب شام میں اس رونے پر
قید سے چھوڑے گا غدار نخر ہونے پر

(۸۳)

قید سے چھٹ کے وطن جائے گی اولادِ نبیؐ　　منظرِ کرب و بلا آنکھوں میں آئے گا کبھی
وہ مصیبت، وہ شقاوت، وہ قیامت کی گھڑی　　زندگی بھر کبھی زینبؑ نہ جسے بھولے گی
جا کے روضے پہ وہ ناناؐ کے لپٹ جائے گی
لب پہ فریاد بصد آہ و فغاں لائے گی

(۸۴)

آگے کیا حالِ غم و درد بیاں ہو یکسر　　پہنچے گی روضۂ سرکارؐ پہ زینبؑ مضطر
محوِ فریاد وہ ہو جائے گی یوں پیٹ کے سر　　آئی ہوں کرب و بلا سے یہ سنانی لے کر
حالِ غم ثانیٔ زہراؑ کی زبانی سنیے
اٹھیے نانا مری پُر درد کہانی سنیے

(۸۵)

مجھ پہ ہر آن مصیبت کی گھڑی ہے ناناؐ غم کے سانچے میں مری زیست ڈھلی ہے ناناؐ
ہائے! اولادِ نبیؐ کیسی لٹی ہے ناناؐ کربلا میری نگاہوں میں بسی ہے ناناؐ
میں نہ بھولوں گی کبھی غم کی کہانی ناناؐ
میری فریاد سنو میری زبانی ناناؐ

(۸۶)

ہائے! امت نے بہت خون پیا اے نانا بدلا اولاد سے امت نے لیا اے نانا
اَجر کیا خوب رسالت کا دیا اے نانا قتل سجدے میں نواسے کو کیا اے نانا
عصر کے وقت سرِ کرب و بلا کیا دیکھا
بھائی کی لاش کو مقتل میں تڑپتا دیکھا

(۸۷)

تیغ عباسؑ کے بازو پہ چلی اے نانا تیر سے مشک سکینہؑ کی چھدی اے نانا
لاش ٹکڑے مرے قاسمؑ کی ہوئی اے نانا سرِ مقتل مری اولاد کٹی اے نانا
برچھی اکبرؑ کے کلیجے پہ لگی اے نانا
تیر سے گردنِ بے شیر چھدی اے نانا

(۸۸)

شہؑ نے تلوار سے اک قبر بنائی نانا لاشِ بے شیر تہِ خاک چھپائی نانا
اس پہ اعدا نے قیامت جو یہ ڈھائی نانا ماں درِ خیمہ پہ دیتی تھی دہائی نانا
انتہا ظلم کی مقتل میں ہوئی اے نانا
قبرِ بے شیرؑ کی نیزوں سے کھدی اے نانا

(۸۹)

قبر سے لاشۂ بے شیر نکالی باہر کاٹا پھر لاشۂ بے شیر سے وہ ننھا سر
اور چڑھایا گیا بے شیر کا سر نیزے پر ہائے! وہ منظرِ جانکاہ میں بھولوں کیونکر
تیغیں چمکاتے ہوئے خیموں کے اندر آئے
لوٹنے آلِ پیمبرؐ کو ستمگر آئے

(۹۰)

ہائے! چھن گئی سر سے مری چادر نانا ۔ در بدر لے گئے اشرار کھلے سر نانا
ہائے! کھینچا گیا بیمار کا بستر نانا ۔ ہائے! لوٹا گیا گہوارۂ اصغرؑ نانا

سیلیاں روئے سکینہؑ پہ لگی تھیں نانا
بالیاں بالی سکینہؑ کی چھنی تھیں نانا

(۹۱)

ہائے! خیموں کو لعینوں نے جلایا نانا ۔ میں نے بیمار کو خیمے سے اٹھایا نانا
شامِ غم کا جو اندھیرا وہاں چھایا نانا ۔ بدلے عباسؑ پھری تھی میں طلایا نانا

رات بھر میں نے عبادت میں گزاری نانا
سارے کنبے کی حفاظت میں گزاری نانا

(۹۲)

کھو گئی تھی جو سکینہؑ اسے ڈھونڈا نانا ۔ میں نے مقتل میں یتیموں کو سنبھالا نانا
میں نے کنبے کو دیا بڑھ کے سہارا نانا ۔ اپنے سینے پہ سکینہؑ کو سلایا نانا

نانا اس رات مصیبت پہ مصیبت گزری
رات کیا گزری مرے دل پہ قیامت گزری

(۹۳)

صبح کو قیدی بنائی گئی اولادِ نبیؐ ۔ طوق و زنجیر سے سجادؑ کی گردن جکڑی
میرے شانے سے ستمگر نے جو رسّی باندھی ۔ وہی باندھی تھی سکینہؑ کے گلے سے رسّی

نانا اس ظلم سے پردیس میں جی چھٹتا تھا
ہائے! رسّی سے سکینہؑ کا گلا گھٹتا تھا

(۹۴)

ہائے! سب کنبے کو اونٹوں پہ بٹھایا نانا ۔ سارباں میرے بھتیجے کو بنایا نانا
جا بجا پھر ہمیں سر ننگے پھرایا نانا ۔ شمر بازاروں سے درباروں میں لایا نانا

مشکلوں نے ہمیں پردیس میں گھیرا نانا
ہائے! امت نے تھا منہ آلؑ سے پھیرا نانا

(۹۵)

قید زندان میں اولاد پیمبرؐ کی ہوئی — سب کے ہمراہ ہوئی بالی سکینہؑ قیدی
ہجر میں باپ کے بچی کی بری حالت تھی — ایک شب خواب میں بابا کی جو صورت دیکھی
اتنے غم بالی سکینہؑ نے وہاں پائے تھے
شہؑ اسے خلد سے لینے کے لیے آئے تھے

(۹۶)

خواب میں دیکھ کے شبیرؑ کو روئی دکھیا — چونک کر خواب سے چلائی وہ بابا بابا
ہائے! یوں ہو گیا زندان میں کہرام بپا — جب نظر آئے نہ بابا تو بصد آہ و بکا
مر گئی شام کے زنداں میں سکینہؑ نانا
اب بھی اُس غم سے مرا پھٹتا ہے سینہ نانا

(۹۷)

ہائے! زندان میں امت کی دُہائی نانا — قبر بیمارؑ نے زنداں میں بنائی نانا
اس میں پھر لاش سکینہؑ کی چھپائی نانا — حشر تک ہو گی نہ اب اُس کی رہائی نانا
قید سے چھوٹ کے سب آئے وطن اے نانا
مر کے بھی قید ہے عابدؑ کی بہن اے نانا

(۹۸)

خاک کا ہو گئی پیوند سکینہؑ دکھیا — ذہن میں تازہ ہوئی پھر سے مرے کرب و بلا
کھنچ گیا ہے جو مرے سامنے غم کا نقشہ — میں نہ بھولی ہوں، نہ بھولوں گی کبھی اے نانا
ہائے! کس کس کی سنائی میں سناؤں نانا
داغ اک دل پہ بہتّر ہیں دکھاؤں نانا

(۹۹)

خامہ اب روک لے نیّرؔ نہیں دل پر قابو — کتنے شبیرؑ کے غم میں ہیں غموں کے پہلو
بس اسی غم میں تو بہتے ہیں مسلسل آنسو — فیض زینبؑ کا ہے یہ غم جو ہے پھیلا ہر سو
عمر بھر بھائی کے غم کو نہ بھلایا اُس نے
یادِ شبیرؑ میں دنیا کو رُلایا اُس نے

مرثیہ بعنوان خواب

مطلع : پھر پئے فکرِ سخن ذہن رسا دے یارب

تعدادِ بند : ۱۰۵

سنِ تصنیف : ۱۹۹۶ء

درحال: تاریخ میں مرقوم مختلف خواب، سکینہؑ کا خواب
ہندہ اور یزید کا خواب، رہائیِ اہلبیتؑ

خواب سچے ہوں تو ہیں حاصلِ عرفان و یقیں
خواب جھوٹے ہوں تو جز وہم وگماں کچھ بھی نہیں
خواب اچھے ہوں تو کھِل اٹھتی ہے خود طبعِ حزیں
ہوں بُرے خواب تو ہو جاتے ہیں وحشت آگیں

خواب اچھے ہوں تو وہ رحمتِ باری ہو جائیں
ہوں برے خواب تو اعصاب پہ طاری ہو جائیں

سلام

یہ تیرا فیض ہے بیمارِ کربلا ابتک
تری دعا سے مریضوں کو ہے شفا ابتک

نظر میں ہے حق و باطل کا راستہ ابتک
وہی ہے شام وہی ارضِ کربلا ابتک

کھلا ہوا ہے جو وہ بابِ ہل اتیٰ ابتک
وہیں سے ہوتا ہے بندے کو سب عطا ابتک

قدم اٹھا کے بھی باطل نہ بڑھ سکا ابتک
کہ سدِّ راہ رہی ارضِ کربلا ابتک

یزیدِ وقت سے ٹکراؤ اے عزادارو
فضا میں گونجتی ہے شاہؑ کی صدا ابتک

ثنائے آلِ محمدؐ خدا کی قدرت ہے
وہ ابتدا ہے نہیں جس کی انتہا ابتک

بجھا تھا جو شبِ عاشور شہؑ کے ہاتھوں سے
وفا کی روشنی دیتا ہے وہ دیا ابتک

جوانیٔ علی اکبرؑ کا فیض تو دیکھو
شباب پر ہی رہا ذکرِ کربلا ابتک

کبھی حسینؑ کی مدحت کبھی رسولؐ کی نعت
میں آئینے سے ملاتا ہوں آئینہ ابتک

یزیدیت کے مقابل قدم قدم پہ رہا
حسینیتؑ کا زمانے میں سلسلہ ابتک

نہ جانے کیوں نہیں برسا بروزِ عاشورا
برس رہا ہے جو پانی یہ جا بجا ابتک

یہاں پہ آتی ہے خود کھنچ کے جنت الفردوس
کشش یہ رکھتی ہے بس ارضِ کربلا ابتک

پہنچنا شرط ہے، کشکولِ فکر بھرنے کو
کھلا ہوا ہے درِ علمِ مصطفیٰؐ ابتک

طلوعِ مہرِ شہادت سناں کی نوک پہ ہے
رہِ جہادِ عمل یوں ہے پُر ضیا ابتک

شہیدِ کرب و بلا کے جو نام لیوا ہیں
انھیں کے سامنے گھبراتی ہے قضا ابتک

ہوئے شہیدِ شہِ دیں کو ہو گئیں صدیاں
مگر تڑپتی ہے مقتل میں مامتا ابتک

وہ جس کی ابتدا آدم نے کی تھی دنیا میں
بہ فیضِ سبطِ نبیؐ ہے وہ مرثیہ ابتک

بنائے مجلسِ شبیرؑ ڈالی زینبؑ نے
بیاں سو ہوتا ہے مقصد حسینؑ کا ابتک

ہزار کوششیں دنیا نے کیں مگر نیّرؔ
غمِ حسینؑ مٹائے نہ مٹ سکا ابتک

خواب

(۱)

پھر پئے فکرِ سخن ذہنِ رسا دے یا رب　　مجھ کو پھر حوصلۂ مدح و ثنا دے یا رب
مرثیہ کیسے ہو بے مثل بتا دے یا رب　　میرے اس خواب کی تعبیر دکھا دے یا رب
دامنِ فکر مضامیں سے ہے خالی مولا
دستِ تخئیلِ سخنور ہے سوالی مولا

(۲)

زندگی اب غمِ دوراں کے سوا کچھ بھی نہیں　　فکر اک خوابِ پریشاں کے سوا کچھ بھی نہیں
دل میں اک شوقِ فراواں کے سوا کچھ بھی نہیں　　ذہن اب دشت و بیاباں کے سوا کچھ بھی نہیں
دشت میں لالہ و نسرین کہاں سے لاؤں
ایسے عالم میں مضامین کہاں سے لاؤں

(۳)

فکر رہتی ہے فقط رزق کی تدبیروں میں　　خواب ہیں جکڑے ہوئے درد کی زنجیروں میں
کہیں ناقوس کی آواز ہے تکبیروں میں　　ہیں کہیں تیر جو پیوست ہیں تصویروں میں
وحشتِ خواب سے اب دل کسی قابل ہی نہیں
مرثیہ کہنے پہ اب فکر تو مائل ہی نہیں

(۴)

زندگانی نے دکھائے ہیں بہت خواب مجھے　　میرے حالات سدا رکھتے ہیں بے تاب مجھے
زندگی کے جو میسر نہیں اسباب مجھے　　بحرِ ہستی نظر آتا نہیں پایاب مجھے
گردشِ وقت سے قسمت جو مری پھوٹی ہے
وقت کے ساتھ گرانی سے کمر ٹوٹی ہے

(۵)

شاید اس سال تو ہے مرثیہ کہنا مشکل اب تخیّل میں ہے قوت نہ خرد اس قابل
سوچ میں لوچ نہیں ، کھلتا نہیں ،غنچۂ دل لاکھ ہو فکرِ سخن ، کچھ نہیں ہوتا حاصل
ذہن و تخیّل پہ اک خوابِ گراں چھایا ہے
چمنِ فکر میں اک دورِ خزاں آیا ہے

(۶)

ایسے حالات میں تزئینِ چمن کیسے ہو سوچ مفلوج ہے ، اب فکرِ سخن کیسے ہو
قطرۂ بحرِ ہنر دُرِ عدن کیسے ہو یعنی آرائشِ گلدستۂ فن کیسے ہو
میرے حالات اجازت نہیں دیتے مجھ کو
مرثیہ گوئی کی فرصت نہیں دیتے مجھ کو

(۷)

گردشِ وقت سے الجھی ہے مری فکرِ رسا فکر سے ٹوٹ گیا ذوقِ سخن کا رشتا
شعرگوئی پہ طبیعت نہیں مائل جو ذرا کچھ نہیں مجھ کو خبر کیا ہے مجھے اب لکھنا
میری خوابیدہ طبیعت کو جگا دے کوئی
کاش عنوانِ سخن مجھ کو بتا دے کوئی

(۸)

خواب ہی میرا مقدر ہیں تو میں دیکھوں وہ خواب جس کا تاریخِ سخن میں نہ ملے کوئی جواب
فکر بیدار ہو کھل جائیں مضامین کے باب خواب ہی خواب میں مل جائے تخیّل کو شباب
پنجتن خواب میں گر مجھ کو بشارت دے دیں
مرثیہ گوئی کی پھر مجھ کو سعادت دے دیں

(۹)

دفعتاً آئی صدا ، شاعرِ شبیرؑ سنبھل خوابِ غفلت سے نکل، دے اُسے تعبیر عمل
ہم بتاتے ہیں تجھے تیری پریشانی کا حل چل درِ علم پیمبرؐ پہ بس اب سر کے بل
علم کے در پہ تجھے فکر نہ کوئی ہوگی
رات دن ، شام و سحر مرثیہ گوئی ہوگی

(۱۰)

اب درِ علمِ پیمبرؐ پہ لگا لے بستر   اپنے مولاؑ کی عطاؤں پہ فقط تکیہ کر
نیند بھی آئی اگر تجھ کو یہاں پر دم بھر   چہرۂ عقدہ کشا خواب میں آئے گا نظر
خوب دیدارِ شہنشاہِ زمن کر لینا
خواب کو خواب میں عنوانِ سخن کر لینا

(۱۱)

مرثیہ کہنا جو مشکل تھا مجھے اب کے ذرا   لو درِ علمِ پیمبرؐ سے لگا کر بیٹھا
یوں دمِ فکر مجھے نیند کا جھونکا آیا   لگ گئی آنکھ تو یہ خواب میں منظر دیکھا
ساتھ میں لے کر مضامینِ نفیس آئے ہیں
لو وہ امداد کو میری اب انیسؔ آئے ہیں

(۱۲)

وہ مضامین کے انبار لگانے والا   ندیاں حُسنِ فصاحت کی بہانے والا
حرف و آواز سے تصویر بنانے والا   کربلا سطحِ تخیّل پہ دکھانے والا
اوجِ منبر پہ جو وہ شاعرِ یکتا آیا
مرثیہ عرشِ معلّٰی پہ وہ پہنچا آیا

(۱۳)

کربلا سے جو نہ نکلا کبھی باہر وہ انیسؔ   جو مضامیں کے سجاتا رہا دفتر وہ انیسؔ
جو یمِ فکر و ہنر کا تھا شناور وہ انیسؔ   آسماں زیرِ قدم تھا، سرِ منبر وہ انیسؔ
اُس کی پروازِ تخیّل کہاں لے جاتی تھی
سانس وہ لیتا تو جنت کی ہوا آتی تھی

(۱۴)

مجھ پہ ہے سایہ فگن اس کا جو، اب دستِ کرم   اک مضامین کی رو لے کے چلا میرا قلم
میرے ہاتھوں میں کھُلا ہے جو تخیّل کا علم   دشتِ قرطاس نظر آتا ہے گلزارِ ارم
یہ بہار اب مرے گلشن سے نہیں جائے گی
اس چمن میں اُنھیں پھولوں کی مہک آئے گی

(۱۵)

خواب عنوانِ سخن ہے جو مرا اب کے سال　　خواب میرا یہ حقیقت ہے، نہیں خواب و خیال
دیکھ لوں گا میں اسی خواب میں جنت کا جمال　　خواب ہی دے گا تخیل کو مرے اوج کمال
مرثیہ اب جو کہوں گا مجھے رفعت دے گا
مالکِ خلد بھی انعام میں جنت دے گا

(۱۶)

خواب ہے میرا حقیقت تو حقیقت لکھوں　　اپنے الفاظ میں قرآنِ شہادت لکھوں
مستند جو ہو فقط ایسی روایت لکھوں　　اپنے موضوع پہ میں حسب ضرورت لکھوں
اب میں عنواں کی حقیقت کو عیاں کرتا ہوں
لو، میں اب خواب کی اقسام بیاں کرتا ہوں

(۱۷)

خواب اچھا بھی ہوتا ہے، کبھی خواب برا　　کبھی دیکھی کوئی میت تو کسی کا سہرا
گاہ آئے زغن و زاغ نظر، گاہ ہما　　یہ حقیقت ہے کبھی اور کبھی ہے دھوکا
تیرگی شام کی بھی، صبح کی تنویر بھی ہے
نیک اگر ہے تو بری خواب کی تعبیر بھی ہے

(۱۸)

کچھ تو وہ خواب ہیں شیطاں کے ہیں جن میں وسواس　　کچھ ہیں وہ خواب کہ جو خواب یقیں کی ہیں اساس
کچھ ہیں وہ خواب کہ بھیلاتے ہیں جو خوف و ہراس　　کچھ ہیں وہ خواب کہ جو آتے ہیں انسان کو راس
خواب ہی باعث آزار و جنوں ہوتے ہیں
خواب ہی باعثِ تسکین و سکوں ہوتے ہیں

(۱۹)

خواب سچے ہوں تو ہیں حاملِ عرفان و یقیں　　خواب جھوٹے ہوں تو جز وہم و گماں کچھ بھی نہیں
خواب اچھے ہوں تو کھل اٹھتی ہے خود طبعِ حزیں　　ہوں برے خواب تو ہو جاتے ہیں وحشت آگیں
خواب اچھے ہوں تو وہ رحمت باری ہو جائیں
ہوں برے خواب تو اعصاب پہ طاری ہو جائیں

(۴۰)

خوابِ آنکھوں سے حجابات اٹھا دیتے ہیں   راہ گم کردہ کو منزل کا پتا دیتے ہیں
روحِ خوابیدہ میں احساس جگا دیتے ہیں   جو دکھائی نہیں دیتا وہ دکھا دیتے ہیں
دیکھ لے گنجِ نہاں ، ایسی نظر ملتی ہے
اِن سے آئندہ زمانے کی خبر ملتی ہے

(۴۱)

خوابِ مستقبلِ انساں کی خبر رکھتے ہیں   دردِ دل رکھتے ہیں آرامِ جگر رکھتے ہیں
شامِ غم کی تو مسرت کی سحر رکھتے ہیں   گویا ہر طرح کے اندازِ نظر رکھتے ہیں
خواب میں منظرِ ہر خلد و سقر آتا ہے
معرکہ اک حق و باطل میں نظر آتا ہے

(۴۲)

خواب میں ہوتی ہیں اپنوں سے ملاقات کبھی   خواب میں غیروں سے ہوتی ہے کہیں بات کبھی
خواب میں آئی نظر شکلِ سحر رات کبھی   خواب ہی نے تو بدل ڈالے ہیں حالات کبھی
لوحِ ادراک پہ منقوش جو تحریریں ہیں
خواب جیسے ہیں یہاں ویسی ہی تعبیریں ہیں

(۴۳)

جس سے کھل جاتی ہیں آنکھیں وہ نظارا بھی یہی   بحرِ آرام و مصائب میں کنارا بھی یہی
ڈوبتے کے لیے تنکے کا سہارا بھی یہی   خاص بندوں کو مشیت کا اشارا بھی یہی
خواب انساں کو پریشانی کا حل دیتے ہیں
گویا بگڑی ہوئی تقدیر بدل دیتے ہیں

(۴۴)

خواب دیتے ہیں بشر کو کبھی خوشیوں کے پیام   خواب انساں کو کبھی باعثِ رنج و آلام
خوابِ خاصانِ خدا کے لیے حق کا پیغام   خواب بھی ہوتے ہیں منجملۂ وحی و الہام
کسی دیوانے سے پوچھیں نہ کسی جاہل سے
خواب کی پوچھیے تعبیر کسی عاقل سے

(۴۵)

پھول، پھل، برگ و شجر، کشت و چمن باغ و بہار　　تیغ و شمشیر و سناں دشت و سوار و رہوار
صرصر و بادِ صبا، کوہ و دمن، گرد و غبار　　آسماں، مہرِ درخشاں، مہ و اختر کی قطار
عالمِ خواب کی تصویر جو بن جاتے ہیں
اپنی اپنی ہمیں تعبیر یہ دکھلاتے ہیں

(۴۶)

خواب میں سجدہ کناں ہیں مہ و مہر و اختر　　خواب میں کودتے دیکھے سرِ منبر بندر
خواب میں دل کا لہو جوش میں آیا ہے نظر　　خواب میں خاک نظر آئی کہیں خون میں تر
کیا بتاؤں کہ جو، ان خوابوں کی تعبیریں ہیں
لوحِ تاریخ میں محفوظ وہ تحریریں ہیں

(۴۷)

خواب میں ہوتی ہے بارش کبھی رحمت کی طرح　　تیرگی ہوتی ہے گہہ شام کی ظلمت کی طرح
کبھی افسانہ کبھی ہے یہ حقیقت کی طرح　　کبھی عشرت کی طرح ہے کبھی عسرت کی طرح
خواب ہی باعثِ آرام و پریشانی ہیں
مادی خواب کہیں ہیں، کہیں روحانی ہیں

(۴۸)

خواب دنیا کو نظر آتے ہیں جھوٹے اکثر　　خواب سچے ہی نظر آتے ہیں بچوں کو مگر
وہ نبی ہو کہ ولی یا کوئی دیں کا رہبر　　اُن کے نزدیک نہیں ہوتا ہے شیطاں کا گزر
روح اُن کی جو سرِ عرش سفر کرتی ہے
آنکھ بھی اُن کی حقیقت پہ نظر کرتی ہے

(۴۹)

ذہن میں اُن کے فسانہ کوئی آتا ہی نہیں　　کبھی ابلیس نظر ان سے ملاتا ہی نہیں
کوئی بھی اُن میں ہو دھوکہ کبھی کھاتا ہی نہیں　　کوئی تصویر اندھیروں سے بناتا ہی نہیں
نور کی راہ میں اُن کا جو سفر جاری ہے
عالمِ خواب بھی اک عالمِ بیداری ہے

(۳۰)

خواب میں کھنچ گئی آنکھوں میں حرم کی تصویر　　خواب میں لے گئی مومن کو مدینے تقدیر
خواب میں ہو گیا دیدارِ جنابِ شبیرؑ　　خواب میں دیکھ لیا روضۂ شاہِ دلگیر
بند آنکھوں سے یہ جنّت کے نظارے دیکھے
ضوفشاں اپنے مقدّر کے ستارے دیکھے

(۳۱)

کتنا بے چین کیے تھا دلِ مضطر حُرؔ کو　　نیند آئی شبِ عاشور جو دم بھر حُرؔ کو
نار سے نور میں لے آیا مقدّر حُرؔ کو　　خواب میں آئیں نظر بنتِ پیمبرؐ حُرؔ کو
حُرؔ کو اس خواب کی کیا خوب یہ تعبیر ملی
شہؑ کے قدموں پہ گرا ، خلد کی جاگیر ملی

(۳۲)

خواب نبیوں کی ہدایت کے لیے ہوتے ہیں　　کبھی احکامِ نبوت کے لیے ہوتے ہیں
کبھی انساں کی بشارت کے لیے ہوتے ہیں　　کبھی مولاؑ کی زیارت کے لیے ہوتے ہیں
فیضِ معبود سے گر خواب حقیقت ہو جائے
سوتے سوتے ہمیں مولاؑ کی زیارت ہو جائے

(۳۳)

شبِ ہجرت جو علیؑ سوئے بصد عز و وقار　　اُنؑ کے سونے سے ہوا دیں کا مقدر بیدار
اُنؑ کی توصیف کو قرآں کی زباں ہے درکار　　یاد کرتے ہوئے اُس مردِ جری کو اک بار
نیند بھی آئے تو جاگی ہوئی قسمت دیکھیں
خواب میں حیدرِؑ کرار کی صورت دیکھیں

(۳۴)

ہاں وہی حیدرِؑ کرار محمدؐ کی سپر　　وہ جو ہے شیرِ خدا بنتِ اسدؑ کا دلبر
وہ وفادار ابوطالبِؑ حق بیں کا پسر　　بے ظفر جو کبھی میداں سے نہ آیا پھر کر
مدحِ شمشیرِ علیؑ کیا یہ بشر لکھے گا
کاٹ شمشیر کی جبرئیلؑ کا پر لکھے گا

(۳۵)

جنگِ خیبر میں علم لے کے بڑھے جو سالار	کھا کے میداں میں شکست آئے پلٹ کر ہر بار
یوں گریز ہوئے پھر تو رسولِؐ مختار	کل علم دوں گا اُسے وہ جو ہے غیرِ فرار
ننگِ میدانِ وغا پھر بھی نہ ایسے دیکھے
خواب سب نے علمِ فوجِ خدا کے دیکھے

(۳۶)

رات بھر جاگتے میں خواب علم کا دیکھا	مردِ کرار ہمیں ہیں یہ سبھی نے سوچا
اپنے ماضی پہ کسی نے بھی نہ کچھ غور کیا	صبح دم آئے جو خیبر میں علیؑ، شیرِ خدا
دیکھا حیدرؑ کو تو وہ ہوش میں سب آنے لگے
اور علم حق کا محمدؐ سے علیؑ پانے لگے

(۳۷)

ہر طلب گارِ علم خواب سے بیدار ہوا	سونے والا شبِ ہجرت کا علمدار ہوا
کوئی کرار نہ جز حیدرِ کرار ہوا	وقتِ مشکل جو محمدؐ کا مددگار ہوا
حملے بڑھ بڑھ کے جو کرتا ہے وہ جرار ہے یہ
غیر فرار ہے یہ، حیدرؑ کرار ہے یہ

(۳۸)

ان کی شمشیرِ ہلالی کی لکھوں کیا مدحت	دونوں عالم کی عبادت سے گراں ہے ضربت
اس کی میدانِ وغا میں کوئی دیکھے ہیبت	فرش سے عرش تلک رکھتی ہے اپنی شہرت
کاٹ سے اس کی عدو ہی نہیں گھبراتے ہیں
پر سمیٹے ہوئے جبریل بھی تھراتے ہیں

(۳۹)

دستِ حیدرؑ میں جو یہ تیغ لپک جاتی ہے	ایک بجلی سرِ اعدا پہ چمک جاتی ہے
آنکھ دشمن کی، چمک سے جو جھپک جاتی ہے	سانس سینے میں مخالف کے اٹک جاتی ہے
یہ جو لہرا کے کہیں برسرِ دشمن آئی
دشت میں شور ہوا موت کی ناگن آئی

(۴۰)

ٹکرائی ہے یہ جب بھی گری ہے سر پر   اس کی ضربت سے عدو رہ گئے ششدر ہو کر
ایک کو دو جو کیا کرتی ہے یہ سر تا سر   دم میں کرتی ہے یہ میدانِ وغا زیر و زبر
سرسری بھی جو کہیں سے یہ گزر جاتی ہے
سر کی برسات سرِ دشت نظر آتی ہے

(۴۱)

تیغِ کرار چمکتی ہے کہ سورج کی کرن   گرمیٔ تیغ سے جلتا ہے نبیؐ کا دشمن
سنسنی کرتی ہے پیدا یہ چلے جو سَن سَن   گویا اک موت کی لہراتی ہوئی ہے ناگن
کیوں پناہ اس سے نہ ہر ظلم کا بانی مانگے
اس کا کاٹا ہوا تا حشر نہ پانی مانگے

(۴۲)

عرش سے فرش پہ یہ روزِ احد آئی تھی   حق سے جب حیدرِ کرارؑ نے یہ پائی تھی
فوجِ کفار پہ یہ بن کے اجل چھائی تھی   جنگِ خندق میں عجب شان سے لہرائی تھی
اس کی ضربت کو عبادت سے گراں جانتے ہیں
لوہا اس تیغ کا سب اہلِ جفا مانتے ہیں

(۴۳)

یہ جو میدان میں غافل نہ رہی دم بھر کو   دیکھ کر اس کو ہوا شور کہ بھاگو، سر کو
اس نے مرحب کو کیا قتل کبھی عنتر کو   قوتِ دستِ الٰہی نے اکھاڑا در کو
اپنے قدموں کو جمائے تھے ہوا پر حیدرؑ
ہاتھ پر اپنے لیے تھے درِ خیبر حیدرؑ

(۴۴)

حق کے فرمان سے ہارونِ محمدؐ ہیں علیؑ   قوتِ فوجِ خدا، بازوئے احمدؐ ہیں علیؑ
سچ ہے آئینۂ کردارِ اب و جد ہیں علیؑ   عزم و ایثار جہاں ختم ہے وہ حد ہیں علیؑ
بڑھ کے ہارے ہوئے لشکر کا مقدر پلٹا
الٹا خیبر کو تو یہ فاتحِ خیبر پلٹا

(۴۵)

کوئی بھی جنگ ہو بس فتح کا عنواں ہیں علی ‏ ‏ مرکزِ عشق و وفا ، محورِ ایماں ہیں علی
جس کے خدام فرشتے ہیں وہ انساں ہیں علی ‏ ‏ صاحبِ سیف و قلم ، معنیِ قرآں ہیں علی
فیض جو حاملِ قرآں سے میں اب پاتا ہوں
پھر پلٹ کر سوئے عنوانِ سخن آتا ہوں

(۴۶)

امتحاں نبیوںؑ کا لیتا ہے جو وہ ربِ جلیل ‏ ‏ خواب کی کرتا ہے وہ ذہنِ نبیؑ میں تشکیل
میری اس بات کی قرآن میں ملتی ہے دلیل ‏ ‏ ایک یوسف کا ہے خواب اور ہے اک خوابِ خلیلؑ
لوحِ قرآن پہ تحریر وہ تفسیریں ہیں
ہیں جُدا خواب ، جُدا خواب کی تعبیریں ہیں

(۴۷)

خواب جو حضرتِ یوسفؑ نے بھی دیکھا تھا ‏ ‏ امتحاں خواب کی تعبیر سے پہلے یہ ہوا
باپ سے بیٹا تو بیٹے سے ہوا باپ جدا ‏ ‏ بہہ گئیں آنکھیں بھی ، یعقوبؑ نے گریہ وہ کیا
امتحاں صبر کے یوں دونوں طرف ہوتے تھے
یہ یہاں ، قید میں وہ اِن کے لیے روتے تھے

(۴۸)

اس سے ثابت ہے کہ رونا تو نہیں ہے بدعت ‏ ‏ گریۂ یوسف و یعقوبؑ کی دیکھو صورت
غم میں شبیرؑ کے جب روتے ہیں خود آنحضرتؐ ‏ ‏ ہم بھی روتے ہیں کہ گریہ ہے انھیں کی سیرت
جو غمِ حضرتِ شبیرؑ میں رو سکتا نہیں
پیروِ احمدِؐ مختار وہ ہو سکتا نہیں

(۴۹)

امتحاں گاہِ مصیبت سے جو ہستی گزری ‏ ‏ گزری فرقت کی گھڑی وقت نے کروٹ بدلی
باپ نے ، بھائیوں نے ، صورتِ یوسفؑ دیکھی ‏ ‏ تب کہیں جا کے انھیں خواب کی تعبیر ملی
اب پئے شکرِ خدا سب وہ گئے سجدوں میں
گویا مہر و مہ و اختر تھے جھکے قدموں میں

(۵۰)

ایک یہ خواب ہے اور دوسرا وہ خوابِ خلیل   جس سے تھا صاف عیاں حکمِ خداوندِ جلیل
یعنی قربانیِ فرزند کی کرنی ہے سبیل   حکمِ خالق کی منیٰ میں جو ہوئی اب تعمیل
آپ نے خواب کو سچ کر کے جو دکھلایا ہے
اس کی تعبیر لیے ذبحِ عظیم آیا ہے

(۵۱)

آؤ اے حق کے خلیل، آؤ سرِ کرب و بلا   کربلا میں نظر آئے گا منیٰ کا نقشا
خواب کی دیکھ لو تعبیر یہاں آ کے ذرا   منزلِ صبر پہ آتے ہیں نظر شاہِ ہدا
کتنی قربانیاں شبیرؑ لیے آتے ہیں
آپؑ کے خواب کی تعبیر لیے آتے ہیں

(۵۲)

وقت یہ وہ تھا کہ حاکم تھا یزیدِ بدکار   خود جو تبدیل کیے جاتا تھا دیں کے اقدار
دینِ اسلام مٹانے پہ تُلا تھا مکار   حق پہ کرتا تھا ہر اک طرح قیامت کے وار
زور پر زر کے جو بیعت کا طلب گار تھا وہ
اہلِ اسلام کے ایماں کا خریدار تھا وہ

(۵۳)

خواب، شاہی کی عنایت کے دکھائے اُس نے   خواب، مال و زر و دولت کے دکھائے اُس نے
خواب، آرام کے، راحت کے دکھائے اُس نے   خواب پھر رے کی حکومت کے دکھائے اُس نے
اس کی تعبیر جو تھی آئینہ دارِ دوزخ
شامِ ظلمت میں بھڑکنے لگی نارِ دوزخ

(۵۴)

خواب دکھلائے جو زر کے تو مسلمان بکے   مول میں دشت و بیاباں کے گلستان بکے
آدمیت کی جو قیمت ملی انسان بکے   انتہا پھر یہ ہوئی حافظِ قرآن بکے
حرصِ زر یہ تھی کہ مفتی سرِ بازار بکے
عالم سوٗ بھی معِ جبہ و دستار بکے

(۵۵)

دنیاداری کے عجب خواب دکھاتا تھا یزید　　محفلِ عیش و طرب روز سجاتا تھا یزید
آپ بھی پیتا تھا، اوروں کو پلاتا تھا یزید　　راہِ دوزخ پہ زمانے کو لگاتا تھا یزید
اپنا خودساختہ قانون دیے جاتا تھا
دیں کے اقدار کو پامال کیے جاتا تھا

(۵۶)

کر رہا تھا جو وہ تبدیل شریعت کا نظام　　کوئی پہچان نہ سکتا تھا حلال اور حرام
گویا آسان کیا اس نے یہ ابلیس کا کام　　جو مسلمان ہیں وہ چھوڑ دیں راہِ اسلام
ایسے عالم میں دیے حق کے جلانے کے لیے
کون اس وقت تھا اسلام بچانے کے لیے

(۵۷)

بیٹھ کر تختِ خلافت پہ جو پیتا تھا شراب　　شہؑ سے بیعت کا طلب گار تھا وہ خانہ خراب
اس کی یہ آرزو تھی یا کسی دیوانے کا خواب　　اُس کو منہ توڑ دیا سبطِ پیمبر نے جواب
معجزہ حضرتِ شبیرؑ کی قربانی ہے
خواب دیوانے کا اب خوابِ پریشانی ہے

(۵۸)

شاہؑ نے بیعتِ فاسق سے جو انکار کیا　　قتلِ شبیرؑ پہ آمادہ ہوئے اہلِ دغا
تب محمدؐ کے نواسے نے مدینہ چھوڑا　　حرمتِ شہرِ محمدؐ کو بچایا بخدا
بخوشی سر یہ کٹانے پہ ہوئے آمادہ
دینِ اسلام بچانے پہ ہوئے آمادہ

(۵۹)

شہؑ بچانے کے لیے دینِ نبیؐ نامِ خدا　　منزلیں طے کیے جاتے تھے سوئے کرب و بلا
راہ میں آنکھ لگی خواب یہ شہؑ نے دیکھا　　خلد سے لائے ہیں تشریف رسولِؐ دوسرا
وہ یہ کہتے ہیں مصائب سے گزر جاؤ گے
کچھ ہی دن بعد مرے پاس چلے آؤ گے

(۶۰)

خواب سے جب ہوئے بیدار امامِ کونین　　پھر چلے بہرِ سفر سبطِ رسول الثقلین
تھے ابھی راہ میں وہ جانِ شہِ بدر و حنین　　دفعتاً کہنے لگے یوسفِ کنعانِ حسین
میں نے سوتے میں بصد رنج و تعب دیکھا ہے
رات کو خواب میں منظر یہ عجب دیکھا ہے

(۶۱)

ایک جنگل میں کھڑے ہیں مرے بابا تنہا　　یک بہ یک میں نے وہاں خون ابلتا دیکھا
رفتہ رفتہ وہ لہو تا بہ کمر آپہنچا　　آپ نے درد کی شدت سے کمر کو تھاما
خواب میں زخم یہ دو پہلو بہ پہلو دیکھے
میں نے خود کٹتے ہوئے آپؑ کے بازو دیکھے

(۶۲)

بابا بتلایئے اس خواب کی کیا ہے تعبیر　　پاس اکبرؑ کو بلا کر ہوئے گویا شبیرؑ
اے مرے نورِ نظر، لختِ جگر، ماہِ منیر　　حیف! اب کربلا لے جائے گی ہم کو تقدیر
دشت میں خون کے طوفان نظر آئیں گے
دونوں بازو وہاں عباسؑ کے کٹ جائیں گے

(۶۳)

کربلا قافلۂ آلِ نبیؐ جب پہنچا　　خیمے ساحل سے ہٹائے گئے، اک حشر ہوا
بندشِ آب تھی، دریا پہ لگا تھا پہرا　　صبحِ عاشور دہکتا ہوا سورج نکلا
ہر طرف پیاس کی شدت سے مصیبت ٹوٹی
دھوپ وہ تھی کہ قیامت پہ قیامت ٹوٹی

(۶۴)

کوئی پانی کی وہاں پر نہ نکلتی تھی سبیل　　فوجِ اعدا میں گھری شاہ کی وہ فوجِ قلیل
یاد تھا حضرتِ شبیرؑ کو جو خوابِ خلیل　　نگراں تھی نظرِ شاہ سوئے ربِ جلیل
یہ اُسی خواب کی تعبیر دیے جاتے تھے
حکمِ معبود کی تعمیل کیے جاتے تھے

(۶۵)

خواب میں مانگی جو قربانی پسر کی حق نے — اپنے بیٹے کو وہ میدانِ منیٰ میں لائے
وہ جو قربانی طلب کی تھی خدا نے اُن سے — اس کو مقبول کیا رب علا نے ایسے
بھیج کے دنبہ اسے پہلے بچایا حق نے
خواب کو خواب کی تعبیر سے بدلا حق نے

(۶۶)

یہ جو قرآں میں لقب ذبحِ عظیم آیا ہے — یہ محمدؐ کے نواسے نے شرف پایا ہے
وہ بہتر ہیں جو قربانیاں یہ لایا ہے — یہ حسینؑ ابنِ علیؑ ، فاطمہؑ کا جایا ہے
حق نے واں دنبے کی قربانی کا سامان کیا
اور یہاں شاہ نے دو بیٹوں کو قربان کیا

(۶۷)

ایک اکبرؑ ہے جو بیٹوں میں تو ہے اک اصغرؑ — بڑھ گئے صبر میں ایوبؑ سے ابنِ حیدرؑ
شہ نے قربان کیا راہِ خدا میں گھر بھر — لالِ زینبؑ کے دیے حق کو، تو شبرؑ کا جگر
کبھی انصار کو صدقے ، کبھی یاور کو کیا
حق پہ قربان برابر کے برادر کو کیا

(۶۸)

ہو کے رخصت جو حرم سے چلے اب شاہِ امم — رک گیا اسپ کہ پکڑے تھے سکینہؑ نے قدم
اترے گھبرا کے جو گھوڑے سے امامِ عالم — اس کو سینے سے لگا کر کہا شہ نے اس دم
باپ کا اب نہ ملے گا کبھی سینہ تم کو
صبر کرنا ہے بہر حال سکینہؑ تم کو

(۶۹)

وہ یہ کہنے لگی کس طرح مجھے آئے گا چین — چھوڑ کر جائیں نہ لِلّٰہ امامِ کونین
چوم کر اس کا گلا کہنے لگے پھر یہ حسینؑ — فرض جو ہے وہ ادا کرنا ہے اے نور العین
امتحاں گاہِ مصیبت سے گزر جاؤں گا
قید خانے میں تجھے لینے کو خود آؤں گا

(۷۰)

دے کے تسکین سکینہؑ کو امامِ ابرار　آئے میدان میں اور کھینچی کمر سے تلوار
حملہ ور اب جو ہوئے شاہ تو بھاگے اشرار　فوج کے دَل جو ہٹے بولے شہِ عرش وقار
آج میدان سے اعدا کی صفائی دیکھو
آؤ عباسؑ ذرا میری لڑائی دیکھو

(۷۱)

نہر سے اٹھ کے ذرا جانِ وفا دیکھو تو　بھوکے پیاسے میں ہے کیا جوشِ وغا دیکھو تو
حملہ حیدرؑ کی طرح میں نے کیا دیکھو تو　بھاگتی پھرتی ہے سب فوجِ جفا دیکھو تو
وہ کئی لاکھ ہیں اور یک و تنہا میں ہوں
وہ ہیں سیراب ، کئی روز کا پیاسا میں ہوں

(۷۲)

میرے سینے پہ ہے داغِ علی اکبرؑ دیکھو　میرے چہرے پہ ہے خونِ علی اصغرؑ دیکھو
میرے بازو بھی یہ زخمی ہیں ، برادر دیکھو　چور زخموں سے ہوں اے میرے غضنفر دیکھو
گو خوشی سے نہیں ناچار لڑا ہوں سب سے
صورتِ حیدرِ کرارؑ لڑا ہوں سب سے

(۷۳)

ناگہاں عصر کا ہنگام وغا میں آیا　خاک پر زیں سے گرا بنتِ نبیؐ کا جایا
وہ جو سجدے میں گیا ، خنجرِ کیں لہرایا　شمر نے احمدِ مرسلؐ کو بہت تڑپایا
قتلِ شبیرؑ کی مقتل میں جو ساعت آئی
عرش تھرا گیا ، دنیا میں قیامت آئی

(۷۴)

قتلِ شبیرؑ پہ دنیا میں ہوا حشر بپا　آندھیاں سرخ چلیں ، دشتِ بلا تھرایا
نوکِ نیزہ پہ سرِ سبطِ نبیؐ جب پہنچا　نہر پر لاشۂ عباسِؑ دلاور تڑپا
طبقے دنیا کے الٹ جانے کی نوبت آئی
کربلا تا بہ مدینہ وہ قیامت آئی

(۷۵)

ام سلمہؓ نے عجب خواب میں منظر دیکھا　حضرتِ احمدِ مختار کو مضطر دیکھا
خاک آلودہ سرِ شافعِ محشر دیکھا　خونِ تازہ بھی رخِ ختمِ رسل پر دیکھا
غم سے حالت تھی عجب، اشکوں سے منہ دھوتے تھے
مستقل شاہِ رسولانِ سلف روتے تھے

(۷۶)

آنکھ جو ان کی کھلی سانس الجھتی دیکھی　دے گئے تھے جو نبیؐ اب جو وہ مٹی دیکھی
خاک شیشے میں جو تھی خون میں بدلی دیکھی　گویا چلتی ہوئی سینے پہ چھری سی دیکھی
آ گیا دل کو یقیں سبطِ نبیؐ قتل ہوئے
ہائے! پردیس میں دلبندِ علیؑ قتل ہوئے

(۷۷)

ام سلمہؓ کا اُدھر غم سے عجب حال ہوا　اِس طرف لٹ گئی سرکارِ رسولؐ دوسرا
تھے رسن بستہ جو اہلِ حرمِ شاہِ ہدا　طوق و زنجیر میں عابدؑ تھے گرفتارِ بلا
قید ہو کر جو یہ سب عرش نشیں جاتے تھے
دُرّے کھاتے ہوئے سجادِؑ حزیں جاتے تھے

(۷۸)

منزلیں کرتے ہوئے شام میں پہنچے قیدی　کربلا قتل گہِ شہؑ میں مقید نہ رہی
یہ جہاں پہنچے وہاں کرب و بلا بھی پہنچی　قتلِ شبیرؑ کی تشہیر زمانے میں ہوئی
آئے تھے بے سر و ساماں تو یہ سامان ملا
رات دن رہنے کو اک شام کا زندان ملا

(۷۹)

روز شبیرؑ کی مجلس یہاں ہوتی تھی بپا　باپ کی یاد میں روتی تھی سکینہؑ دکھیا
خواب اک روز سکینہؑ نے یہاں یہ دیکھا　اس کو لینے کے لیے آئے ہیں اب شاہِ ہدا
چونک کر خواب سے وہ بولی، کہاں ہیں بابا
مجھ کو بھی اب وہاں لے جاؤ جہاں ہیں بابا

(۸۰)

اس نے رو رو کے یہ پھر حضرت زینبؑ سے کہا   اے پھپھی اماں، یہاں آئے تھے میرے بابا
وہ بلاتے تھے مجھے، ان پہ مری جان فدا   وہ کہاں اب ہیں مجھے کوئی بتا دے یہ ذرا

مجھ کو بابا نہ ملے اب تو میں مر جاؤں گی
ان سے ملنے کے لیے جاں سے گزر جاؤں گی

(۸۱)

حاکمِ شام کو پہنچی جو یہ دلدوز خبر   اس نے زندان میں بھجوا دیا شبیرؑ کا سر
باپ کے سر کو جو دیکھا تو وہ دوڑی اٹھ کر   سر لیا گود میں اس نے تو ہوا اک محشر

اپنا منہ باپ کے منہ سے جو ملا رو رو کر
ایسی سوئی کہ پھر اٹھی نہ کبھی وہ سو کر

(۸۲)

دفن سجادؑ نے مانجائی کو زنداں میں کیا   حاکمِ شام کا بھیجا ہوا ساماں نہ لیا
وہ جو پہنے تھی، کفن میں وہی کرتہ جو دیا   سوزنِ صبر سے زخمِ دلِ صد چاک سیا

کہہ کے سجادؑ نے یہ، قبر بنائی اس کی
قید سے اب نہ کبھی ہوگی رہائی اس کی

(۸۳)

قید میں آلِ نبیؐ کو غمِ تازہ جو ملا   ہل گئے ارض و سما، حشر کا سامان ہوا
پرسہ بانوؑ کو حرم نے جو سکینہؑ کا دیا   بچھ گئی اک صفِ ماتم، ہوئی مجلس برپا

وا حسینا کی صدا دور تلک جانے لگی
سن کے آوازِ بکا ہند بھی تھرّانے لگی

(۸۴)

ایک شب ہند نے سوتے میں قیامت دیکھی   اک نئی طرح کی اُفتاد بہ حیرت دیکھی
ظلمتِ شام میں خورشید کی رجعت دیکھی   یا اترتی ہوئی تطہیر کی آیت دیکھی

بی بی اک کرتی ہوئی گریہ و زاری آئی
عالمِ خواب میں زہرؑا کی سواری آئی

(۸۵)

اپنے مظلوم پسر کی وہ عزا کرتی تھیں   ماتم شاہِ شہیداںؑ وفا کرتی تھیں
پیٹ کر سینہ و سر آہ و بکا کرتی تھیں   عرض یہ خواب میں اُس سے بخدا کرتی تھیں
کس جگہ رکھا ہے، جلدی ذرا لا کر دے دے
لاشہ شبیرؑ کا بے سر ہے، مجھے سر دے دے

(۸۶)

اب تو یہ ظلم کی دیوار گرا دے اے ہند   قید سے اب مرے بچوں کو چھڑا دے اے ہند
چادریں آلِ محمدؐ کو اُڑھا دے اے ہند   اہلِ زنداں کو مدینے سے ملا دے اے ہند
باپ کی یاد جو صغرٰا کو بہت آتی ہے
اپنا سر وہ در و دیوار سے ٹکراتی ہے

(۸۷)

وہ کبھی عابدِؑ مضطر کے لیے روتی ہے   کبھی ہمشکلِ پیمبرؐ کے لیے روتی ہے
کبھی ننھے علی اصغرؑ کے لیے روتی ہے   ایک بیمار بھرے گھر کے لیے روتی ہے
سب کی فرقت میں شب و روز بکا کرتی ہے
چاہنے والوں کے ملنے کی دعا کرتی ہے

(۸۸)

کیا خبر اس کو کہ پردیس میں کیا کیا گزری   اکبرؑ و قاسمؑ و عباسؑ ہوئے قتل سبھی
تیر گردن پہ لگا پیاس نہ اصغرؑ کی بجھی   کٹ گیا باپ کا سر، قید ہے اولادِ نبیؐ
رکھ کے اپنے لب و رخسار پدر کے لب پر
قید میں ہو گئی قربان سکینہؑ سب پر

(۸۹)

ہند، یاں خواب میں تھی اور وہاں حاکمِ شام   خواب میں دیکھتا کیا ہے کہ رسولِؐ اسلام
خونِ تازہ ہیں ملے ریش مبارک پہ تمام   خاک ہے سر پہ پڑی، کرتے ہیں رو رو کے کلام
زخم کیسا یہ مرے دل کو دیا اے ظالم
میرے فرزند کو کیوں قتل کیا اے ظالم

(۹۰)

کس خطا پر مرے کنبے کو کیا تو نے شہید　　میرے شبیرؑ نے کیا تیرا بگاڑا تھا یزید
ایک اِک لفظ نبی کا تھا جو اک ضربِ شدید　　خواب سے چونک اٹھا اب وہ سگ و خوکِ پلید
در و دیوار سے سر اپنا وہ ٹکرانے لگا
اپنا منہ پیٹ کے رو رو کے وہ چلانے لگا

(۹۱)

میں نے کیوں سبطِ پیمبرؐ کو بھلا قتل کیا　　ہائے! کیوں زخم دلِ بنتِ پیمبرؐ کو دیا
خود جو تھے تشنہ دہن ان کا لہو میں نے پیا　　بدلا کس جرم کا اولادِ پیمبرؐ سے لیا
قیدی اولادِ پیمبرؐ کو بنایا میں نے
قبر میں ہائے! محمدؐ کو ستایا میں نے

(۹۲)

ہند بھی خواب سے چونکی جو ملول و مضطر　　حجرۂ خواب سے روتی ہوئی نکلی باہر
صحنِ خانہ میں جو پہنچی تو یہ دیکھا منظر　　سر کو ٹکراتا ہے رہ رہ کے یزیدِ خود سر
مضطرب اب وہ ستم گار نظر آتا ہے
اب وہ آفت میں گرفتار نظر آتا ہے

(۹۳)

ہند نے اس سے کہا، تو نے نہ اُس دم سوچا　　قتل جس وقت جگر بندِ پیمبرؐ کو کیا
قید اولادِ نبیؐ کو کیا بے جرم و خطا　　گر ہے افسوس تو کیوں کرتا نہیں اِن کو رہا
وہ یہ بولا ، نہ اب آزار دیا جائے گا
قید سے اب انھیں آزاد کیا جائے گا

(۹۴)

صبح دم عابدِؑ مضطر کو کیا اس نے طلب　　وہؑ جو آئے تو یہ کہنے لگا وہ ظلم نسب
سب کو آزاد کیے دیتا ہوں میں قید سے اب　　اب یہاں پر رہیں یا جائیں مدینے کو سب
بولے سجادؑ کہ میں کہہ نہیں سکتا کیا ہو
اختیار اس کا پھپھی کو ہے، جو حکم انؑ کا ہو

(۹۵)

اب رہیں قید میں یا ہم کو کرے تو آزاد   ہم نے کب تجھ سے رہائی کے لیے کی فریاد
گھر کا گھر ہوگیا سب سامنے اپنے برباد   لٹ گیا شہرِ نبیؐ ، ہوگیا جنگل آباد
خیر پوچھ آؤں پھپھی سے کہ ارادہ کیا ہے
وہ بتائیں گی مجھے منزل و جادہ کیا ہے

(۹۶)

آ کے سجادؑ نے یہ زینبِ مضطر سے کہا   حاکمِ شام نے زنداں سے کیا سب کو رہا
اب یہاں رہنا ہے ہم کو کہ مدینے جانا   اس نے پوچھا ہے توحکم آپ کا اب اس میں ہے کیا
بولیں زینبؑ کہ جو ہم اذنِ سفر پائیں گے
کربلا ہو کے مدینے کو چلے جائیں گے

(۹۷)

کربلا جادہ ہے، منزل ہے مدینہ بیٹا   وہیں مرنا ہے ہمیں اور وہیں جینا بیٹا
جا کے ساحل سے لگے گا جو سفینہ بیٹا   یاد آئے گی بہت سب کو سکینہ بیٹا
ہائے! یہ کتنا بڑا داغ اٹھایا میں نے
بھائی کی ایک امانت کو گنوایا میں نے

(۹۸)

کہہ دو حاکم سے مدینے کی طرف جائیں گے ہم   اپنے بھائی کا مگر پہلے کریں گے ماتم
بندشِ ماتم و گریہ جو رہی ہے پیہم   شاہِ مظلوم کو جی بھر کے نہ رو پائے حرم
پہلے کچھ گریہ و ماتم کا وہ سامان کرے
شہر میں مجلسِ شبیرؑ کا اعلان کرے

(۹۹)

دو مکاں خالی کرائے گئے پھر بہرِ عزا   پھر سیاہ ایک علم بہرِ نشاں نصب ہوا
پردے کالے تھے پڑے سوگ میں ڈوبی تھی فضا   شہر کا شہر یہاں امنڈا چلا آتا تھا
ہر طرف گریہ و زاری کی صدا آتی تھی
در و دیوار سے آوازِ بکا آتی تھی

(۱۰۰)

ایک ہفتے رہی مجلس یہ بصد شیون و شین　　سب کا نوحہ تھا کہ فریاد رسولؐ الثقلین
کبھی کلثومؑ کے نالے، کبھی زینبؑ کے تھے بین　　ہائے عباسؑ کوئی کہتا، کوئی ہائے حسینؑ
کوئی کھاتی تھی پچھاڑیں، کوئی غش کھاتی تھی
ہر طرف وائے حسینا کی صدا آتی تھی

(۱۰۱)

رات دن روتے رہے کرکے شہیدوں کو وہ یاد　　اب جو حاکم نے کیا قید سے ان کو آزاد
خوں بہا شہؑ کا دیا اس نے تو بولے سجادؑ　　یہ بھلا دیتا ہے کیوں مجھ کو تو اے ظلم نہاد
تو اسے جا کے شہِ کون و مکاں کو دینا
حشر کے روز رسولؐ دو جہاں کو دینا

(۱۰۲)

ہاں ہمیں وجہ سکونِ دلِ مضطر دے دے　　کچھ جو دینا ہے تو بابا کا مرے سر دے دے
میری ماں بہنوں کی لوٹی ہوئی چادر دے دے　　میری معصومہ کے چھینے ہوئے گوہر دے دے
کُرتہ شبیرؑ کا، اصغرؑ کا شلوکا دے دے
اور جو ممکن ہو تو بے شیرؑ کا جھولا دے دے

(۱۰۳)

حاکمِ شام نے لوٹا ہوا ساماں جو دیا　　کُرتہ شبیرؑ کا شبیرؑ کی خواہر کو ملا
بانو رو اٹھیں جو بے شیرؑ کا کُرتہ دیکھا　　اک سکینہؑ کے سوا سب نے ہی سامان لیا
کوئی گہوارۂ اصغرؑ سے لپٹ کر رویا
کوئی عمامۂ سرورؑ سے لپٹ کر رویا

(۱۰۴)

ہو کے سب اہلِ حرم قید سے آزاد چلے　　لے کے سامان یہ سب بادلِ ناشاد چلے
زخم دُرّوں کے لیے پشت پہ سجادؑ چلے　　دل میں معصوم سکینہؑ کی لیے یاد چلے
ہر طرف ایک فضا سوگ کی طاری کرتے
سب مدینے کو چلے گریہ و زاری کرتے

(۱۰۵)

ہاں مگر قید میں وہ باپ کو رونے والی   رات دن اشکوں سے دامن کو بھگونے والی
سر پہ شبیرؑ کے وہ جان کو کھونے والی   چین سے خواب کی تعبیر میں سونے والی
ساتھ ماں بہنوں کے وہ سوئے مدینہ نہ گئی
سب گئے شام کے زنداں سے، سکینہؑ نہ گئی

اجرِ رسالت

یوں پیرویٔ رسمِ وفا کرتے رہیں گے   حق اجرِ رسالت کا ادا کرتے رہیں گے
زہراؑ کی دعا ہم ہیں تو وعدہ ہیں نبیؐ کا   ہم ذکرِ شہِ کرب و بلا کرتے رہیں گے

چراغِ کربلا

مقصدِ شبیرؑ سے جب آگہی ہو جائے گی   زندگی پھر زندگی فی الواقعی ہو جائے گی
لہجۂ زینبؑ سے لو دیں گے چراغِ کربلا   شام کی تاریکیوں میں روشنی ہو جائے گی

بیمارِ کربلا

اپنی ہستی کو آئینا کرنا   حُبِ سجادؑ سے جلا کرنا
پاس بیماریاں نہ آئیں گی   ذکرِ بیمارِ کربلا کرنا

ایمان

بعدِ ختمِ رُسل امامت ہے   وہ امامت جو تا قیامت ہے
کلِ ایماں کی پیروی کے طفیل   میرا ایمان بھی سلامت ہے

مرثیہ بعنوان علم اور علمداری

مطلع : آج سائے میں علم کے جو سفر کرنا ہے

تعدادِ بند : ۱۱۱

سنِ تصنیف: ۱۹۹۷ء

درحال : قمرِ بنی ہاشم حضرتِ عباسؑ علمدار

دستِ احمدؐ نے جو اک حق کا سجایا تھا علم
پہلے وہ حضرتِ حمزہ نے اٹھایا تھا علم
ان سے وہ جعفرِ طیار تک آیا تھا علم
اور پھر حیدرِؑ کرار نے پایا تھا علم

بعدِ حیدرؑ جو یہ پہنچا شہِ ابرار کے پاس
ہاتھوں ہاتھ آیا علم شہؑ کے علمدار کے پاس

سلام

کہا حُر نے مری فکرِ رسا سے — جناں کا راستہ ہے کربلا سے
جسے نسبت ہے سبطِ مصطفیٰ سے — وہی آنکھیں ملاتا ہے قضا سے
فنا ہو کر جو ملتا ہے بقا سے — ہمیشہ ربط رکھو کربلا سے
مجھے ہے سبطِ محبوبِ خدا سے — مودّت انتہا کی ابتدا سے
اٹھیں گے ہم اگر بزمِ عزا سے — ملیں گے خلد میں شاہِ ہدا سے
جلا ہے خونِ شاہِ کربلا سے — چراغِ دیں بجھے گا کیا ہوا سے
ملے فطرس کو بال و پر کہ جب وہ (ق) — ہوا مَس مہدِ شاہِ کربلا سے
حسینؑ ابنِ علی کے پاس لے جا — اگر اچھا نہ ہو کوئی دوا سے

— (ق) —

حقیقت خواب کی کھلنے لگی ہے — چلے ہیں کربلا کو جب منیٰ سے
خلیل اللہ کو تعبیرِ رویا — ملی جا کر خلیلِ کربلا سے

مرا کشکول مدحت بھر گیا ہے — سخی ابنِ سخی تیری عطا سے
بچے ذکرِ شہِ دیں ہم ہیں زندہ — زمانے میں دعائے سیدہؑ سے
حسینؑ ابنِ علیؑ کا نام میں نے — سنا ہے دل دھڑکنے کی صدا سے
وسیلے سے حسینؑ ابنِ علیؑ کے — دعا لینا مریضِ کربلا سے
سمجھتا تھا جو خادم خود کو شہ کا — وفا کا نام ہے اس باوفا سے
مجھے جنت کا رستہ مل رہا ہے — حسینؑ ابنِ علیؑ کے نقشِ پا سے
سرِ مقتل کٹی ہے تیغِ ظالم — گلوئے سبطِ شاہِ انبیاء سے
عبارت کر دیا ہے زندگی کو — غمِ سبطِ رسولِ دوسرا سے
شبیہِ کربلا کا نام لے کر — گزر جاؤں گا طوفانِ بلا سے
فقط دو گام ہی چلنا ہے ہم کو — بچے گلزارِ جنت کربلا سے
پھریں گے کب مرے حالات مولاؑ — دعا کب تک کروں اپنے خدا سے
نہیں ہے عقدۂ دشوار کوئی — کہ میرا ربط ہے عقدہ کشا سے
خدائی میں خدا کے دیں کا پردہ — ہے قائم خواہرِ شاہِ ہدا سے
اداسی چھا نہیں سکتی ہے دل پہ — یہ ہے آباد یادِ کربلا سے

ہمیشہ جھولیاں بھرتا ہے نیّر
درِ شہ پہ عطائے کبریا سے

علم اور علمداری

آج سائے میں علم کے جو سفر کرنا ہے   لوحِ تاریخ پہ بھرپور نظر کرنا ہے
علم کے در سے جو، اب کسبِ ہنر کرنا ہے   بڑھ کے قرطاس کے میدان کو سر کرنا ہے
جادۂ فکر و ہنر بہرِ قلم کھل جائے
منظرِ فن پہ صداقت کا علم کھل جائے

(۲)

مالکِ لوح و قلم آج ہو بندے پہ کرم   راہِ تحقیق سے بھٹکیں نہ تخیّل کے قدم
اب جو تعریفِ علم کرنا ہے خامے کو رقم   فن کے میدان میں ہو جائے علم میرا قلم
سفرِ کلک جو قرطاس پہ یوں جاری ہو
اس کی الفاظ کے لشکر میں علمداری ہو

(۳)

فوجِ الفاظ جو ہو محوِ سفر کاغذ پر   غوطہ زن چشمۂ تاریخ میں ہوں فکر و نظر
مجھ پہ سقائے سکینہؑ کا کرم بھی ہو اگر   خامہ ہو جائے علم دستِ سخنور میں ادھر
حرف معراجِ تخیّل کی سند پا جائیں
جتنے رخ بھی ہیں علم کے وہ نظر آجائیں

(۴)

میرے ہاتھوں میں جو خامہ ہے وہ ہے فن کا علم   میرا میدانِ سخن میں یہی رکھتا ہے بھرم
یہ درِ علم پیمبرؐ پہ جو ہو جاتا ہے خم   اس پہ ہو جاتا ہے مولائے سلونی کا کرم
اس کا رخ اور کسی سمت نہیں مڑتا ہے
دامنِ فکر پھریرے کی طرح اڑتا ہے

(۵)

یا علیؑ کہہ کے جو منبر پہ رکھا میں نے قدم   چھوٹے حضرتؑ نے کیا مجھ پہ بڑا لطف و کرم
سایہ افگن مرے سر پہ ہے جو غازیؑ کا علم   اس کے صدقہ میں ہے مداح کا سب جاہ و حشم
پنجۂ پرچمِ غازیؑ جو چمک جاتا ہے
میری قسمت کا ستارا بھی چمک جاتا ہے

(۶)

ذوقِ مداحیٔ عباسؑ کہاں لے آیا　　میں ہوں منبر پہ مرے سر پہ علم کا سایا
یہی سایا ہے حقیقت میں مرا سرمایا　　کون ہے اوج میں اس وقت مرا ہم پایا
آئینہ بن کے علم سر پہ جو لہراتا ہے
اپنے قدموں میں فلک مجھ کو نظر آتا ہے

(۷)

کس بلندی پہ ہے یہ دین کی سرحد کا نشاں　　قبلۂ اہلِ وفا صبر کے معبد کا نشاں
حق کا پرچم ہے شہِ دیں کے اب وجد کا نشاں　　سرنگوں ہو نہیں سکتا یہ محمدؐ کا نشاں
اس کو مقتل کی فضاؤں میں سجانے کے لیے
دستِ عباسؑ ہیں درکار اٹھانے کے لیے

(۸)

اس کے پرتو سے ہے خورشید کے ماتھے پہ چمک　　دامنِ دشت میں ہے اس کے پھریرے کی مہک
اس کے پنجے کی ہے تابش کہ ہے کوندے کی لپک　　عکس ہے اس کے پھریرے کے ہے سبزے میں لہک
اس پھریرے کی گھٹا دہر پہ جب چھاتی ہے
ہر طرف عالمِ امکاں میں بہار آتی ہے

(۹)

نور ہے پنجتنِؑ پاک کا پنجے میں نہاں　　اس لیے اس پہ تصدق ہے ستاروں کا جہاں
کون کرسکتا ہے اب اس کی بلندی کا گماں　　اس کے انوار سرِ عرش بھی ہوتے ہیں عیاں
اپنی ضو سے جو علم نور عطا کرتا ہے
چرخ پہ مہرِ مبیں کسبِ ضیا کرتا ہے

(۱۰)

دینِ خالق کے مقدر کا ستارا ہے علم　　فتح و نصرت کے لیے حق کا اشارا ہے علم
حشر کی دھوپ سے بچنے کا سہارا ہے علم　　ہم کو عباسؑ نے بخشا ہے ہمارا ہے علم
جب فضاؤں میں علم ہم کبھی لہراتے ہیں
ماتمی اس کے ہی سائے میں اماں پاتے ہیں

(۱۱)

رفعتِ دینِ پیمبرؐ ہوئی پرچم سے عیاں یہ محمدؐ کے گھرانے کی ہے عظمت کا نشاں
یہ جہاں نصب ہے اللہ کی رحمت ہے وہاں اس کے سائے میں میسر ہوئی مومن کو اماں
نصب جس گھر پہ بھی یہ حق کا علم ہوتا ہے
بس اسی گھر پہ تو مولاؑ کا کرم ہوتا ہے

(۱۲)

جب تلک دم میں ہے دم ہم یہ اٹھائیں گے علم اپنے ہاتھوں سے بصد شوق سجائیں گے علم
آنکھوں سے چومیں گے اور دل سے لگائیں گے علم لے کے پھر حشر کے میدان میں جائیں گے علم
اس کے سائے میں جو قسمت ہمیں لے جائے گی
ہم تلک دھوپ قیامت کی نہیں آئے گی

(۱۳)

منتیں اس پہ چڑھاتے ہیں چڑھانے والے اس کے دامن میں اماں پاتے ہیں پانے والے
یا علیؑ کہہ کے اٹھاتے ہیں اٹھانے والے خود کو ہر شر سے بچاتے ہیں بچانے والے
ہاتھ میں پرچمِ عباسؑ وہ کیا رکھتے ہیں
گویا موسیٰؑ ہیں کہ ہاتھوں میں عصا رکھتے ہیں

(۱۴)

رفعتِ دینِ الٰہی کا امیں ہے یہ علم نور سے ہے یہ عیاں مہرِ مبیں ہے یہ علم
نازِ سروِ چمنِ خلدِ بریں ہے یہ علم ذکرِ عباسؑ جہاں پر ہے وہیں ہے یہ علم
یہ بھی مخصوص جو ہے جرأت جرار کے ساتھ
چھڑ گیا ذکرِ علم ذکرِ علمدار کے ساتھ

(۱۵)

اس کے پنجے کی چمک جیسے کہ ہو جلوۂ طور سر بہ سجدہ ہے بلندیٔ جہاں اس کے حضور
اس کے پرتو سے ضیا پاتا ہے شاعر کا شعور روشنی فکرِ سخنور کی اسی کا تو ہے نور
نور سے اس کے اندھیروں سے جو دوری ہو جائے
اس کے سائے میں جو ناری ہو وہ نوری ہو جائے

(۱۶)

خواب میں حُر نے جو جنت کی بشارت پائی سوئے شبیرؑ چلے ہاتھ رہِ حق آئی
ساتھ حُر کے تھے غلام اور پسر اور بھائی سب نے لی پرچم غازی کے تلے انگڑائی
اس کے سائے میں جو آئے تو کہاں تک پہنچے
تھے جو دوزخ کے مسافر وہ جناں تک پہنچے

(۱۷)

نور پنجے کا سرِ چرخ عیاں ہوتا ہے سبز پرچم سے بہاروں کا گماں ہوتا ہے
کیا عجب اس کے پھریرے کا سماں ہوتا ہے گویا یہ آئینۂ باغ جناں ہوتا ہے
لہر کوثر کی نظر آئی جو لہرانے سے
بوئے خلد آئی پھریرے کی ہوا آنے سے

(۱۸)

عظمتِ احمدؐ مختار ہے پنجے سے عیاں سطوتِ جعفر طیار ہے پنجے سے عیاں
صولتِ حیدرؑ کرار ہے پنجے سے عیاں قوتِ دستِ علمدارؑ ہے پنجے سے عیاں
دشمنِ آلؑ کو نیزے کی انی ہے یہ علم
ہے یہ پنجے سے عیاں پنجتنی ہے یہ علم

(۱۹)

نامِ عباسؑ سے منسوب ہے سرورؑ کا علم اس کے پنجے سے نمایاں ہے امامت کا حشم
بازوئے حضرتِ شبیرؑ کی کھا کھا کے قسم ہاتھ پنجے پہ عقیدت سے جو اب رکھتے ہیں ہم
اس طرح فرض مودت کا ادا کرتے ہیں
بیعتِ سبطِ رسولِ دوسرا کرتے ہیں

(۲۰)

اس سے ظاہر ہے غلامانِ علمدار حسینؑ پیرو حضرتِ عباسؑ پرستار حسینؑ
حُبِ عباسؑ میں سرمست طلب گار حسینؑ کربلا میں جو کہیں ہوتے عزادار حسینؑ
خدمتِ سبطِ رسولِ دوسرا میں ہوتے
سایۂ پرچمِ افواجِ خدا میں ہوتے

(۴۱)

انؑ کے پرچم نے عجب شان یہ پائی دیکھو　　نور ہی نور ہے یہ جلوا نمائی دیکھو
اس کے پنجے میں نہاں عقدہ کشائی دیکھو　　خونِ عباسؑ سے تاثیر یہ آئی دیکھو
یہ ضعیفوں کو جوانوں سی توانائی دے
مس کرے آنکھوں سے اندھا تو یہ بینائی دے

(۴۲)

آنکھ جب سے ہے کھلی ہم نے یہی ہے دیکھا　　کسی بیمار کے جب کام نہیں آئی دوا
اس پہ عباسؑ کے پرچم کا کیا تب سایا　　کھل اٹھا چہرۂ بیمار ہوا فضلِ خدا
چند ساعت جو پھریرے کی ہوا اس کو ملی
اس علمدارؑ کے صدقے میں شفا اس کو ملی

(۴۳)

روزِ عاشور وہ گرمی تھی کہ خالق کی پناہ　　تشنگی وہ تھی کہ ہر شخص کی حالت تھی تباہ
دھوپ سے ریت کی رنگت ہوئی جاتی تھی سیاہ　　لیکن اس دشت وبیاباں میں بھی خالق کی سپاہ
سائے میں اس کے پھریرے کے سکوں پاتی تھی
جب یہ لہراتا تھا جنّت کی ہوا آتی تھی

(۴۴)

کس طرح شان علم کی ہو بیاں بالتفصیل　　ضوفشاں گویا ہے اک مہر و وفا کی قندیل
مل نہیں سکتی کہیں اس کی جہاں میں تمثیل　　ساتھ ہے مشکِ سکینہؑ کہ ہے پانی کی سبیل
کشتِ فن اس سے جو سیراب کیا کرتا ہوں
میں اسی مشک سے تو مشکِ سخن بھرتا ہوں

(۴۵)

پرچمِ حضرتِ عباسؑ جو ہے سایہ فگن　　میں اسی سائے میں طے کرتا ہوں اب راہِ سخن
نگہِ فکر میں اس وقت جو ہے صلحِ حسنؑ　　اس سے نکتہ یہ ملا مجھ کو بوجہِ احسن
خامۂ صدق بیاں جب بھی علم ہوتا ہے
سر وہیں فکرِ منافق کا قلم ہوتا ہے

(۲۶)

تیغِ کرّار کو شبّرؑ نے بنایا جو قلم دہر میں اونچا کیا امن و سکوں کا پرچم
اپنا ماضی جو قلم نے کیا کاغذ پہ رقم صلحِ شبّرؑ نے رکھا صلحِ محمدؐ کا بھرم
اس نے یہ معرکہ بے تیغ و علم جیتا ہے
جو صداقت کا نشاں ہے وہ قلم جیتا ہے

(۲۷)

صلح نامہ تھا کہ تھا امن و اماں کا میداں تھا قلم مثلِ علم امن کے میداں میں رواں
یا قلم یوں تھا علم جیسے ہو نصرت کا نشاں اس کے سائے میں تھی محفوظ مسلمانوں کی جاں
سایۂ امن و اماں سب پہ کیے چلتا تھا
اس کی ہی شاخ پہ ایماں کا ثمر پھلتا تھا

(۲۸)

اب جو قرطاس ہے میدانِ سخن کی صورت اس پہ جو مصرع ہے وہ ہے صفِ لشکر کی صفت
ہے قلم دستِ سخن ور میں یہ مثلِ رایت اسی رایت سے ہے تاریخِ علم کی زینت
اب قلم ہو کے علم لکھے علم کی تعریف
اور سخن دان کریں میرے قلم کی تعریف

(۲۹)

مجھ کو تاریخِ علم لکھنی ہے اے فکرِ رسا کب بنا تھا یہ علم اور کہاں پر تھا بنا
اور اسے پہلے پہل کس نے اٹھایا تھا بتا فکر نے ڈوب کے تاریخ کے دریا میں کہا
جب سے دنیا میں چھڑی ظلم و ستم کی تاریخ
تب سے تاریخ میں لکھی ہے علم کی تاریخ

(۳۰)

قتلِ ہابیل پہ انساں کی جو رسوائی ہوئی شیث و قابیل میں پھر معرکہ آرائی ہوئی
شیث کی غیب سے یوں حوصلہ افزائی ہوئی تھی ملائک کی جماعت بھی وہاں آئی ہوئی
شیث نے حق سے صداقت کا علم جب پایا
تب فرشتوں نے علمداری کا منصب پایا

(۳۱)

حق نے جنت ہی کے حلّے سے اسے بنوایا — اس سے ظاہر ہے کہ دنیا میں علم کب آیا
بڑھ کے قابیل پہ تب شیث نے غلبہ پایا — جب وہاں حق و صداقت کا علم لہرایا

اب فرشتہ ہی کوئی ہو تو اٹھائے گا علم
یا کوئی شیث صفت ہو تو وہ پائے گا علم

(۳۲)

کہیں رایت کہیں جھنڈا تو کہیں پر پرچم — مختلف نام کتابوں میں ملے اس کے رقم
اور کہیں اس کو نشاں لکھتے رہے اہلِ قلم — کہیں کہتے ہیں لوا اور کہیں کہتے ہیں علم

رنگ میں اپنے الگ شان یہ سب رکھتے ہیں
مختلف قوموں کی پہچان یہ سب رکھتے ہیں

(۳۳)

اس سے قوموں کا تشخص ہوا دنیا پہ عیاں — مختلف رنگ کے ہوتے ہیں جو قوموں کے نشاں
مر مٹے اس کی حفاظت کے لیے پیر و جواں — اس کی حرمت کے لیے ہوگئیں جانیں قرباں

ہو عروج اس کو تو اقوام بھی رفعت پا جائیں
ہو زوال اس کو تو قوموں کو زوال آ جائیں

(۳۴)

یہ دلیری کی علامت ہیں تو ہمت کے نشاں — یہ جو جھنڈوں پہ ہیں مخصوص نشانات عیاں
یا ظفر مند پھریں یا وہ کریں جاں قرباں — ان نشانوں کا تقاضا ہے کہ میداں میں جواں

جو علم لے کے بھی بے فتح پلٹ آتے ہیں
وہ تو تاریخ میں بے موت ہی مر جاتے ہیں

(۳۵)

چھوٹے چھوٹے سے قبیلوں میں تھے تقسیم عرب — قبل اسلام کے پرچم کی تھی تاریخ عجب
تھی جہالت تو جہالت بنی جنگوں کا سبب — سب کا اپنا تھا نشاں سب کا جدا تھا مذہب

سر میں سردار کے سودا جو تھا سرداری کا
اس کے ہی ہاتھ میں پرچم رہا خوں خواری کا

(۳۶)

گویا اس وقت جہالت کی علامت تھا یہ
مستقل بغض و عداوت کی علامت تھا یہ
باہم انسانوں میں نفرت کی علامت تھا یہ
صبح میں شام کی ظلمت کی علامت تھا یہ
جس گھڑی دستِ شقاوت میں نشاں تیغ نکلا
افقِ ظلم سے خوں ریزی کا سورج نکلا

(۳۷)

قریہ قریہ جو قبیلوں کے نشاں لہرائے
ہر طرف پھیل گئے جنگ و جدل کے سائے
چارسو بغض و عداوت کے تھے بادل چھائے
جب وہ ٹکرائے لہو برسا بدن تھرّائے
جینے دیتے تھے کسی کو نہ جیا کرتے تھے
لوگ اک دوسرے کا خون پیا کرتے تھے

(۳۸)

نوعِ انساں کا جو اب اخترِ قسمت چمکا
ایسے ماحول میں خورشید نبوت چمکا
شمعیں نفرت کی بجھیں مہرِ محبت چمکا
نورِ ایمان لیے دافعِ ظلمت چمکا
صبحِ خورشیدِ رسالت کی ضیا چھانے لگی
عرشِ اعظم سے درودوں کی صدا آنے لگی

(۳۹)

نام ہے جن کا محمدؐ وہ رسولوں کے رسولؐ
آپؐ کی راہ میں لوگوں نے بچھائے جو ببول
پیش اس وقت کیے آپؐ نے اخلاق کے پھول
اور پھر وضع کیے دہر میں جینے کے اصول
یہ تھے آغاز ہی سے لوح و قلم کے وارث
جتنے گزرے تھے نبیؑ ان کے علم کے وارث

(۴۰)

اٹھے اسلام کی تبلیغ کو جب شاہؐ امم
دشمنِ جاں ہوئے تب مکے کے کفار بہم
یوں مدینے میں چلے آئے رسولؐ اکرم
حکمِ احمدؐ سے بریدہ نے بنایا جو علم
ہر طرف نعرۂ توحید لگایا اُس نے
وہ علم ہر گلی کوچے میں پھرایا اُس نے

(۴۱)

ہر قدم پر جو نشانِ رہِ منزل تھا علم　　دینِ اسلام کی تبلیغ میں شامل تھا علم
حق کی پہچان تھا باطل کے مقابل تھا علم　　سر بہ سر عظمتِ اسلام کا حامل تھا علم
اس قدر اونچا ہوا دینِ خدا کا پرچم
نظر آنے لگا تا دور وفا کا پرچم

(۴۲)

عظمتِ دینِ الٰہی کی علامت تھا یہی　　کفر و ظلمت کی تباہی کی علامت تھا یہی
لشکرِ حق کے سپاہی کی علامت تھا یہی　　گویا انسان پناہی کی علامت تھا یہی
اس کے سائے میں مرتب ہوا دستورِ حیات
دہر میں پھیل گیا دور تلک نورِ حیات

(۴۳)

دیں کی تاریخ میں مشہور علمدار ہیں چار　　ایک وہ حضرتِ حمزہ سا بہادر جرار
دوسرے جعفرِ طیار شجاعت کا وقار　　تیسرے حیدرِ کرارؑ تھے غیرِ فرار
چوتھے عباسؑ علی ثانئ کرار ہوئے
آخری لشکرِ حق کے جو علمدار ہوئے

(۴۴)

دستِ احمدؐ نے جو اک حق کا سجایا تھا علم　　پہلے وہ حضرتِ حمزہ نے اٹھایا تھا علم
ان سے وہ جعفرِ طیار تک آیا تھا علم　　اور پھر حیدرؑ کرار نے پایا تھا علم
بعدِ حیدرؑ جو یہ پہنچا شہِ ابرار کے پاس
ہاتھوں ہاتھ آیا علم شہؑ کے علمدارؑ کے پاس

(۴۵)

کفر سے جنگ میں احمدؐ کی حمایت کے لیے　　حفظِ ایماں کے لیے حفظِ شریعت کے لیے
حق کی عظمت کے لیے دیں کی رفعت کے لیے　　پرچمِ حق و صداقت کی حفاظت کے لیے
سر بلندی جو علم کی ہے علمدار کے ہاتھ
جنگِ موتہ میں کٹے جعفرِ طیارؑ کے ہاتھ

(۴۶)

بڑھ کے میدان میں یوں جام شہادت کا پیا　　خاک پر رایتِ اسلام کو گرنے نہ دیا
ہاتھ کام آ گئے ہاتھوں سے جو یہ کام کیا　　درس یہ جعفرِ طیارؑ سے دنیا نے لیا
کیسے اسلام کے لشکر کا اٹھاتے ہیں علم
ہاتھ کٹ جائیں تو سینے سے لگاتے ہیں علم

(۴۷)

آیا میدانِ اُحد حق کے پرستار بڑھے　　پایا حمزہ نے علم بن کے علمدار بڑھے
غیظ میں کھینچ کے دشمن پہ وہ تلوار بڑھے　　لشکرِ مذہب اسلام کے سالار بڑھے
بن گئے پا کے شہادت جو وہ جانِ اسلام
کر گئے اونچا وہ میداں میں نشانِ اسلام

(۴۸)

ساتھ جب سب نے محمدؐ کا اُحد میں چھوڑا　　وعدۂ نصرتِ آقا نہ علیؑ نے توڑا
یوں علمداریٔ اسلام سے رشتہ جوڑا　　بڑھ کے میداں میں، نہ پھر جنگ سے منہ کو موڑا
زخمی اک ہاتھ ہوا پھر بھی بچایا تھا علم
دوسرے ہاتھ سے حیدرؑ نے اٹھایا تھا علم

(۴۹)

حملہ ور قلعۂ خیبر سے ہوئے جب کفار　　فوج اسلام ہزیمت سے ہوئی بس کہ دو چار
اتلک لے کے علم جو بھی بنے تھے سالار　　سب کے سب کر گئے تھے جنگ کے میداں سے فرار
ایسے ماحول میں آئی جو بہت یادِ علیؑ
دم بہ دم احمدِ مرسل نے پڑھی نادِ علیؑ

(۵۰)

کون بھاگا تھا وہاں پہلے کوئی کیا جانے　　غلطی اپنی نہ سالار نہ لشکر مانے
یہ حقیقت تو رسولؐ دوسرا پہچانے　　اس لیے احمدِ مرسل یہ لگے فرمانے
کیوں اٹھائیں گے علم اب کسی فرار کے ہاتھ
بس اٹھائیں گے علم کل کسی کرارؑ کے ہاتھ

(۵۱)

غیرِ فرّار جو ہے صاحبِ کردار بھی ہے ضیغمِ بیشۂ داور ہے تو جرّار بھی ہے
جو محمدؐ کا برادر ہے علمدار بھی ہے وہ بہادر بھی، سپاہی بھی ہے، کرّار بھی ہے
اُس کی کرّاری تو دیوار میں در کرتی ہے
آیۂ فتح و ظفر ساتھ سفر کرتی ہے

(۵۲)

رات بھر سب نے مگر خواب علم کا دیکھا صبح دم مہرِ امامت جو وہاں پر چمکا
دیکھ کر شیرِ الٰہی کو انھیں ہوش آیا گویا اسلام کے پرچم کا مقدر جاگا
ہاتھوں ہاتھ اب تو محمدؐ نے لیا حیدرؑ کو
رایتِ لشکرِ اسلام دیا حیدرؑ کو

(۵۳)

اب ملا ان کو علم اب یہ علمدار ہوئے اب علیؑ لشکرِ اسلام کے سالار ہوئے
فتحِ خیبر کے لیے جنگ پہ تیار ہوئے غیرِ فرّار ہوئے حیدرِ کرّار ہوئے
رن میں جو گاڑ دیا جا کے علم پتھر میں
نام کرّار کے اب ڈنکے بجے خیبر میں

(۵۴)

گرد کفار کے تھا قلعۂ خیبر کا حصار بابِ خیبر کا اکھڑنا تھا بہت ہی دشوار
اب جو ضرغامِ خدا غیظ میں آیا اک بار سوئے در بڑھنے لگا نفسِ رسولِ مختارؐ
فتح خیبر کی جو ہونا تھی علمدار کے ہاتھ
فتح نے چوم لیے حیدرؑ کرار کے ہاتھ

(۵۵)

فتح خیبر کو کیا فاتحِ خیبر پلٹے یعنی لہرا کے علم حیدرِ صفدر پلٹے
فوجِ اسلام کی تقدیر پلٹ کر پلٹے یہ علمدار جو پلٹے تو مظفر پلٹے
دھو دیے داغ ہزیمت کے علمداری سے
فتح لشکر کی ہوئی آپؑ کی سالاری سے

(۵۶)

بے ظفر جو نہیں پلٹے وہ ہیں کرّارِ علیؑ فاتحِ بدر و اُحد قاتلِ کفّار علیؑ
جو محمدؐ کی ضرورت ہیں وہ جرّار علیؑ کوئی ہو جنگ، ہیں لشکر کے علمدار علیؑ

حوصلے فوج میں ہیں آپ کی سالاری سے
فتح مشروط ہے حیدرؑ کی علمداری سے

(۵۷)

اے علمدارِ پیمبرؐ تری عظمت کو سلام ضیغمِ بیشۂ حق تیری جلالت کو سلام
صاحبِ تیغ و علم تیری شجاعت کو سلام میرِ لشکر تری بے مثل قیادت کو سلام

تو نے اسلام کی عظمت کا بھرم رکھا ہے
تو نے ہر جنگ میں اونچا یہ علم رکھا ہے

(۵۸)

اسؑ علمدار کا اک نورِ نظر ہے عباسؑ نخلِ گلزارِ امامت کا ثمر ہے عباسؑ
اپنے بابا کی دعاؤں کا اثر ہے عباسؑ جو ہے زہراؑ کی تمنا وہ پسر ہے عباسؑ

ایک کرار کی آمد ہوئی کرار کے گھر
آیا اک اور علمدارؑ علمدارؑ کے گھر

(۵۹)

وہؑ نگہدارِ محمدؐ یہؑ نگہدارِ حسینؑ وہؑ طلب گارِ محمدؐ یہؑ طلب گارِ حسینؑ
وہؑ فداکارِ محمدؐ یہؑ فدا کارِ حسینؑ وہ علمدارؑ محمدؐ، یہ علمدارِ حسینؑ

فوجِ پیغمبرؐ آخر کے وہ سالار ہوئے
لشکرِ سبطِ نبیؐ کے یہ علمدار ہوئے

(۶۰)

بازوئے سبطِ رسولؐ دوسرا ہیں عباسؑ خادمِ شاہِ شہیدانِ وفا ہیں عباسؑ
رہرو جادۂ تسلیم و رضا ہیں عباسؑ حاملِ دبدبۂ شیرؑ خدا ہیں عباسؑ

ثانیٔ جعفرِ طیار کہا جاتا ہے
ان کو عباسِؑ علمدار کہا جاتا ہے

(۶۱)

اک تحفظ کی ضمانت ہے علمدار کی ذات دست و بازوئے امامت ہے علمدار کی ذات
لشکرِ شاہ کی زینت ہے علمدار کی ذات دلِ شبیرؑ کی قوت ہے علمدارؑ کی ذات
کربلا والے محمدؐ کی حفاظت کے لیے
یہ علیؑ بن گئے حیدرؑ کی نیابت کے لیے

(۶۲)

اعتبار دلِ سلطانِ امم رکھتے ہیں عزم و ایثار و وفا دل میں بہم رکھتے ہیں
کس قدر دبدبہ و رعب و حشم رکھتے ہیں ہاتھ میں تیغ تو کاندھے پہ علم رکھتے ہیں
کس میں ہمت ہے سکینہؑ کے جو گوہر چھینے
وارثِ چادرِ تطہیر کی چادر چھینے

(۶۳)

ہیں علمدارؑ کے بازو جو شہِ دیں کا حصار دیکھ سکتے نہیں شبیرؑ کی جانب اشرار
کربلا میں یہ بنے حفظِ امامِ ابرار صورتِ جعفرِ طیار ہیں ہر دم تیار
جس طرف رن میں شہِ جن و بشر جاتے ہیں
اس طرف ہو کے یہ آقا کی سپر جاتے ہیں

(۶۴)

صبحِ عاشور یہ سرورؑ نے کہا اے زینبؑ کس کو لشکر کی علمداری کا سونپوں منصب
بولیں یہ ثانیٔ زہرا کہ اے سلطانِ عرب اس کے حقدار تو عباسِؑ وفادار ہیں اب
عزم و ہمت میں جو عباسؑ ہیں حیدرؑ کی طرح
یہ اٹھائیں گے علم فاتحِ خیبر کی طرح

(۶۵)

ان کے سینے میں مچلتی ہے شجاعت بھائی ان کی آنکھوں سے نمایاں ہے جلالت بھائی
ان کے بازو میں جو حیدرؑ کی ہے طاقت بھائی ان کو ہی زیب ہے لشکر کی قیادت بھائی
ان کا یہ حق ہے کہ لشکر کے یہ سالار بنیں
یہ علمدارؑ کے وارث ہیں علمدارؑ بنیں

(۶۶)

پسرِ ساقیِ کوثر ہیں جنابِ عباسؑ   ہو بہو فاتحِ خیبر ہیں جنابِ عباسؑ
شیرِ داور کے غضنفر ہیں جنابِ عباسؑ   سب سے اس فوج میں بہتر ہیں جنابِ عباسؑ
کلِ ایماں کی طرح غالبِ ہر غالب ہیں
وارثِ زورِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں

(۶۷)

اپنے پہلو میں یہ حمزہ کا جگر رکھتے ہیں   اونچا میدانِ شجاعت میں یہ سر رکھتے ہیں
خوف دشمن سے نہ فوجوں سے خطر رکھتے ہیں   دل یہ شیروں کا عقابوں کی نظر رکھتے ہیں
ان کے بازو میں جو دم جعفرِ طیار کا ہے
ان کی رگ رگ میں لہو حیدرِ کرار کا ہے

(۶۸)

عشقِ شبیرؑ سے سرشار نظر آتے ہیں   شہ پہ جاں دینے کو تیار نظر آتے ہیں
وارثِ منصبِ کرار نظر آتے ہیں   یہ تو بچپن سے علمدار نظر آتے ہیں
اپنی آغوش میں بابا جو لیا کرتے تھے
ان کے ہاتھوں کو بہت پیار کیا کرتے تھے

(۶۹)

لے چکے مشورہ زینبؑ سے جو سالاری کا   قصد مولاؑ نے کیا جنگ کی تیاری کا
عہدہ عباسؑ کو سونپا جو علمداری کا   آج جوہر یہی دکھلائیں گے کراری کا
فوج میں فرطِ مسرت سے ہر اک جھومتا ہے
دستِ عباسِؑ دلاور کو علم چومتا ہے

(۷۰)

شہ سے عباسؑ دلاور نے جو پایا یہ علم   بڑھ گیا اور بھی کچھ لشکرِ شہ کا دم خم
اب یہ میدان میں رکھیں گے قیادت کا بھرم   مختصر فوج کے جم جائیں گے میداں میں قدم
کیا کہیں لشکر و سردار پہ کیسا ہے
فوج ایسی نہ علمدارؑ کوئی ایسا ہے

(۷۱)

مختصر فوج میں اصغرؑ سا ہے کم سن بے شیر نوجوانوں میں وہ اکبرؑ جو نبیؐ کی تصویر
مسلمؑ عوسجہ و ابنِ مظاہر سے ہیں پیر ہر سن و سال کے رکھتے ہیں سپاہی شبیرؑ
پوچھو تاریخ سے کچھ حد بھی شجاعت کی ہے
کس نے اس طرح کے لشکر کی قیادت کی ہے

(۷۲)

ایسے لشکر کو ہزاروں سے لڑائے گا یہی صبح سے شام تلک دشت پہ چھائے گا یہی
صورتِ حمزہ و جعفر نظر آئے گا یہی کیسے ہوتے ہیں علمدار بتائے گا یہی
اس کے ہاتھوں میں جو لشکر کی قیادت ہوگی
ہر طرف جنگ کے میداں میں قیامت ہوگی

(۷۳)

وہ بجا طبل ، لڑائی کا ہوا وہ آغاز جاں ہتھیلی پہ لیے جاتا ہے اک اک جاں باز
ہر مجاہد کی لڑائی کا ہے اپنا انداز صبر و ایثار و شجاعت میں سبھی ہیں ممتاز
شہؑ سے اک ایک نے میدان کی رخصت پائی
سب نے شبیرؑ کے قدموں میں شہادت پائی

(۷۴)

طالبِ اذنِ وغا اب جو علمدار ہوا شہ کمر تھام کے بولے کہ نہ اب یہ کہنا
تم تو لشکر کے علمدار ہو اے جانِ وفا کیسے مرنے کی اجازت تمھیں دیدوں بھیا
تم سے باقی مرے لشکر کا بھرم ہے بھائی
تم جو زندہ ہو تو اونچا یہ علم ہے بھائی

(۷۵)

فوج کی شان جو ہے فوج کے سالار سے ہے دبدبہ فوج کا لشکر کے علمدار سے ہے
تم اگر ہو تو تحفظ ہمیں اشرار سے ہے دھوپ میں جیسے اماں سایۂ دیوار سے ہے
جب مری سمت پئے قتل عدو آتے ہیں
تم کو پہلو میں کھڑا دیکھ کے ہٹ جاتے ہیں

(۷٦)

تم جو زندہ ہو تو زینبؑ کی ہے چادر باقی میری معصوم سکینہؑ کے ہیں گوہر باقی
اور ہے عزتِ ناموسِ پیمبرؐ باقی سب ہے، سایہ جو تمھارا ہے سروں پر باقی
تم جو ہوتے ہو تو بے خوف و خطر ہوتے ہیں
رات کو چین سے سب اہلِ حرم سوتے ہیں

(۷۷)

جوڑ کر ہاتھوں کو عباسؑ نے آقا سے کہا ہو گئے یاور و انصار سبھی حق پہ فدا
جو بھی میداں میں گیا آپؑ پہ قربان ہوا خاک و خوں میں ہوا آغشتہ وہ لشکر سارا
اذن دے دیجیے رخصت کا طلب گار ہوں میں
اب وہ لشکر ہے کہاں جس کا علمدار ہوں میں

(۷۸)

اذن ملتا تو دکھا دیتا میں تلوار کے ہاتھ کاٹتا تیغ سے اک ایک ستم گار کے ہاتھ
قیدِ زنجیرِ اطاعت ہیں یہ لاچار کے ہاتھ کیوں نہ کام آگئے میداں میں وفادار کے ہاتھ
اپنے بابا سے غلام آپؑ کا شرمندہ ہے
اب نہیں فوج ، علمدار مگر زندہ ہے

(۷۹)

بس یہی سوچ کے دل کو نہیں آتا ہے قرار میرے بابا تھے علمدارِ رسولؐ مختار
ان کی شمشیر پہ جاں دیتے تھے سارے کفار اسی تلوار کے پانی سے تھی ایماں کی بہار
ان کے سائے میں تھے محفوظ سپاہی آقا
میرے ہوتے ہوئے لشکر کی تباہی آقا

(۸۰)

پہلے مجھ کو جو کہیں رن کی اجازت ہوتی پھر تو بدلی ہوئی میدان کی حالت ہوتی
میری تلوار سے ہر سمت قیامت ہوتی لشکرِ دینِ الٰہی کی حفاظت ہوتی
آج حیدرؑ کی طرح رن میں لڑائی کرتا
لشکرِ شام کی میداں سے صفائی کرتا

(۸۱)

اذن مل جائے جو اب بھی تو قیامت آئے　　کوئی بھی فوجِ ستمگر میں نہ بچنے پائے
تیغ میری سرِ اعدا پہ جو بجلی بن جائے　　شام کی فوج پہ قسمت کا اندھیرا چھائے
کوئی باقی نہ رہے شام سے آنے والا
میرے آقا کی طرف آنکھ اٹھانے والا

(۸۲)

پھر نہ چھینے گا کوئی اہلِ حرم کی چادر　　پھر نہ چھینے گا کوئی بالی سکینہ کے گہر
پھر نہ بیمار کے نیچے سے کھینچے گا بستر　　ہوگا سایہ مرے آقا کا حرم کے سر پر
کوئی دشمن جو نہ پھر اُن کو نظر آئے گا
خوفِ اعدا سے تحفظ اُنھیں مل جائے گا

(۸۳)

بولے شہ صبر میں تم ڈھال دو حیدرؑ کا جلال　　امتِ احمدِؐ مختار کا رکھنا ہے خیال
مجھ کو معلوم ہے جو ہے مرے ضرغام کا حال　　دیں کو درکار ہے اس وقت مگر صبر کی ڈھال
امتحاں گاہِ مصیبت میں قدم رکھنا ہے
اونچا اب صبر و تحمل کا علم رکھنا ہے

(۸۴)

سر جھکائے ہوئے شبیرؑ کا فرماں بردار　　آگیا خیموں کے نزدیک بہادر جرار
در سے دیکھا جو سکینہ نے چچا کو اک بار　　دوڑ کے بولی وہ عمو مرے عمو میں نثار
پیاس سے جاں ہے لبوں پر مجھے لادو پانی
اپنے ہاتھوں سے بھتیجی کو پلا دو پانی

(۸۵)

وہ یہ بولے کہ کوئی مشک تو لے آؤ ذرا　　مشک وہ لائی تو بچی کے گلے کو چوما
مشک کو دوش پہ رکھا اسے گودی میں لیا　　پھر یہ آہستہ سے سمجھا کے سکینہ سے کہا
اپنے بابا سے کہو تم کہ وہ رخصت دے دیں
مشک بھر لاؤں گا آقا جو اجازت دے دیں

(۸۶)

بولے شبیرؑ کہ راس آئے تمھیں سقائی
پیشِ شبیرؑ جو یوں آپ کو قسمت لائی
خیر اب تم کو بھی دیتا ہوں اجازت بھائی
خوب ہاتھ آیا وسیلہ یہ مرے شیدائی
صرف پانی کے لیے نہر پہ جانا عباسؑ
بھر کے بس مشکِ سکینہؑ چلے آنا عباسؑ

(۸۷)

پیاس سے میری سکینہؑ کا لبوں پر ہے دم
نیزہ اک ہاتھ میں لو ایک میں تم حق کا علم
تشنہ لب سب ہیں کئی روز سے اطفالِ حرم
مشک بھر لاؤ ذرا نہر سے اے بحرِ کرم
چین کس طرح دمِ تشنہ دھانی پائیں
تم جو لے آؤ تو بچے مرے پانی پائیں

(۸۸)

دوش پر مشک وہ بھرنے کے لیے لاتا ہے
"غل ہے دریا پہ کہ سقائے حرم آتا ہے"
بادباں بن کے علم ہاتھ میں لہراتا ہے
نیزہ تانے ہوئے وہ غیظ میں تھراتا ہے
لو لبِ نہر وفاؤں کا سفینہ آیا
مشک بھرنے کو وہ سقائے سکینہؑ آیا

(۸۹)

پانی بچوں کے لیے مشک میں غازی نے لیا
نہر پر حضرتِ عباسؑ نے قبضہ جو کیا
پانی چلو میں لیا، لے کے اسے پھینک دیا
شہ جو پیاسے ہیں وفادار نے پانی نہ پیا
اس طرح پیاس کے طوفاں سے سفینہ نکلا
بھر کے اک مشک وہ سقائے سکینہؑ نکلا

(۹۰)

یہ علمدار اڑاتا ہوا حق کا پرچم
دوش پر مشک لیے اب وہ چلا سوئے حرم
نیزہ تانے ہوئے جاتا ہے علیؑ کا ضیغم
راستے بند ہیں ہر سمت ہے فوجِ اظلم
کب علمدار کے نزدیک وہ آتے ہیں شقی
دور سے تیر غضنفر پہ چلاتے ہیں شقی

(۹۱)

کوششیں یہ ہیں کہ پانی کو بہایا جائے تیر اک مشکِ سکینہؑ پہ لگایا جائے
خاک پر پرچم اسلام گرایا جائے نام حیدرؑ کا زمانے سے مٹایا جائے
اک علمدار پہ سب مل کے چڑھائی کر دیں
بھائی سے بھائی کی مقتل میں جدائی کر دیں

(۹۲)

ناگہاں فوج کے نرغے میں علمدار گھرا ایک بزدل نے کمیں گاہ سے اک وار کیا
تھا علم جس میں علمدار کا وہ ہاتھ کٹا پھر بھی ضیغم نے علم خاک پہ گرنے نہ دیا
دے کے سینے کا سہارا جو بچایا ہے علم
کٹ گیا ہاتھ تو بازو سے اٹھایا ہے علم

(۹۳)

بڑھتے جاتے ہیں اسی فکر میں یہ سوئے حرم مشک پہنچاؤں سکینہ کی، چلوں تیز قدم
نیزہ تانے ہوئے بڑھتے ہیں سوئے اہلِ ستم ناگہاں دوسرا بازو بھی ہوا اِن کا قلم
اس مصیبت پہ بھی یوں حوصلے سے کام لیا
کٹ گئے ہاتھ تو شانے سے علم تھام لیا

(۹۴)

اپنے سینے سے علم حق کا لگا رکھا ہے تسمۂ مشک کو دانتوں میں دبا رکھا ہے
مشک پر خود کو جو غازی نے جھکا رکھا ہے جان کی فکر نہیں، جان میں کیا رکھا ہے
مشک محفوظ رہے تیروں کی بوچھاروں سے
بچ کے خیمے میں پہنچ جائے ستم گاروں سے

(۹۵)

ناگہاں سر پہ جو اک گرز کسی نے مارا پھر علمدار سے رہوار پہ سنبھلا نہ گیا
اب جو اک تیرِ ستم مشکِ سکینہ پہ لگا خاک پر مشک گری مشک پہ جرار گرا
کیوں کہوں مشکِ سکینہؑ سے گرا ہے پانی
یہ سکینہؑ کی امیدوں پہ پھرا ہے پانی

(۹۶)

اس طرف گر گیا مشکیزے پہ سقائے حرم اُس طرف خاک پہ ٹھنڈا ہوا غازی کا علم
دی صدا اس نے کہ جلد آیئے سلطانِ امم ہے مجھے حسرتِ دیدار امامِ عالم
دم ہے آنکھوں میں رکا پوری یہ حسرت ہو جائے
مرتے مرتے مجھے آقا کی زیارت ہو جائے

(۹۷)

شہ کمر تھام کے پہنچے جو قریب عباسؑ بولے کچھ مجھ سے کہو گو ہے مجھے زیست سے یاس
وہ یہ کہنے لگے رو کر کہ شہِ نیک اساس یاد رہ رہ کے مجھے آتی ہے معصوم کی پیاس
کس قدر تشنہ لبی سے وہ بلکتی ہوگی
راہ حسرت سے سکینہ مری تکتی ہوگی

(۹۸)

آپ نے مجھ پہ یہ احسان کیا اے آقا مرتے دم میں نے حضور آپ کا چہرہ دیکھا
اور اک دل کی تمنا ہے مری اے مولا آپ خیموں میں نہ لیجائیں یہاں سے لاشہ
پیاس سے غیر جو اس بچی کی حالت ہوگی
مجھ کو معصوم سکینہ سے ندامت ہوگی

(۹۹)

پھر یہ کہنے لگے عباسؑ سے شاہِ ابرار مجھ کو بھائی نہ کہا تم نے کبھی اے دلدار
یہ تمنا مری پوری کرو میرے غمخوار بھائی کہہ کر مجھے اک بار پکارو! میں نثار
شاہ کے قدموں پہ سر رکھ کے جہاں سے گزرے
بھائی اک بار کہا اور وہ جاں سے گزرے

(۱۰۰)

یوں اٹھے لاشِ علمدار سے سلطانؑ امم مشک اک ہاتھ میں لی ایک میں غازی کا علم
ہوگئی بھائی کے مرنے سے کمر ٹوٹ کے خم ایسے عالم میں چلے آپ سوئے اہلِ حرم
کوئی مونس نہیں ، یاور نہیں ، غمخوار نہیں
ہائے شبیرؑ کے ہمراہ علمدار نہیں

(۱۰۲)

یاں سے بڑھتے تھے سوئے اہلِ حرم سبطِ نبی منتظر واں درِ خیمہ پہ سکینہ تھی کھڑی
پیاسے بچوں سے وہ رہ رہ کے یہی کہتی تھی پیاس سب کی ابھی کچھ دیر میں بجھ جائے گی
وعدہ عمو نے کیا تھا ابھی آتے ہوں گے
نہر سے بھر کے مری مشک وہ لاتے ہوں گے

(۱۰۳)

جاؤ خیموں میں نہ اب پیاس کا کچھ غم کھاؤ اپنے کوزے ذرا جلدی سے اٹھا کر لاؤ
ایک کوزہ علی اصغرؑ کے لیے لے آؤ صبر کچھ دیر کرو دل کو نہ اب تڑپاؤ
دور وہ دیکھو نظر سبز علم آتا ہے
بس ذرا دیر میں سقائے حرم آتا ہے

(۱۰۴)

پہنچا کچھ دیر میں نزدیک جو غازیؑ کا علم دیکھ کر رہ گئے حسرت سے یہ اطفالِ حرم
وہ علم ہاتھ میں تھامے ہیں شہنشاہِ امم اور مشکیزے میں پیوست ہے اک تیرِ ستم
اِن کو میداں سے اٹھا کر شہِ دیں لائے ہیں
خونِ عباسؑ سے تر مشک و علم آئے ہیں

(۱۰۵)

شاہِ والا نے علم لا کے زمین میں گاڑا اور پھر مشکِ سکینہؑ کو علم سے باندھا
تھام کر باپ کا دامن یہ سکینہؑ نے کہا میرے بابا یہ بتائیں، ہیں کہاں میرے چچا
شہ یہ بولے کہ زمانے سے سدھارے عباسؑ
اب نہ واپس کبھی آئیں گے تمھارے عباسؑ

(۱۰۶)

میرے آگے سرِ تسلیم جھکانے کے لیے پانی پیاسوں کے لیے نہر سے لانے کے لیے
تشنگی اپنی سکینہ کی بجھانے کے لیے جان دم توڑتے بچوں کی بچانے کے لیے
اسؑ دلاور کے ہوئے ہاتھ قلم دریا پر
ہاتھ دھو بیٹھے علمدار سے ہم دریا پر

(۱۰۷)

شہ یہ کہتے تھے مصیبت یہ اٹھائی افسوس — ہو گئی بھائی سے بھائی کی جدائی افسوس
حق پہ قربان ہوا میرا فدائی افسوس — بھائی سے پہلے مجھے موت نہ آئی افسوس
دشتِ غربت میں مرا کوئی مدد گار نہیں
ہائے لشکر نہیں لشکر کا علمدار نہیں

(۱۰۸)

یہ سنا شہ سے سکینہؑ نے تو وہ رونے لگی — خاک پر خاک بسر اشکوں سے منہ دھونے لگی
اپنے عمو کے لیے جانِ حزیں کھونے لگی — ایک مجلس سی تہِ پرچم حق ہونے لگی
وہ جو روتی تھی تو سب اہلِ حرم روتے تھے
تھام کر اپنی کمر شاہِ امم روتے تھے

(۱۰۹)

کٹ گئے دستِ علمدار ہوا میں لاچار — دشت میں ٹوٹ گیا میری حفاظت کا حصار
کوئی دم میں مری گردن پہ چلے گی تلوار — گھوڑے دوڑائے گی میدان میں فوج اشرار
ہو گی پامال جو مجھ بے کس و بے یار کی لاش
نہر پر تڑپے گی اس وقت علمدارؑ کی لاش

(۱۱۰)

گرد پرچم کے جو غازی کا بپا تھا ماتم — غم میں عباسؑ کے ہر آنکھ ہوئی تھی پُرنم
یہ قیامت تو قیامت سے نہیں تھی کچھ کم — سرخ جو خونِ علمدارؑ سے دیکھا پرچم
بیوہ عباسؑ کی کچھ دیر تو ہٹ کر روئی
پھر علمدار کے پرچم سے لپٹ کر روئی

(۱۱۱)

آگے نیّر نہ لکھ اب کچھ بھی قلم روک ذرا — سایۂ پرچم عباسؑ میں ہے حشر بپا
تا قیامت اسی مجلس کا تسلسل ہو گا — ذکرِ عباسؑ علمدار نہیں رک سکتا
نصب دنیا میں جہاں دین کا پرچم ہو گا
اس کے سائے میں علمدارؑ کا ماتم ہو گا

مرثیہ بعنوان سفینہ اور طوفان

مطلع : یارب مرے افکار کو تنویر عطا کر

تعدادِ بند : ۷۰

سنِ تصنیف : ۱۹۹۰ء

درحال : امام حسینؑ کے کشتیٔ اسلام بچانے کی تدبیر، رخصت عابد بیمارؑ کا ناخدا ہو کر کشتیٔ اسلام بچانا

جو آلِ محمدؐ کے سفینے میں نہیں ہے
اُس شخص کا جینا کسی جینے میں نہیں ہے
یہ نورِ یقیں جس کے بھی سینے میں نہیں ہے
مکّے میں نہیں ہے وہ مدینے میں نہیں ہے

گردابِ جہالت میں جو معتوب رہا ہے
معلوم نہیں اُس کو کہاں ڈوب رہا ہے

سلام

بہت جس کی نگہبانی پہ نازاں دینِ داور ہے — علیؑ کا شیر وہ ہے کربلا کا وہ پیمبرؐ ہے
کہاں میں اور کہاں نیّر ثنائے ابنِ حیدر ہے — کہ قطرہ پھر ہے قطرہ اور سمندر پھر سمندر ہے
خدا جانے کہ کتنے اوج پر حُرؑ کا مقدر ہے — کہ حُرؑ کے سر کا تکیہ زانوئے سبطِ پیمبر ہے
ولا کی بزم میں ہے اپنا اپنا طرزِ مے نوشی — کہیں ساغر، کہیں گردش میں کشکولِ گداگر ہے
میں سردارِ جوانانِ جناں کا مدح گستر ہوں — مرے قدموں میں جنت ہے مری مٹھی میں کوثر ہے
یزیدی فکر ذہنوں پر کبھی غالب نہیں ہوگی — حصارِ ذہنِ انساں جب ثنائے آلِ اطہر ہے

(ق)

سپاہی جو بھی فوجِ شاہِ دیں کا ہے سرِ مقتل — وہ کردار و عمل میں ہو بہ ہو سبطِ پیمبر ہے
جدا طرزِ وغا ہے کوئی مقصد میں نہیں چھوٹا — کہ اصغرؑ بھی جہادِ حق میں اکبرؑ کے برابر ہے

اندھیروں کا کبھی رخ میری جانب ہو نہیں سکتا — کہ ہاتھوں میں مرے روشن چراغِ مدحِ سرورؑ ہے
وہ دل آئینہ ہے اور بال اس میں آ نہیں سکتا — ولائے اہلبیتِ مصطفیٰؐ جس دل کے اندر ہے
ملے فطرس کا پر، تو وہ تخیّل کی داستاں لکھے — نہ جانے کب سے گم اس سوچ میں ذہنِ سخنور ہے

(ق)

حدودِ منقبت گوئی سے باہر کی فضا دیکھو — کہیں بے آب گوہر ہے کہیں بے نور اختر ہے
تبرّا بے محل ہے محفلِ مدحِ شہِ دیں میں — کہ جب موجوں پہ مولا کے فضائل کا سمندر ہے

گواہی دے رہا ہے خونِ ناحق کی زمانے کو — سناں کی نوک پر جو اصغرِ معصوم کا سر ہے
کوئی شبیرؑ سا بھائی نہ زینبؑ سی بہن دیکھی — وہ محتاجِ کفن ہے اور یہ محتاجِ چادر ہے
چھپایا اپنا منھ سورج نے یوں شامِ غریباں میں — کہ بنتِ فاطمہ زہراؑ کا بلوے میں کھلا سر ہے
سرِ طوفانِ ظلمِ شام دینِ حق کی کشتی کا — جنابِ عابدِ بیمار کے ہاتھوں میں لنگر ہے

نبیؐ کا تذکرہ ہے دائرہ ایمان کا نیّر
حسینؑ ابنِ علیؑ کا تذکرہ ایماں کا محور ہے

سفینہ اور طوفان

یا رب مرے افکار کو تنویر عطا کر
کاغذ پہ اچھوتی مجھے تحریر عطا کر
لفظوں کو غمِ شاہ کی تاثیر عطا کر
منہ بولتی اک درد کی تصویر عطا کر
کشتیٔ سخن کھینی ہے امداد خدا دے
معبود قلم کو مرے پتوار بنا دے

(۲)

اے کلکِ سخن راہِ مودّت کا پتا دے
چل اور درِ علمِ پیمبرؐ پہ صدا دے
آئینۂ تاریخ زمانے کو دکھا دے
اک نور کا دریا سرِ قرطاس بہا دے
ہر نقطے میں خورشیدِ مودّت کی چمک ہو
ہر لفظ میں شبیرؑ کے مقصد کی جھلک ہو

(۳)

حاصل غمِ شبیرؑ ہوا سینہ بہ سینہ
آتا ہے مجھے خیر سے جینے کا قرینہ
دریائے عقیدت میں چلا میرا سفینہ
امداد کو آجائے درِ علمِ مدینہ
اب میرا سفینہ وہی ساحل سے لگا دے
جو منبرِ کوفہ سے سلونی کی صدا دے

(۴)

یہ منبرِ ذکرِ شہِ مظلوم جہاں ہے
ہر وقت وہاں چشمِ مشیّت نگراں ہے
نیّرؔ یہ عجب بارگہِ امن و اماں ہے
معلوم نہیں ہے جو یہاں ہے وہ کہاں ہے
دریائے کرم جوش میں پیہم نظر آیا
سر پر مجھے عباسؑ کا پرچم نظر آیا

(۵)

یہ فکر ہو تاریخ کے دریا میں اگر گم
ہو مجھ سے بھی پہلے مرے لفظوں کا تقدّم
تاریخ میں پیدا کریں الفاظ تلاطم
قرطاس سے ہو جائے قلم محوِ تکلم
اقلیمِ سخن میں جو مرا اتنا بھرم ہے
کشتی ہے اگر لوح تو پتوار قلم ہے

(۶)

اے ربِ علا آئینۂ فن کو جلا دے　　دامانِ تخیل کو مودّت کا صلا دے
صہبائے علوم اور سخنور کو پلا دے　　ذکرِ غمِ شبیرؑ کو خوشبوئے ولا دے
جو نذر کروں بارگہِ شاہِ زمن میں
گوہر وہ عقیدت کے ہوں کشتیٔ سخن میں

(۷)

کشتیٔ سخن فکر کے دریا میں چلی ہے　　قرطاس پہ تاریخ کے سانچے میں ڈھلی ہے
جب پیشِ نظر علم کا معیار علیؑ ہے　　ہر ایک جہالت کی بلا سر سے ٹلی ہے
مولاؑ کا سہارا دمِ مشکل نظر آیا
طوفاں میں ابھرتا ہوا ساحل نظر آیا

(۸)

مشکل نہ کوئی میرے مقابل نظر آئی　　کشتی جو سخن کی سرِ ساحل نظر آئی
اک سعیٔ عمل کا مجھے حاصل نظر آئی　　مجھ کو مری تخیل کی منزل نظر آئی
دنیا نے اگرچہ نظر انداز کیا ہے
لیکن مجھے مولاؑ نے سرافراز کیا ہے

(۹)

کیوں میرا مخالف یہ زمانہ ہے خدایا　　میں نے تو کسی کا بھی مقدر نہیں چھینا
دیوانہ ہوں بہلول کی صورت میں علیؑ کا　　ہر وقت وظیفہ ہے مرا یا علیؑ مولا
اس نام سے مشکل دمِ تحریر ٹلی ہے
کشتی مری دریائے مودّت میں چلی ہے

(۱۰)

جو میرا مخالف ہے اُسے اپنا بنا لوں　　سچائی کی جانب میں جبیں اس کی جھکا لوں
اس دشمنِ جاں کو میں کلیجے سے لگا لوں　　گر ڈوبنے والا ہو تو کشتی میں بٹھا لوں
یہ درس سرِ کرب و بلا شہ نے دیا ہے
اس درس کی تصویر میں حُر بول رہا ہے

(۱۱)

حُر وہ، جو گنہگاروں کے طوفاں میں رہا ہے   کشتیِ نجات اُس کو ملی بخت رسا سے
رحمت کی جو آغوش ہمیشہ یہاں وا ہے   آجائے جو اس میں وہ جہنم سے رہا ہے
حُر کی طرح آزاد ہے انسان جہاں میں
لے جاتا ہے انساں کو سفینہ یہ جناں میں

(۱۲)

مشہور ہے یہ قولِ شہنشاہِ مدینہ   ہے آلؑ مری نوحؑ کا جیسے ہو سفینہ
منظور ہو دنیا میں جسے چین سے جینا   اپنائے وہ قربیٰ سے مودّت کا قرینہ
یہ اجرِ رسالت ہے حیاتِ ابدی ہے
اور کفر کے طوفاں سے نجاتِ ابدی ہے

(۱۳)

جب نوحؑ نے اللہ کا پیغام سنایا   خالق کے بہت قہر و غضب سے بھی ڈرایا
اس وقت بہت آپؑ کو امت نے ستایا   صابر کی زباں پر یہ سخن غیظ میں آیا
پیغامِ خدا جس کو بھی ملحوظ نہ ہوگا
طوفانِ بلا خیز سے محفوظ نہ ہوگا

(۱۴)

اس قوم میں تھی جھوٹے خداؤں کی پرستش   ملحوظ اُسے رہتی تھی بس نفس کی خواہش
اس قوم میں جب بھی ہوئی تبلیغ کی کوشش   وہ نوحؑ پہ پھر کرنے لگی سنگ کی بارش
تھا حال عجب قوم کی اس بے ادبی کا
پوشیدہ تہہِ سنگ ہوا جسم نبیؑ کا

(۱۵)

جبرئیلؑ نے پھر آکے ہر اک سنگ ہٹایا   اور نوحؑ کو تکلیف و اذیت سے چھڑایا
زخموں پہ جو پَر اپنا محبت سے لگایا   معصوم نے دنیا کو یہ اعجاز دکھایا
جبریلؑ کا پَر مَس ہوا کیا اُن کے بدن پر
زخموں کے نشاں تک نہ رہے نوحؑ کے تن پر

(۱۶)

جبرئیل کا پر اور پیمبر کو شفا دے　　اے فکر وہ اعجاز بھی دنیا کو دکھا دے
جل جائیں فرشتے کے جو پر کس کو صدا دے　　اے گریہ‌بیاں آلِ محمدؐ کو دعا دے
فطرس کی بھلا کس درِ حکمت پہ دوا ہو
گہوارۂ شبیر سے مس ہو تو شفا ہو

(۱۷)

سمجھایا بہت نوح نے جاہل تھی مگر قوم　　تھی سچ سے جدا جھوٹ میں شامل تھی مگر قوم
حق اس کو بتلاتا رہا باطل تھی مگر قوم　　سب جان کے بھی ظلم پہ مائل تھی مگر قوم
اس ظلم پہ حضرتؑ نے بہت صبر کیا ہے
نوحہ وہ کیا ، نام بھی پھر نوحؑ پڑا ہے

(۱۸)

اس بات سے ثابت ہے جہاں میں یہ حقیقت　　یہ سنتِ معصوم ہے رونا نہیں بدعت
گو نوحؑ پہ اس قوم نے ڈھائی تھی قیامت　　لیکن شہِ مظلوم پہ کیا کم تھی مصیبت
وہ اُن کے لیے قہرِ خدا مانگ رہے تھے
یہ بخششِ امت کی دعا مانگ رہے تھے

(۱۹)

قرآن میں یوں نوح کی سورت نظر آئی　　جب ان پہ مصیبت پہ مصیبت نظر آئی
پھر جوش میں اللہ کی رحمت نظر آئی　　اس قوم کو ہر سمت قیامت نظر آئی
یوں پیشِ خدا نوح کی مقبول دعا ہے
یہ آپ سے خلّاقِ دو عالم نے کہا ہے

(۲۰)

اک ناؤ مرے حکم سے اے نوحؑ بناؤ　　ایمان جو لے آئے اسے اس میں بٹھاؤ
طوفان اٹھے نامِ خدا خوف نہ کھاؤ　　اس ناؤ کو سیلاب سے تم پار لگاؤ
امواج کی صورت میں جو سیلاب بہے گا
کافر کوئی اس دہر میں باقی نہ رہے گا

(۲۱)

جب اپنے لیے نوحؑ نے کشتی کو بنایا ایمان جو لائے تھے انھیں ساتھ بٹھایا
طوفانِ بلاخیز جو چڑھتا نظر آیا بیٹے کو بھی کشتی میں بٹھانے کو بلایا
وہ بولا کہ اس راہ سے بڑھ جاؤں گا میں تو
طوفان ہے کیا کوہ پہ چڑھ جاؤں گا میں تو

(۲۲)

جب کوہ کی چوٹی پہ گیا نوحؑ کا بیٹا طوفان بھی چڑھتا ہوا پھر کوہ پہ پہنچا
بیٹے کو جو طوفان میں یوں ڈوبتا دیکھا گھبرا کے کہا نوحؑ نے اے خالقِ یکتا
تو سب کا مددگار ہے اے پالنے والے
طوفانِ بلا سے مرے بیٹے کو بچالے

(۲۳)

پھر نوحؑ سے گویا ہوا خلاقِ دو عالم شامل وہ ترے اہل میں ہرگز نہیں اِس دم
ایمان سے پھر جائے تو کافر سے نہیں کم سر اہلِ تکبر کا سدا ہم نے کیا خم
بہتر تھا کہ تم اِس کی سفارش نہیں کرتے
بے دین پہ ہم ایسی نوازش نہیں کرتے

(۲۴)

اک موج اٹھی جس سے ہم آغوش ہوا وہ اُکھڑے جو قدم کوہ سے روپوش ہوا وہ
طوفانِ بلاخیز میں بے ہوش ہوا وہ سیلاب کے اُس شور میں خاموش ہوا وہ
کہسار پہ جو جان بچانے کو گیا تھا
تھا اتنی بلندی پہ مگر ڈوب رہا تھا

(۲۵)

ثابت ہوئی اس بات سے یہ بات سراسر جس وقت صدا دے کسی انساں کو پیمبرؐ
اس کو نہ سنے اور چڑھے کوہ کے اوپر طوفان بہر طور ہے پھر اس کا مقدر
اللہ کے محبوبؐ سے منہ جس کا پھرا ہے
سچ ہے وہی طوفانِ ضلالت میں گھرا ہے

(۲۶)

رشتے کی کوئی قدر نہیں حق کی نظر میں جب تک کہ سلامت نہ ہو ایمان بشر میں
ایمان لہو بن کے جو دوڑے گا جگر میں بے خوف نظر آئے گا ہستی کے سفر میں
ایمان کی کشتی میں بشر شاد رہے گا
طوفان گزر جائیں گے آباد رہے گا

(۲۷)

ایمان کا دعویٰ جو جتاتا ہے جتائے لیکن عملِ خیر بھی کچھ کر کے دکھائے
یہ بات کوئی امتِ عاصی کو بتائے سلمان جو ایمان میں کامل نظر آئے
رتبہ یہ انھیں ساری خدائی میں ملا ہے
آقاؐ نے انھیں اہل میں خود اپنے کہا ہے

(۲۸)

اس در پہ جو سلمان کو حاصل ہے رسائی سلمان کے قبضے میں ہے اب ساری خدائی
ہے حُبِ علیؑ آپ کی نس نس میں سمائی یوں اِن کی نظر وسعتِ کونین پہ چھائی
سلمان کو رتبہ یہ مقدر سے ملا ہے
ایمان درِ آلِ پیمبرؐ سے ملا ہے

(۲۹)

اک گھر کی طرح علم پیمبرؐ نظر آیا اس گھر میں ہمیں علم کا اک در نظر آیا
اس در پہ ہر اک میثم و قنبر نظر آیا سلمان کبھی اور کبھی بوذر نظر آیا
جو آلِ محمدؐ کے سفینے سے ملی ہے
انسان کو ہستی وہ قرینے سے ملی ہے

(۳۰)

شائستۂ آدابِ پیمبرؐ یہ سفینہ آئینہ ہے اسلام تو جوہر یہ سفینہ
بے دینی کے طوفاں سے بچا کر یہ سفینہ لے جائے گا سب کو لبِ کوثر یہ سفینہ
کعبے کی قسم کعبۂ ایماں بھی یہی ہے
انسان کی ہستی کا نگہباں بھی یہی ہے

(۳۱)

کرتا ہے عنایت پہ عنایت یہ سفینہ قرآں میں ہے نوحؑ کی سورت یہ سفینہ
دیتا ہے زمانے کو ہدایت یہ سفینہ محبوبِ الٰہی کی بصیرت یہ سفینہ
کب اس کے مقابل کوئی طوفان رہے گا
یہ دینِ محمدؐ کا نگہبان رہے گا

(۳۲)

اُس علم کے دریا کے سفینے کی ہے آمد جو سب پہ عیاں کرتا ہے کیا نیک ہے کیا بد
طوفانِ جہالت کو ہمیشہ ہے یہی کد سب ناخدا اس میں ہیں محمدؐ ہی محمدؐ
اٹھتے ہوں جہالت کے بھنور لاکھ جہاں میں
ہر دور میں ہم سب ہیں محمدؐ کی اماں میں

(۳۳)

انسان اسی میں سرِ منزل نظر آیا شفاف بہت آئینۂ دل نظر آیا
آئینے میں فرقِ حق و باطل نظر آیا نزدیک بہت دین کا ساحل نظر آیا
قائم جو یہاں دین کی تقلید ہوئی ہے
حاصل ہمیں اللہ کی تائید ہوئی ہے

(۳۴)

ہے آلِ محمدؐ کا سفینہ وہ اجالا جس نے ہمیں ظلمات کے دریا سے نکالا
اس ڈوبتی امت کو ہے اس طرح سنبھالا اسلام کے زرّیں اصولوں میں ہے ڈھالا
ہستی میں اصولوں کی جو ترتیب عطا کی
دنیا کو انھیں لوگوں نے تہذیب عطا کی

(۳۵)

آجاؤ سفینے کی روانی ذرا دیکھو قرآن کے تفسیر و معانی ذرا دیکھو
منبر سے مری شعلہ بیانی ذرا دیکھو کس غم میں لہو ہو گیا پانی ذرا دیکھو
انساں یہاں احسان فراموش نہ ہوگا
دریائے مودّت کبھی خاموش نہ ہوگا

(۳۶)

بے دینی کے طوفان سے تم خود کو بچاؤ   ہستی کو ذرا دید کے قابل تو بناؤ
طوفاں کے تھپیڑوں سے کبھی خوف نہ کھاؤ   بس آلِ محمدؐ کے سفینے میں تم آؤ
چلنے میں سفینے کے کوئی فرق نہ ہوگا
اُلجھے رہیں طوفاں پہ کبھی غرق نہ ہوگا

(۳۷)

جو آلِ محمدؐ کے سفینے میں نہیں ہے   اُس شخص کا جینا کسی جینے میں نہیں ہے
یہ نورِ یقیں جس کے بھی سینے میں نہیں ہے   مکّے میں نہیں ہے وہ مدینے میں نہیں ہے
گردابِ جہالت میں جو معتوب رہا ہے
معلوم نہیں اس کو کہاں ڈوب رہا ہے

(۳۸)

جو آلِ محمدؐ کے سفینے سے ہوا دور   دیکھا نہ کبھی دہر میں ہم نے اُسے مسرور
رکھتا ہے قدم خاک پہ تن تن کے جو مغرور   آنکھوں میں بسا رکھی ہے اُس نے شبِ دیجور
طوفانِ مظالم میں پھنسا جاتا ہے ظالم
بے دینی کے دلدل میں دھنسا جاتا ہے ظالم

(۳۹)

ہے ظلم کے طوفاں میں عداوت ہی عداوت   حقدار کے حق میں ہے خیانت ہی خیانت
عالم کے مقابل میں جہالت ہی جہالت   راحت کے مقابل ہے مصیبت ہی مصیبت
احمدؐ کا نواسہ جو کہیں راہ سے ٹل جائے
طوفان یہ اسلام کی کشتی کو نگل جائے

(۴۰)

طوفان ہے یہ ظلم کا اور مکر و ریا کا   طوفاں ہے شقاوت کا مصیبت کا جفا کا
طوفاں ہے تشدد کا ضلالت کا بلا کا   طوفان ہے یہ کذب کا لالچ کا دغا کا
رخ لعل و جواہر کی طرف پھیر رہا ہے
انساں کو تباہی کی طرف گھیر رہا ہے

(۴۱)

اس ظلم کے طوفان کا باعث جو بشر ہے   ناواقفِ حالات ہے کیا اُس کو خبر ہے
اک تیرگیٔ شام میں ظالم کا سفر ہے   راہی ہے جہنم کا عمل فتنہ و شر ہے
چہرے پہ نقاب اس کے شقاوت کا پڑا ہے
درپردہ وہ خود اپنی ہی ہستی سے لڑا ہے

(۴۲)

ہے ظلم کے طوفان میں وہ فکر کی پستی   زر کے لیے چھوڑی گئی اسلام پرستی
اجڑی ہی چلی جاتی ہے ایمان کی بستی   انسان پہ اب بار ہے انسان کی ہستی
انسان کی ہستی کو سنبھالے گا بھلا کون؟
طوفان سے کشتی کو نکالے گا بھلا کون؟

(۴۳)

ہر اک دلِ کافر سے اچھلتا ہوا طوفاں   سفیان کی آغوش میں پلتا ہوا طوفاں
افکارِ یزیدی میں وہ ڈھلتا ہوا طوفاں   صحرا تلک آپہنچا نکلتا ہوا طوفاں
یہ دین کی کشتی کو ڈبونے پہ تلا ہے
دیکھو تو کہاں دشمنِ اسلام کھُلا ہے

(۴۴)

پر کشتیِ اسلام میں زہراؑ کا پسر ہے   جو فاتحِ خیبر کی طرح سینہ سپر ہے
تاریخ پہ احمدؐ کے نواسے کی نظر ہے   اب وقت کے کاندھے پہ یہ ماضی کا سفر ہے
دریا پہ جو طوفانِ مبارز طلبی ہے
یہ بولہبی ، بولہبی ، بولہبی ہے

(۴۵)

اب ظلم کا طوفان ہے اور کشتیٔ دیں ہے   اس کشتیٔ اسلام کا شبیرؑ امیں ہے
یہ فیصلہ تاریخ میں کس درجہ حسیں ہے   جس کی کوئی تمثیل زمانے میں نہیں ہے
شہ ظلم کے پانی کو جہاں کاٹ رہے ہیں
دریائے شقاوت کو وہیں پاٹ رہے ہیں

(۴۶)

شبیرؑ کے کردار نے بخشی ہے یہ قدرت اس طرح ادا کرتا ہوں میں فرضِ مودت
ہر لفظ ہے تفسیر میں قرآن کی سورت اک طائرِ تخئیل بہ اندازِ صداقت
افلاک میں پرواز کو پر تول رہا ہے
شبیرؑ کی مدحت میں زباں کھول رہا ہے

(۴۷)

شبیرؑ محمدؐ کی بصیرت کا سفر ہے اسلام اُدھر ہے رخِ شبیرؑ جدھر ہے
یہ دیں کی حفاظت کے لیے سینہ سپر ہے حیدرؑ کی طرح دیکھیے حیدرؑ کا پسر ہے
جب دہر میں بگڑے ہوئے حالات ملے ہیں
شبیرؑ سے تابندہ خیالات ملے ہیں

(۴۸)

شبیرؑ کا کردار ہے کردارِ محمدؐ شبیرؑ کا ایثار ہے ایثارِ محمدؐ
شبیرؑ کی گفتار ہے گفتارِ محمدؐ شبیرؑ کی رفتار ہے رفتارِ محمدؐ
جو ظلم کا طوفان کسی سے نہ رکے گا
وہ حضرتِ شبیرؑ کے قدموں میں جھکے گا

(۴۹)

شبیرؑ محمدؐ کی ہے منہ بولتی تصویر شبیرؑ دلِ احمدِ مختار کی تنویر
شبیرؑ کا کردار ہے قرآن کی تفسیر شبیرؑ سے ہے اوج پہ اسلام کی تقدیر
کس فخر سے اونچا سرِ اسلام ہوا ہے
شبیرؑ نے نیزے پہ بھی قرآن پڑھا ہے

(۵۰)

شبیرؑ کی باتوں میں محمدؐ کا اثر ہے شبیرؑ کی آنکھوں میں محمدؐ کی نظر ہے
شبیرؑ کے پہلو میں محمدؐ کا جگر ہے شبیرؑ محمدؐ کی ریاضت کا ثمر ہے
آغوش میں عصمت کی جو شبیرؑ پلے ہیں
یہ قلبِ محمدؐ کی بصیرت میں ڈھلے ہیں

(۵۱)

شبیرؑ سے دنیا میں صداقت کا بھرم ہے   کس اوج پہ اسلام کا دنیا میں علم ہے
سر کذب کا سچائی کی چوکھٹ پہ جو خم ہے   یہ صرف محمدؐ کے نواسے کا کرم ہے
وہ ظلم کے ماحول میں لب کھول رہا ہے
شبیرؑ تہِ تیغ بھی سچ بول رہا ہے

(۵۲)

شبیرؑ کی فطرت میں محمدؐ کا چلن ہے   شبیرؑ کی ہر بات محمدؐ کا سخن ہے
شبیرؑ کی جاں جانِ شہنشاہِ زمن ہے   اور اِن کا بدن احمدِ مرسل کا بدن ہے
شبیرؑ میں سب بانیٔ اسلام کی خو ہے
شبیرؑ کی شہرگ میں محمدؐ کا لہو ہے

(۵۳)

آغوش میں زہراؑ کی جو شبیرؑ پلے ہیں   یہ عصمت و تطہیر کے سانچے میں ڈھلے ہیں
ناناؐ کی زباں چوس کے یہ پھولے پھلے ہیں   گویا یہ زباں دے کے محمدؐ کو چلے ہیں
میں ظلم کے طوفان سے ٹکراؤں گا نانا
اور کشتیٔ اسلام بچا لاؤں گا نانا

(۵۴)

یوں ظلم کے طوفاں کے مقابل رہے شبیرؑ   قائم یہ نمازیں رہیں باقی رہے تکبیر
تھی کشتیٔ اسلام بچانے کی جو تدبیر   ہر ظلم کے طوفان کو کرتے رہے زنجیر
کیا کام محمدؐ کے نواسے نے کیا ہے
طوفانِ بلاخیز کا رخ پھیر دیا ہے

(۵۵)

دریا کو جو گھیرے تھے اُدھر ظلم کے بانی   اُس ظلم کے طوفان میں نایاب تھا پانی
شبیرؑ نے سوچا یہ دم تشنہ دہانی   ہر حال میں اسلام کی کشتی ہے بچانی
خشکی سے سفینہ یہ بچالوں تو چلے گا
اک خون کا دریا میں بہالوں تو چلے گا

(۵۶)

ظالم کا ہے طوفان اٹھانے کا یہ مقصد   غرقاب ہو طوفاں میں کہیں آلِ محمدؐ
ساحل پہ رہے جور و ستم کی نہ کوئی حد   یہ فرق ہی مٹ جائے کہ کیا نیک ہے کیا بد
سر ظلم کے آگے جو زمانے کا جھکے گا
اسلام کی تبلیغ کا ہر کام رکے گا

(۵۷)

طوفان شقاوت کے جو اٹھنے لگے اک بار   اس وقت پہ کام آ گئے بازوئے علمدار
اسلام کی کشتی کے لیے ہو گئے پتوار   غازی کو ملا مرتبۂ جعفرِ طیارؑ
بازو یہی پتوار بنانے کے لیے ہیں
اسلام کی کشتی کو چلانے کے لیے ہیں

(۵۸)

پُر ظلم کے طوفان میں آتی رہی شدت   خونِ ابوطالب کی ہوئی دیں کو ضرورت
کام آتی رہی سبطِ پیمبرؐ کی بصیرت   اس شان سے طے کرنے لگے راہِ شہادت
صحرا میں بہتّر کا لہو دیتے ہیں شبیرؑ
اسلام کی کشتی کو کہاں کھیتے ہیں شبیرؑ

(۵۹)

انصار کا یاور کا لہو شہ نے دیا ہے   حُر جیسے غضنفر کا لہو شہ نے دیا ہے
شبیرؑ کے بھی دلبر کا لہو شہ نے دیا ہے   اور ثانیٔ حیدرؑ کا لہو شہ نے دیا ہے
ہمشکل پیمبرؐ کا لہو دیتے ہیں شبیرؑ
حد ہے علی اصغر کا لہو دیتے ہیں شبیرؑ

(۶۰)

اس فکر میں ہیں کشتیٔ اسلام سنبھالے   جب حق کی رضا مجھ کو زمانے سے اٹھا لے
اُس وقت کروں کشتیٔ دیں کس کے حوالے   اب کون ہے جو ظلم کے طوفان کو ٹالے
اسلام مسلسل جو بچانے پہ نظر ہے
شبیرؑ کی آئندہ زمانے پہ نظر ہے

(۶۱)

شہ یوں دمِ رخصت ہوئے زینبؑ سے سوالی — اے اکبرِ مہرو کو مرے پالنے والی
اب فوجِ حسینیؑ سے زمانہ ہوا خالی — یہ کشتیٔ دیں میں نے یہاں تک تو سنبھالی
اک وعدۂ طفلی میں نبھانے کو چلا ہوں
سر اپنا رہِ حق میں کٹانے کو چلا ہوں

(۶۲)

جل جائیں جو خیمے تو ذرا خوف نہ کھانا — سجادؑ کو جلتے ہوئے خیمے سے بچانا
چادر جو چھنے حرف شکایت کے نہ لانا — اک بادباں اسلام کی کشتی کا بنانا
جب بادباں بن کر یہ ردا تیری اٹھے گی
پھر کشتیٔ دیں خیر سے طوفاں میں چلے گی

(۶۳)

اے زینبؑ دلگیر مرے گھر سے خبردار — میں خون کے دریا میں اترنے کو ہوں تیار
طے کر چکا راضی بہ رضا میں رہِ دشوار — سجادؑ جو بستر پہ پڑا ہے مرا بیمار
یہ ہادیٔ دیں دوسرا دنیا میں علیؑ ہے
اب ناخدا اسلام کی کشتی کا یہی ہے

(۶۴)

بڑھتا ہی چلا جاتا ہے جو ظلم کا دھارا — ہوتا ہے بہت دور بہت دور کنارا
ہے میری نگاہوں میں مشیت کا اشارہ — جب کشتیٔ اسلام کو یہ دے گا سہارا
طوفانِ شقاوت سے گزر جائے گی آخر
یہ کشتیٔ دیں پار اتر جائے گی آخر

(۶۵)

پھر زینبؑ مغموم پہ وہ وقت بھی آیا — شبیرؑ نے سر سجدۂ خالق میں کٹایا
سادات کے خیموں کو لعینوں نے جلایا — یہ اور بھی اک ظلم کا طوفان اٹھایا
جو بادباں اسلام کی کشتی کا تھی چادر
نیزے کی انی کھینچ کے وہ لے گئی چادر

(۶۶)

اک ناخدا سجادؑ ہیں اور کشتیٔ اسلام   سجادؑ کو اب دین کی تبلیغ سے ہے کام
اب رک نہیں سکتا کبھی اللہ کا پیغام   یہ قافلۂ آلِ نبیؐ جائے گا تا شام
بیواؤں کا یوں قافلہ سالار چلے گا
زنجیر میں جکڑا ہوا بیمار چلے گا

(۶۷)

زنجیر ہے یہ حرّیتِ وقت کا زیور   زنجیر ہے یہ حلقۂ آوازِ پیمبرؐ
زنجیر ہے یہ دین کی تبلیغ مکرر   زنجیر ہے یہ کشتیِ اسلام کا لنگر
اب شام تلک ظلم کا سیلاب بہے گا
لنگر اسی بیمار کے ہاتھوں میں رہے گا

(۶۸)

وہ طوق و سلاسل میں گرفتار ہے بیمار   اک دن میں بہتّر کا عزادار ہے بیمار
کانٹوں پہ جو چلتا ہے وہ لاچار ہے بیمار   اے کرب و بلا صبر کی تلوار ہے بیمار
ہر ظلم کے طوفان کا سر توڑ رہا ہے
زنجیر سے تاریخ کا رخ موڑ رہا ہے

(۶۹)

قیدی وہ سوئے شام چلے حق کی دہائی   جنگل میں لٹی فاطمۂ زہرا کی کمائی
جب ظلم کے طوفاں میں کمی کچھ نہیں آئی   بیمار نے یوں کشتیٔ اسلام بچائی
ہر موجۂ طوفاں سے کنارا لیے نکلا
بیمار دعاؤں کا سہارا لیے نکلا

(۷۰)

کیا آگے لکھوں غم سے پھٹا جاتا ہے سینہ   ذکرِ شہِ مظلوم ہے فردوس کا زینہ
اس ذکر سے آیا مجھے جینے کا قرینہ   ہے مرثیہ نیّر مری بخشش کا سفینہ
اشکوں کے سمندر میں اسے کھیتا رہوں گا
میں فاطمۂ زہرا کی دعا لیتا رہوں گا

مرثیہ بعنوان نعمت

مطلع : نعمتِ ذکرِ غمِ شاہِؑ امم دے یارب

تعدادِ بند : ۹۲

سنِ تصنیف : ۲۰۰۰ء

درحال : اسیریٔ اہلبیت، خطبۂ زینب، معجزہ، سرِ شبیرؑ کا طشت سے اٹھ کر سکینہ کی گود میں آنا

پنجتن پاکؑ کا یہ لطف و کرم نعمت ہے
مرثیہ میں جو یہ کرتا ہوں رقم نعمت ہے
فکر کی رو میں یہ شبیرؑ کا غم نعمت ہے
مجھ کو یہ زادِ رہِ ملکِ عدم نعمت ہے

مال و زر سے ہی میسر نہ کسی دولت سے
نعمتِ خلدِ بریں ملتی ہے اِس نعمت سے

سلام

ایک ہی تصویر کو جیسے مکرّر دیکھنا
روئے اکبرؑ دیکھنا روئے پیمبرؐ دیکھنا

مجلسِ شبیرؑ میں آنسو بہا کر دیکھنا
زندگی بھر اپنی آنکھیں پھر منور دیکھنا

خلد کا منظر تمھیں ہو گر زمیں پر دیکھنا
کربلا میں روضۂ سبطِ پیمبرؐ دیکھنا

مرتضیٰؑ کی انگلیوں پر بابِ خیبر دیکھنا
اور ہوا میں ہیں معلق پائے حیدرؑ دیکھنا

ضربتِ حیدرؑ بیاں لفظوں میں ہو سکتی نہیں
یہ سمجھنا ہے تو پھر جبریل کا پر دیکھنا

مٹ گئی ہیں زندگی کی راہ سے تاریکیاں
ہے ولائے پنجتن سے دل منور دیکھنا

گر لڑائی دیکھنی ہو حیدرؑ کرار کی
کربلا میں جنگِ عباسِؑ دلاور دیکھنا

پانی پانی شرم سے ہونا حبابوں کا کبھی
اور کبھی عباسؑ کی جانب ابھر کر دیکھنا

کس کی گردن نے بچایا ہے گلا اسلام کا
بندہ پرور دیکھنا اے بندہ پرور دیکھنا

خوشبوئے خونِ حسینؑ ابن علیؑ کا ہے اثر
گوشہ گوشہ گلشنِ دیں کا معطر دیکھنا

نام لیوا بھی نہیں ملتا یزیدِ شوم کا
ذکرِ شاہِؑ کربلا ہوتا ہے گھر گھر دیکھنا

یہ تو تاریخی حقیقت ہے کہ سرورؑ کے خلاف
کربلا میں بدر کے ہیں کینہ پرور دیکھنا

سامنے فاسق کے سر کٹتے تو ہیں جھکتے نہیں
فطرتاً خوددار کتنے ہیں بہتّر دیکھنا

زانوئے سردارِ جنت پر رکھا ہے حُرؑ کا سر
موت سے پہلے ملا ہے خلد میں گھر دیکھنا

کربلا کی شامِ عاشورہ نہیں محشر سے کم
فرش پر بکھرے پڑے ہیں ماہ و اخترؑ دیکھنا

بے کفن لاشیں پڑی ہیں بے ردا ہیں بیبیاں
کربلا کے دشت کا غمناک منظر دیکھنا

صبر کی منزل پہ ہے سجادؑ کا یہ حوصلہ
نرغۂ اعدا میں زینبؑ کو کھلے سر دیکھنا

منتیں بیٹوں کی تھیں پھر بھی بہ الفت دشت میں
اک بہن پہنچی سرِ لاشِ برادر دیکھنا

شاہکارِ زندگی ہیں کربلا کے سب شہید
کہکشاں روشن زمینِ کربلا پر دیکھنا

سینۂ اکبرؑ سے برچھی شہ نے کھینچی کس طرح
کربلا میں اے خلیل اللہ آ کر دیکھنا

مدعی لاکھوں غلامی کے ملیں گے دہر میں
اے عزادارو کوئی ہے مثلِ قنبرؑ دیکھنا

کیوں جھکے نیّرؔ کسی فاسق کے آگے اپنا سر
کیا کبھی نالے میں گرتا ہے سمندر دیکھنا

نعمت

(۱)

نعتِ ذکرِ غمِ شاہِ امم دے یارب طے کرے راہِ سخن جو، وہ قلم دے یارب
اپنے مداح کو پھر جاہ و حشم دے یارب پنجتن پاک کا کچھ لطف و کرم دے یارب
مستقل فکر کی امواج میں رہنا ہے مجھے
پانچ ہی روز میں یہ مرثیہ کہنا ہے مجھے

(۲)

پانچ دن گردشِ حالات سے آزاد ہوئے ہاتھ آئی جو یہ نعمت تو بہت شاد ہوئے
فکر اور ذکر کی دنیا میں پھر آباد ہوئے نئے مضموں نئے افکار میں ایجاد ہوئے
پنجتن پاک کا یوں لطف و کرم ہونے لگا
مرثیہ فکر کی موجوں پہ رقم ہونے لگا

(۳)

پنجتن پاک کا یہ لطف و کرم نعمت ہے مرثیہ میں جو یہ کرتا ہوں رقم نعمت ہے
فکر کی رو میں یہ شبیرؑ کا غم نعمت ہے مجھ کو یہ زادِ رہِ ملکِ عدم نعمت ہے
مال و زر سے ہے میسر نہ کسی دولت سے
نعتِ خلدِ بریں ملتی ہے اس نعمت سے

(۴)

ایک نعمت ہے وفا ایک علمداری ہے ہے کہیں جام ولا اور کہیں مے خواری ہے
نیند نعمت ہے کہیں اور کہیں بیداری ہے فیض منعم کا تسلسل سے ابھی جاری ہے
فکر کی راہ میں پاتی ہے جو وسعت نعمت
ہر طرف ہم کو نظر آتی ہے نعمت نعمت

(۵)

ایک نعمت ہے یہ غم ایک خوشی نعمت ہے　　روشنی ہے تو کہیں تیرہ شبی نعمت ہے
بے خودی ہے تو کہیں پر یہ خودی نعمت ہے　　موت نعمت ہے کبھی زیست کبھی نعمت ہے
شے کی پہچان کو ضد بہرِ مدد رکھی ہے
حق نے ضدین میں نعمت کی سند رکھی ہے

(۶)

کہیں مظلومی ہے نعمت کہیں طاقت نعمت　　بغض باطل سے کہیں حق سے ہے الفت نعمت
کہیں ایمان کی دولت کہیں غربت نعمت　　کہیں نعمت ہے وطن اور کہیں ہجرت نعمت
گھر میں آرام میسر ہو تو گھر نعمت ہے
جب سکوں گھر میں نہیں ہو تو سفر نعمت ہے

(۷)

روشنی کے لیے ظلمت میں دیا نعمت ہے　　زندہ رہنے کے لیے آب و ہوا نعمت ہے
کوئی بیمار اگر ہو تو دوا نعمت ہے　　جب دوا کام نہ آئے تو دعا نعمت ہے
وقت دشوار ہو۔ تو کس کو پکارے دنیا
زندہ رہتی ہے دعاؤں کے سہارے دنیا

(۸)

رحمتِ خالقِ اکبر سے ملی ہر نعمت　　گھر میں نعمت ہے پسر اور کہیں دختر نعمت
بھائی ہوتا ہے کہیں اور کہیں خواہر نعمت　　باپ نعمت ہے کہیں پر کہیں مادر نعمت
سائے میں جس کے سبھی اہلِ مکاں رہتے ہیں
اس سے بڑھ کر نہیں نعمت جسے ماں کہتے ہیں

(۹)

مہر و افلاک و زمیں چاند ستارے نعمت　　چشمِ بینا کو ہیں روشن یہ نظارے نعمت
ڈوبتی ناؤ کو دریا کے کنارے نعمت　　پھول کی طرح سے ہوتے ہیں شرارے نعمت
نعمتیں کس طرح وہ عزّ وجل دیتا ہے
نارِ نمرود کو نعمت سے بدل دیتا ہے

(۱۰)

نعتیں پھولوں کی صورت ہیں گلستاں میں ہزار ہے عنادل کی زباں پر کہ یہ نعمت ہے بہار
ایک نعمت ہے بشر کے لیے یہ دل کا قرار کوئی کر سکتا نہیں نعمتِ خالق کا شمار
زندہ رہنے کو جو مل جائے تو پل نعمت ہے
ایڑیاں زیست جو رگڑے تو اَجل نعمت ہے

(۱۱)

خار نعمت ہے کہیں پر کہیں نعمت ہے پھول کہیں نعمت ہے خزف اور کہیں نعمت ہے دھول
کہیں نعمت ہے امامؑ اور کہیں نعمت ہے رسولؐ یاد نعمت ہے کہیں پر کہیں نعمت ہے بھول
بھول دنیا کے ہر اک غم کو بھلا دیتی ہے
یاد شبیرؑ کا غم دل سے لگا لیتی ہے

(۱۲)

ایسی نعمت ہے غم سبطِ نبیؐ زندہ باد جس نے رکھا ہے دو عالم کے غموں سے آزاد
صبر اور شکر کی قائم ہے اسی پر بنیاد کوئی مر جائے تو کرتے ہیں غمِ شاہ کو یاد
جا گزیں دل میں جو شبیرؑ کا غم ہوتا ہے
اپنا ہر غم غمِ شبیرؑ سے کم ہوتا ہے

(۱۳)

نعتِ ذکرِ غمِ سبطِ پیمبر کے لیے روز و شب گزرے ہیں خوشنودیِ داور کے لیے
سایۂ پرچمِ عباسؑ دلاور کے لیے خود فرشتوں نے چُنا ہے مجھے منبر کے لیے
اسی نعمت سے یہ نعمت بخدا ملتی ہے
مرثیہ کہتا ہوں زہراؑ کی دعا ملتی ہے

(۱۴)

سایہ افگن ہے سروں پر جو دعائے زہراؑ اسی نعمت سے ہے ذکرِ غمِ سرورؑ کو بقا
نہ رُکا تھا نہ رکے گا کبھی یہ ذکرِ وفا کس کا وعدہ تھا یہ زہراؑ سے کہ تا روزِ جزا
مجلسِ ذکرِ شہِ کرب و بلا کرتے ہیں ہم
وعدۂ احمدِؐ مختار وفا کرتے ہیں ہم

(۱۵)

شکر کرتے ہیں کہ نعمت یہ عزاداری ہے　　سال ہا سال سے یہ رسمِ وفا جاری ہے
رات دن ذکرِ غمِ شہ کی جو تیاری ہے　　اسی نعمت سے تو اس قوم میں بیداری ہے
ہم اسی ذکر سے اقوام میں ممتاز ہوئے
نعمتِ علم کی دولت سے سرافراز ہوئے

(۱۶)

منطق و فلسفہ و قول و عمل فکر و نظر　　علم قرآن، خرد، حکمت و عرفان و خبر
حرف و قرطاس و قلم صوت و صدا عرضِ ہنر　　عدل و انصاف و یقیں صدق و صفا کے جوہر
رونقیں علم کی اس ذکر کے ساتھ آئی ہیں
ایک نعمت سے یہ سب نعمتیں ہاتھ آئی ہیں

(۱۷)

مجلسِ ذکرِ شہِ دیں کی فضا نعمت ہے　　زندہ رہنے کے لیے فرشِ عزا نعمت ہے
مستقل گریہ و ماتم کی صدا نعمت ہے　　فاطمۂ زہرا کا رُومال ہے کیا نعمت ہے
اشک جو گرتا ہے اس میں وہ گہر بنتا ہے
اسی گوہر کے عوض خُلد میں گھر بنتا ہے

(۱۸)

حق رسی کے لیے یہ قولِ نبیؐ نعمت ہے　　زینتِ مجلسِ شہ ذکرِ علیؑ نعمت ہے
ذکرِ حیدرؑ سے یہ چہرے پہ خوشی نعمت ہے　　شکر ہے اس سے تو بڑھ کر نہ کوئی نعمت ہے
رخِ مومن تو خوشی سے سوئے حق ہوتا ہے
چہرہ باطل کا اسی ذکر سے فق ہوتا ہے

(۱۹)

ذاتِ واجب کی قسم ذاتِ علیؑ نعمت ہے　　دونوں عالم میں محمدؐ کا وصی نعمت ہے
وہ شہنشاہِ ولایت وہ ولی نعمت ہے　　خُم کے میدان کی وہ خاص گھڑی نعمت ہے
آج محفوظ اذانوں میں ہے کل کی آواز
سنتے ہیں حیَّ علیٰ خیرِ عمل کی آواز

(۲۰)

حکم جبریل خدا کا جو ادھر لے آئے　　ایک مرکز پہ یوں اصحاب نبیؐ کے آئے
بڑھ گئے آگے جو، وہ لوگ تھے پیچھے آئے　　پیچھے جو رہ گئے وہ لوگ بھی آگے آئے
اک بنایا گیا پالانِ شتر کا منبر
پھر نہ تاریخ نے دیکھا کبھی ایسا منبر

(۲۱)

خُم کے میداں کا وہ منبر بخدا نعت ہے　　اس پہ جو چڑھ کے محمدؐ نے کہا نعت ہے
کارِ تبلیغِ رسالت کی فضا نعت ہے　　حکمِ بلّغ کا وہ اعلان کُھلا نعت ہے
یوں نبیؐ آیہ بلّغ کو بیاں کرتے ہیں
پہلے توصیفِ خدائے دو جہاں کرتے ہیں

(۲۲)

حمد اللہ کی ہے وہ ہے بلند اور برتر　　ایک ہوتے ہوئے قادر ہے وہ غالب سب پر
سب سے نزدیک ہے وہ جن ہو کوئی یا ہو بشر　　وہ ہمیں دیکھتا ہے آتا نہیں ہم کو نظر
قرب حاصل جسے اس ذات کا ہو جاتا ہے
سلسلہ اُس پہ ہی نعمات کا ہو جاتا ہے

(۲۳)

ہے دوام اُس کو وہی بس ہے اکیلا معبود　　ہر جگہ اپنی جگہ ہوتے ہوئے وہ موجود
اس کے الطاف و کرم جود و سخا لا محدود　　وہ کریم اور نعیم اور ہے وہ ربِ ودود
اس کے ہی ذکر سے رتبے بخدا بڑھتے ہیں
اس کے ہی نام کی تسبیح ملک پڑھتے ہیں

(۲۴)

وہ بلندی پہ پہاڑوں کو اٹھانے والا　　وہ بچھی چیزوں کا لاریب بچھانے والا
آسمانوں کا زمینوں کا بنانے والا　　دستِ قدرت سے نظام اپنا چلانے والا
ساری مخلوق میں ہر آن بھرم اس کا ہے
نعمتیں اس کی ہیں احساں و کرم اس کا ہے

(۴۵)

وسعتِ سایۂ رحمت میں ہے ہر شے موجود   اس کی قدرت کا کرشمہ ہے ہر اک شے کی نمود
اس کے جلووں سے مزین ہوئے سب غیب و شہود   عبد پر یہ بھی ہے احساں کہ کبھی وہ معبود
ظلم کرتا نہیں بدلا بھی کہیں لیتا نہیں
اور عجلت میں کسی کو وہ سزا دیتا نہیں

(۴۶)

اپنی نعمت سے وہ کرتا ہے سبھی پر احساں   ان کو بھی جانتا ہے باتیں جو ہوتی ہیں نہاں
دل کے حالات بھی ہر حال میں اس پر ہیں عیاں   اس سے پوشیدہ زمانے میں کوئی چیز کہاں
اُس کا ہوتا ہے زمانے پہ احاطہ دیکھو
اُس کو حاصل ہے ہر اک چیز پہ غلبہ دیکھو

(۴۷)

اس کی قدرت کا ہر اک شے میں نظر آیا کمال   اس کے جلوہ کا ہر اک چیز میں دیکھا ہے جمال
کوئی بھی شے کسی صورت میں نہیں اس کی مثال   وہ ہر اک چیز کا خالق ہے نہیں اس میں مقال
جب نہ تھے عبد بھی اس وقت بھی معبود تھا وہ
جب کوئی شے نہ تھی موجود تو موجود تھا وہ

(۴۸)

عدل کے ساتھ سدا قائم و دائم وہ ہے   اس کے قبضے میں ہے سب قادر و حاکم وہ ہے
نظمِ کونین کا ہر دور میں ناظم وہ ہے   نعمت و رزق کا مخلوق میں قاسم وہ ہے
اُس کا اِدراک تو بینائیاں کر سکتی نہیں
نور کا سامنا پرچھائیاں کر سکتی نہیں

(۴۹)

دیکھنے والا ہے وہ سب ہے نظر میں اُس کی   دیکھ سکتی نہیں انساں کی نظر اس کو کبھی
ذاتِ واجب ہے وہ از روئے خفی اور جلی   صرف عرفاں کی دلیلوں سے وہ پہچانی گئی
وہ نہاں ایسا کہیں اور نہ عیاں ایسا ہے
کوئی بھی کہہ نہیں سکتا ہے کہ وہ کیسا ہے

(۳۰)

اپنی صنعت میں وہ خلاقِ جہاں کامل ہے　　صادر اُس سے نہ ہوا ظلم کہ وہ عادل ہے
اُس نے جو پیدا کی، اس شے کو نمو حاصل ہے　　اُس کی قدرت میں ہر اک کارِ جہاں شامل ہے
کام یوں شمس و قمر سے وہ خدا لیتا ہے
رات کو دن میں تو دن شب میں بدل دیتا ہے

(۳۱)

نہ شریک اس کا کوئی ہے نہ کوئی ہے ہمسر　　کوئی اس کے نہ برابر وہ بزرگ و برتر
نہ پدر ہے وہ کسی کا نہ کوئی اس کا پسر　　بے نیاز اور وہ یکتا ہے، وہ ربِ اکبر
اس کا دنیا میں نہیں مدِ مقابل کوئی
کارِ تخلیق میں اس کے نہیں شامل کوئی

(۳۲)

حمد ہے اس کے لیے خیر و سعادت اُس کی　　اختیار اس کو ہے ہر چیز پہ قدرت اُس کی
دیکھ لو ایک قیامت ہے جلالت اُس کی　　ہر عدالت سے بڑی ہے وہ عدالت اُس کی
کوئی مجرم جو سزا سے یہاں بچ جائے گا
حشر میں اس کی عدالت سے سزا پائے گا

(۳۳)

نیک بندوں کو برائی سے بچانے والا　　راہِ باطل کو جہنم کی دکھانے والا
ہے وہی ظلم کی دنیا کو مٹانے والا　　سب کو انصاف زمانے میں دلانے والا
اس کا حق ہے کہ بشر شکر ادا کرتا رہے
ہو خوشی یا کوئی غم اُس کی ثنا کرتا رہے

(۳۴)

حمد کے بعد رسولؐ دوسرا نے یہ کہا　　میرا ایمان ہے اس پر کہ وہ ہے ربِ علا
ہے فرشتوں پہ کتابوں پہ عقیدہ سچا　　انبیا اور رسولوں پہ ہے ایمان مرا
اس کا ہر حکم بجالانے کو تیار ہوں میں
وہ ہے مختار مرا۔ احمدؐ مختار ہوں میں

(۳۵)

وہ ہے معبود اسی نے مجھے آگاہ کیا   مجھ کو اس وقت جو ہے حکمِ خدائے دوسرا
میں، وہ امت کو نہ پہنچاؤں تو میں نے گویا   کارِ تبلیغِ رسالت ہی نہ انجام دیا
اس قدر سخت کبھی حکم نہیں آیا ہے
لبِ جبریل پہ یہ کتنا اہم ''آیا'' ہے

(۳۶)

جو بھی بارے میں علیؑ کے کیا نازل حق نے   میں وہ پہنچا دوں یہی حکم خدا کا ہے مجھے
وہ بچائے گا مجھے لوگوں کے ہر اک شر سے   پیش کرتا ہوں میں آیت کا بیاں سب کے لیے
حکمِ حق لائے ہیں جبرئیلِ امیں میرے پاس
تین بار آئے ہیں جبرئیلِ امیں میرے پاس

(۳۷)

ایہا الناس سنو حکم خدا سر تا سر   کوئی گورا ہو کہ کالا اسے میں دوں یہ خبر
ہے مرا بھائی وصی اور خلیفہ حیدرؑ   ہے مرے بعد امام اب یہ علیؑ حق کی سپر
جو کہ ہارونؑ کو موسیٰؑ سے رہی ہے نسبت
وہی حیدرؑ کو ہے محبوبِؐ خدا سے نسبت

(۳۸)

فرق یہ ہے کوئی ہوگا نہ مرے بعد نبیؐ   بعدِ اللہ و نبیؐ یہ ہے علیؑ سب کا ولیؑ
کلِ ایماں ہے نماز اس نے ہی قائم رکھی   خالقِ کل کی عبادت میں زکوٰۃ اس نے دی
قربتِ خالقِ کُل شام و سحر رہتی ہے
صرف خوشنودیٔ رب پیشِ نظر رہتی ہے

(۳۹)

آرزو میں نے کی اس سے کہ اے جبریلِ امیں   اس عمل سے مجھے آزاد رکھے مالکِ دیں
متقی کم ہیں تو تعدادِ منافق ہے کہیں   یہ جو کہتے ہیں زبانوں سے دلوں میں وہ نہیں
بات اکثر نہیں مانی مری ان لوگوں نے
بارہا مجھ کو اذیت بھی دی ان لوگوں نے

(۴۰)

جو منافق ہیں بہت، مجھ سے وہ کد رکھتے ہیں پاس حیدرؑ ہیں مرے اِس کا حسد رکھتے ہیں
لب پہ تعریف ہے اور نیتِ بد رکھتے ہیں مکر کی کذب کی نخوت کی سند رکھتے ہیں
مال و دولت سے جو دنیا میں محبت ہے انھیں
خوف خالق کا نہ کچھ پاسِ رسالت ہے انھیں

(۴۱)

عذر اللہ کو میرا نہیں کوئی منظور حکم اس کا مجھے بندوں کو ہے پہنچانا ضرور
آج اس کام پہ خالق نے کیا ہے مامور تابعِ حکمِ امامت رہیں اب عقل و شعور
سارے انصار و مہاجر پہ ولیؑ کی طاعت
فرض ہے سارے زمانے پہ علیؑ کی طاعت

(۴۲)

جنگلوں میں ہوں کہ شہروں میں بشر ہوں آباد وہ عجم کے ہوں کہ ہوں ملکِ عرب کے افراد
وہ غلامی میں ہوں یا ہوں وہ جہاں میں آزاد چھوٹے ہوں یا ہوں بڑے بات یہ وہ رکھیں یاد
ہادیٔ وقت کو پہچانا واجب ہو گا
حکم حیدرؑ کا انھیں ماننا واجب ہو گا

(۴۳)

اس سے ہونا نہ الگ یہ ہے تمھارا رہبر کیا حلال اور حرام اس کی علیؑ کو ہے خبر
حق کی جانب تو ہدایت یہ کرے گا بڑھ کر اور باطل کو مٹائے گا یہی سر تا سر
ہے یہ باطل کے شکنجے سے بچانے والا
اور روِ حق ہے زمانے کو دکھانے والا

(۴۴)

جیسے وہ عزّوجل خالقِ اکبر ہے ولی ویسے ہی بعدِ خدا شافعِ محشر ہے ولی
بعدِ محبوبِ خدا نفسِ پیمبر ہے ولی بعدِ حیدرؑ کے تو حیدرؑ کا بھرا گھر ہے ولی
سب ولی ایک ہی نسبت سے شرف پائیں گے
خانۂ فاطمہ زہراؑ میں امام آئیں گے

(۴۵)

علم حق نے جو مری ذات میں محصور کیا   علم وہ حیدرؑ کرار کو سب میں نے دیا
بڑھ کے دامانِ علیؑ جس نے بھی اب تھام لیا   جام عرفان کا لے لے کے مزے اُس نے پیا
کلِ ایماں پہ جو ایمان نظر آتا ہے
کوئی بوذر کوئی سلمان نظر آتا ہے

(۴۶)

فرض ہے تم پہ امامت کو علیؑ کی مانو   حق علیؑ کا جو ہے اس حق کو سدا پہچانو
تم کسی کو بھی علیؑ کے نہ برابر جانو   حکمِ اللہ سے بیزار نہ ہو پروانو
حق علیؑ کا جو نہ مانے گا وہ پچھتائے گا
حشر کے روز جہنم کی طرف جائے گا

(۴۷)

صاحبِ سیف و قلم صاحبِ توقیر علیؑ   ہے مرے بعد مرے دین کی تقدیر علیؑ
گویا قرآن ہے قرآں کی تفسیر علیؑ   میں نہ جب ہوں تو مری بولتی تصویر علیؑ
اب زمانے میں یہ ہارونِ محمدؐ ہو گا
اس کے ہی ہاتھوں میں قانونِ محمدؐ ہو گا

(۴۸)

ہے مرے بعد علیؑ سب سے جہاں میں افضل   حکمِ خالق سے بنا ہے جو امامِ اوّل
اسی نعمت سے تو اسلام ہوا ہے اکمل   حرفِ آخر ہے محمدؐ کا یہ قولِ فیصل
جس کا مولا ہوں میں اس کا یہ ولیؑ بھی مولا
اب خدا مولا نبیؐ مولا علیؑ بھی مولا

(۴۹)

آج حیدرؑ کو جو ہاتھوں پہ اٹھا رکھا ہے   حکم رب سب کے لیے میں نے کھلا رکھا ہے
پیچھے حیدرؑ کے جو، اب خود کو چھپا رکھا ہے   آئینہ اپنا اُسے گویا بنا رکھا ہے
حلف تکمیلِ رسالت کا اٹھاتا ہوں میں
وزن ہاتھوں پہ امامت کا اٹھاتا ہوں میں

(۵۰)

حکمِ خالق سے سجایا ہے یہ میدانِ غدیر　　میں نے حیدرؑ کو بنایا ہے جو، اب اپنا وزیر
جن کے ہونٹوں پہ ہے "بخ بخ" یہ بتا رب قدیر　　اُن کی گفتار سے بھی ملتا ہے کیا اُن کا ضمیر
وہ منافق ہیں وہ ملعون ہیں مغضوب ہیں وہ
نار میں جائیں گے ابلیس کو مطلوب ہیں وہ

(۵۱)

آج کے روز ہوئی حکمِ خدا کی تعمیل　　آج قرآن کی تنزیل نے پائی تاویل
آج نعمات کی امت پہ ہوئی ہے تکمیل　　اب جو اللہ کی نعمت کو کرے گا تبدیل
ایسے کفران وہ نعمت کا کرے گا آخر
کفر کی موت زمانے میں مرے گا آخر

(۵۲)

کوئی اس نعمتِ عظمٰی کا نہ انکار کرے　　کٹ کے حیدرؑ سے نہ اسلام کی گفتار کرے
خود کو پھر سے نہ کوئی شاملِ کفار کرے　　بیعتِ حیدرؑ کرار کا اقرار کرے
وسعتیں دیکھیں جو خالق نے ولیؑ کے گھر میں
نعمتیں ساری اُتاری ہیں علیؑ کے گھر میں

(۵۳)

کفر کی باتیں نہ اب کوئی بشر اپنائے　　کلِ ایمان پہ ایمان زمانہ لائے
گویا قرآن کی تفسیر علیؑ سے پائے　　ان کی توصیف میں قرآں کے "آیے" آئے
جو بھی کرنا ہے طلب اب وہ علیؑ سے کر لے
اپنا کشکول درِ علم نبیؐ سے بھر لے

(۵۴)

ہے رسالت مری اس حکمِ مشیت کے ساتھ　　دین کامل کیا حیدرؑ کی امامت کے ساتھ
نعمتیں پوری ہوئی ہیں اسی نعمت کے ساتھ　　اب امامت کا تسلسل ہے قیامت کے ساتھ
صلب میں اس کے جو نائب ہیں وہ جب آئیں گے
اُنؑ پہ ایماں جو نہ لائیں گے وہ پچھتائیں گے

(۵۵)

میری تم سب سے زیادہ جو، کی حیدرؑ نے مدد حق نے بخشی ہے اسے میری نیابت کی سند
خلد سے نکلے جو آدم تو سبب بغض کی حد تم علیؑ سے نہیں کرنا کبھی دنیا میں حسد

اپنے دل میں جو یہاں بغضِ علیؑ رکھے گا
حشر کے روز وہ دوزخ کا مزا چکھے گا

(۵۶)

تم نہ اسلام کا احسان جتاؤ حق پر شکرِ نعمت کرو سر اپنا جھکاؤ حق پر
اپنے ایمان کی بنیاد بناؤ حق پر نطق کے ساتھ ذرا دل کو بھی لاؤ حق پر

ورنہ خالق کہیں ناراض جو ہو جائے گا
اس کی جانب سے بہت تم پہ عذاب آئے گا

(۵۷)

بعد میرے مری اولاد کی تقلید کرو کبھی ان کے نہ کسی قول کی تردید کرو
حق کی تائید کرو دین کی تائید کرو گویا قرآن پہ آپس میں نہ تنقید کرو

تم کہیں آلِ محمدؐ سے جو ٹکراؤ گے
کفر پر الٹے قدم پھر سے پلٹ جاؤ گے

(۵۸)

میں نے بیعت کا علیؑ کی لیا تم سے اقرار اب کبھی حقِ امامت سے نہ کرنا انکار
یاد رکھنا ہے تمھیں قولِ رسولؐ مختار غیر معصوم امامت کا نہیں ہے حقدار

راہ جو ایسے اماموں کی چلے گا لوگو
جا کے وہ نارِ جہنم میں جلے گا لوگو

(۵۹)

حکم رب سے ہے مرے بعد علیؑ سب کا امام نعمتِ خالقِ کونین ہے حیدرؑ پہ تمام
اب عمل اُن پہ کرو جو بھی علیؑ دیں احکام بھول کر بھی نہ کبھی بھولنا حیدرؑ کا مقام

بات ناحق ہو تو خاموش نہ ہونا لوگو
کبھی احسان فراموش نہ ہونا لوگو

(۶۰)

خطبۂ خم غدیری کی ہے مصرعوں میں جھلک　　افقِ فکر پہ ہے مہرِ امامت کی چمک
بن گئے شاہِ ولایت جو تھے استادِ ملک　　جشن برپا ہوا از فرشِ زمیں تا بہ فلک

بادۂ حُب علیؑ اہلِ زمیں پیتے ہیں
انتہا یہ ہے کہ جبریلِ امیں پیتے ہیں

(۶۱)

تیرا احسان ہے کونین پہ اے ربِ قدیر　　آج ساقی بنے مولاؑئے جہاں کُل کے امیرؑ
اپنے کشکول سے پیتے ہیں شراب آج فقیر　　نعمتِ حق ہے یہ رندوں کے لیے جشنِ غدیر

بھر کے رندوں نے جو پیمانہ لیا ہے جھک کر
یوں صراحی نے بھی خود شکر کیا ہے جھک کر

(۶۲)

خم کی محفل میں جو دورِ مے سر جوش ہوا　　ہر کوئی نعمتِ مولا سے ہم آغوش ہوا
گویا سودائے متاعِ خرد و ہوش ہوا　　جشن میں جو ہوا شامل وہی مے نوش ہوا

اذن میخانے میں پینے کا جو عام آیا ہے
آج کم ظرف کے ہاتھوں میں بھی جام آیا ہے

(۶۳)

سر پہ رندوں نے جو میخانہ اٹھا رکھا ہے　　جوش میں دل نے بھی نذرانہ اٹھا رکھا ہے
بزم میں نعرۂ مستانہ اٹھا رکھا ہے　　سب نے پیمانے پہ پیمانہ اٹھا رکھا ہے

غل ہے ہر سمت بپا چھک کے پئیں گے میکش
سایۂ نعمتِ ساقی میں جئیں گے میکش

(۶۴)

وہی ساقی کہ کھنچی بدر میں جس کی تلوار　　اس نے کفار کو میداں میں کیا تھا فی النار
ان کے ورثا نے زبانی کیا دیں کا اقرار　　دل میں تھا بغضِ علیؑ، نعمتِ حق سے انکار

بدر کی آگ جو تھی کرب و بلا تک پہنچی
خیمۂ آلِ رسولؐ دوسرا تک پہنچی

(۶۵)

دین کے بھیس میں کفار ہیں سرگرم عمل بدر کا ردِ عمل کرب و بلا کا مقتل
انتقاماً ذرا اب کھینچ کے تلوار نکل خود سے کہتے ہیں کہ کردارِ ابوجہل میں ڈھل

نعتِ دینِ پیمبرؐ سے تم انکاری ہو
اور شبیرؑ سے بیعت کے طلب گاری ہو

(۶۶)

گرد یہ نعت اسلام کے کھینچا ہے حصار شاہؑ نے بیعتِ فاسق سے کیا جو انکار
حفظِ اسلام کو گر جان ہے میری درکار گونجی مقتل کی فضاؤں میں یہ مولاؑ کی پکار

میرا خوں جاں بلب اسلام کے تن میں بھر دو
آؤ تلوارو مرے جسم کے ٹکڑے کر دو

(۶۷)

عصر کے وقت تھے سجدے میں شہِ نیک نہاد فوجِ شبیرؑ سے مقتل جو ہوا پھر آباد
ہائے پردیس میں زہراؑ کا ہوا گھر برباد کاٹ کر شاہؑ کا سر سینے سے اٹھا جلاد

آگ خیموں میں سرِ شام غریباں دیکھی
سب نے اولادِ نبیؐ باسرِ عریاں دیکھی

(۶۸)

قافلہ آلِ پیمبرؐ کا سوئے شام چلا رات یہ گزری تو پھر قید کا سامان ہوا
شام میں منزلیں طے کرتا ہوا جب پہنچا مقصدِ حضرتِ شبیرؑ بیاں ہونے لگا

قافلہ جانے کو دربار میں تیار ہوا
کون پھر قافلے کا قافلہ سالار ہوا

(۶۹)

پیچھے زنجیر میں جکڑا ہوا بیمارؑ چلا آگے آگے سرِ عباسؑ علمدار چلا
یوں محمدؐ کا گھرانہ سوئے دربار چلا ساتھ زینبؑ کے سرِ سیدِ ابرار چلا

کسی سیدانی کا بازو تھا بندھا رسّی سے
چھل رہا تھا کسی بچی کا گلا رسّی سے

(۷۰)

قابلِ دید تھا اس روز وہ زینبؑ کا جلال　　کسی صورت بھی عیاں ہوتا نہ تھا رنج و ملال
ہونے دیتی تھیں پریشاں نہ کسی کو وہ نڈھال　　سب کی ہمت وہ بندھاتی تھیں یہی کر کے مقال
جا کے دربار میں ظالم سے نہیں ڈرنا ہے
گفتگو لہجۂ حیدرؑ میں مجھے کرنا ہے

(۷۱)

پہنچی دربار کے نزدیک جو، اب شہزادی　　اور شہزادی کی اس وقت بڑھی بے چینی
دَر جو دربار کا آیا تو وہیں بیٹھ گئی　　جوڑ کر ہاتھوں کو بیمارؑ نے یہ بات کہی
کیا پھوپی اماں نہ دربار میں اب جائیں گی
اب نہ جائیں گی تو بتلایئے کب جائیں گی

(۷۲)

کہا زینب نے کہ چلتی ہوں امامؑ کونین　　بات بابا کی جو یاد آئی ہوئی میں بے چین
یا علیؑ کہہ کے چلیں اب جو وہ ہمشیرِ حسینؑ　　پہنچیں دربار میں پھر بنتِ شۂ بدر و حنین
پیشِ ظالم جو سرِ سبطِ نبیؐ پیش ہوا
ایسے دربار میں گویا وہ جفا کیش ہوا

(۷۳)

بدر میں جن کو علیؑ نے تھا تہِ تیغ کیا　　وہ جو اس وقت کہیں ہوتے یہاں پر زندا
دیکھتے وہ سرِ دربار یہ منظر بھی ذرا　　میں نے اولادِ نبیؐ سے لیا کیسا بدلا
بھوکا اور پیاسا حسینؑ ابن علیؑ کو مارا
ابنِ مرجانہ نے دلبندِ نبیؐ کو مارا

(۷۴)

بولے سجادؑ کہ لعنت ہو خدا کی اس پر　　قتل جس نے کیا محبوبؐ خدا کا دلبر
دور ہے رحمتِ خالق سے وہی بانیٔ شر　　سن کے سجادؑ سے بولا یہ یزید خود سر
لعن کرتے ہو تو پھر بدلا لیا جائے گا
تم کو دربار میں اب قتل کیا جائے گا

(۷۵)

سن کے یہ آگے بڑھیں بنتِ شہِ عقدہ کشا ہاتھ سے اپنے بھتیجے کو قریب اور کیا
قتلِ سجادؑ پہ دیکھا جو اُسے آمادا لہجۂ فاتحِ خیبر میں یہ زینبؑ نے کہا
میرے ہوتے ہوئے تیری یہ مجال اے ظالم
اب ذرا تختِ حکومت کو سنبھال اے ظالم

(۷۶)

پوچھا ظالم نے کہ یہ کون ہے عورت مغرور لوگ بولے کہ یہی دخترِ حیدرؑ ہے غیور
ملنے والا تھا جو، اب خاک میں ظالم کا غرور اس نے آیت پڑھی قرآن کی بے فہم و شعور
اپنی مرضی سے جو مفہوم لیئے جاتا تھا
آیتِ حق کی وہ تکذیب کیئے جاتا تھا

(۷۷)

پھر جواباً کیا برجستہ یہ زینبؑ نے کلام ہے عمل جن کا برا، اُن کا برا ہے انجام
آیتِ حق کو جو جھٹلائے گا، ہوگا ناکام بدترین اس کا تو انجام ہے اے میرِ شام
خطبہ کس شان سے زینبؑ نے دیا ہے سب کو
لہجہ کرارؑ کا یاد آنے لگا ہے سب کو

(۷۸)

حمد خالق کے لیے ہے کہ نہیں اس میں کلام میرے جد احمدؐ مرسل پہ درود اور سلام
در بہ در ہم جو پھرائے گئے اے میرِ شام تو سمجھتا ہے کہ رسوا ہوئے ہم او ناکام
تیرا فاسد ہے گماں تیرا گماں باطل ہے
جس پہ فائز ہوئے ہم صبر کی وہ منزل ہے

(۷۹)

سن لے مجھ سے اے جگر خوارۂ حمزہ کے پسر تجھ سے امید بھی کیا کرتی علیؑ کی دختر
تیرے دن گنتی کے اب رہ گئے اے بانیٔ شر رائے میں تیری فتور آ چکا اے بد اختر
تیرا لشکر ہے بہت جلد بکھرنے والا
پھر سے اسلام کا سورج ہے ابھرنے والا

(۸۰)

یہ ہے مہلت جسے تو سمجھا ہے ظالم نعمت　　جان لے تو کہ یہ جو تجھ کو ملی ہے مہلت
ہوتا جائے گا شدید اور عذابِ قدرت　　اسی مہلت میں گناہوں کی جو ہوگی کثرت
ظاہری ثروت و دولت بھی چلی جائے گی
تیری دو روزہ حکومت بھی چلی جائے گی

(۸۱)

جس کو آزاد نبیؐ نے کیا اُس کی اولاد　　بنتِ سلطانِ سلونی نے کیا پھر ارشاد
اے یزید اب نہ گماں کر کہ خدا تجھ سے ہے شاد　　قاتلِ آلِ پیمبرؐ وہ بنی ہے جلاد
جرم جتنا بھی ترے نام پہ چڑھ جائے گا
اُسی نسبت سے عذاب اور بھی بڑھ جائے گا

(۸۲)

بدر کے میرے بزرگ آج جو ہوتے زندا　　ہاں ذرا اتنا بتادے کہ یہ جو تُو نے کہا
حیثیت سے ہے مسلمان کی تو کیا گویا؟　　دیکھتے یہ جو لیا آلِ نبیؐ سے بدلا
کلمہ اپنے بزرگوں کا پڑھا ہے تو نے
پھر رہ کفر کو اپنا ہی لیا ہے تو نے

(۸۳)

تخت پر بیٹھے ہوئے ہاتھ میں لی اس نے چھڑی　　اس نے زینبؑ کی توجہ جو ہٹانی چاہی
بولیں زینبؑ کہ نہیں ڈرتی علیؑ کی بیٹی　　سرِ شبیرؑ سے اس نے جو کی اب بے ادبی
بدلا ظالم کو جو ہے ظلم کا ملنے والا
تختِ شاہی کا زمانے میں ہے جلنے والا

(۸۴)

مستقل کرتی رہی آلِ نبیؐ پر بیداد　　جن کو آزاد نبیؐ نے کیا اُن کی اولاد
اور سر ننگے نبیؐ زادیاں محوِ فریاد　　عورتیں اُن کی تو پردے میں رہیں اوجلاد
بدلا احسانِ نبیؐ کا یہ دیا ہے تو نے
کیا یہی عدل ترا ہے جو کیا ہے تو نے

(۸۵)

خطبۂ ثانیِ زہرا کا ہوا ایسا اثر   سبھی دربار میں رونے لگے با دیدۂ تر
لوگ آپس میں یہ کہنے لگے ہو کر ششدر   کیا سنا تم نے جو کہتی ہے علیؑ کی دختر
کیا محمدؐ کی نواسی نے بتایا ہے ہمیں
رخِ باطل سرِ دربار دکھایا ہے ہمیں

(۸۶)

جو محمدؐ کی نواسی نے کہا سب نے سنا   جو سلوک آلِ محمدؐ پہ ہوا سب نے سنا
قصۂ ظلم و ستم جور و جفا سب نے سنا   بدر کا حال پس کرب و بلا سب نے سنا
دینِ اسلام کا احسان فراموش یزید
سر جھکائے ہوئے اب بیٹھا ہے خاموش یزید

(۸۷)

ایسے میں یہ پھوپی اماں سے سکینہ نے کہا   دن بہت ہو گئے بابا کو ہوئے ہم سے جدا
چپ ہوا ہے جو یزید اب سرِ دربار ذرا   مانگ لوں اب تو پھپھی اماں میں سر بابا کا
پھر کہا اُس نے علاجِ دلِ مضطر دے دے
اے یزید اب مرے بابا کا مجھے سر دے دے

(۸۸)

غل تھا دربار میں رونے کا ہر اک سمت مگر   پھر بھی بولا یوں سکینہ سے یزیدِ خود سر
ہے سنا پیار بہت کرتے تھے تجھ کو تو پدر   بات تو جب ہے بلانے سے خود آ جائے یہ سر
سن کے یہ بات سکینہ نے کہا اے بابا
مجھ کو شرمندہ نہ کرنا مرے اچھے بابا

(۸۹)

امتحاں میری محبت کا ہے بابا آؤ   امتحاں یہ مری غربت کا ہے بابا آؤ
امتحاں میری مصیبت کا ہے بابا آؤ   امتحاں آپؐ کی الفت کا ہے بابا آؤ
اپنی الفت کا یقیں ان کو دلانا ہے تمھیں
طشت سے اٹھ کے مری گود میں آنا ہے تمھیں

(۹۰)

پھر تو سب نے سرِ دربار وہ منظر دیکھا ایسا منظر نہ زمانے نے کہیں پر دیکھا
طشت سے اٹھتے ہوئے معجزۂ سر دیکھا گود میں بچی کی آتا سرِ سرور دیکھا
اپنے دامن میں سرِشاہ کی دولت پائی
بعد مدت کے سکینہ نے یہ نعمت پائی

(۹۱)

اپنا منھ باپ کے منھ پر جو سکینہ نے رکھا پھر سے دربار میں ہونے لگا کہرام بپا
عرض کی اس نے کہ الفت کا مری اے بابا مان تم نے یہ رکھا ہے سرِ دربارِ جفا
صورتِ معجزہ صورت مجھے دِکھلائی ہے
طشت سے اٹھ کے جو نعمت مرے پاس آئی ہے

(۹۲)

پھر سکینہ نے اے نیّر کہا رو کر بابا شمر نے مارے طمانچے مرے منھ پر بابا
بعد مدت کے ملا ہے جو مجھے سر بابا اُس کو چھینے نہ کہیں شمرِ ستم گر، بابا!
میرے بابا مری دولت نہیں جانے پائے
میرے دامن سے یہ نعمت نہیں جانے پائے

احسان

جو محمد مصطفیؐ کی جانؑ ہے وہؑ خدا کے دین پر قربان ہے
دین کا احساں نہیں شبیرؑ پر دین پر شبیرؑ کا احسان ہے

روضۂ شبیرؑ

مذہبِ اسلام کی پہچان ہے کربلا اب مرکزِ ایمان ہے
بے نشاں ہے قبرِ میرِ شام کی روضۂ شبیرؑ عالی شان ہے

سلام

خواب میں جو سامنے جنت کا منظر رکھ دیا
حُر نے اپنی زندگی کو پیشِ سرور رکھ دیا

اپنی آنکھوں میں بمالِ عشقِ حیدرؑ رکھ دیا
زرِ ابوذر نے نگاہوں سے گرا کر رکھ دیا

جب گلا سبطِ نبیؐ نے زیرِ خنجر رکھ دیا
بیعتِ فاسق کا غیر سر کچل کر رکھ دیا

سر کہاں شبیرؑ کا شمرِ ستمگر رکھ دیا
اک دیا اسلام کا نوکِ سناں پر رکھ دیا

یا علیؑ کہہ کر قدم بالائے منبر رکھ دیا
سامنے پھر مرثیہ گوئی کا جوہر رکھ دیا

مرثیہ کہنا کوئی آساں نہ تھا میرے لیے
میں نے اس کاوش میں خونِ دل بہا کر رکھ دیا

قوتِ بازوئے حیدرؑ کیا ہو لفظوں میں بیاں
توڑ کر دو انگلیوں سے بابِ خیبر رکھ دیا

کمسنی میں کلۂ اژدر جو چیرا مہد میں
ماں نے خوش ہو کر علیؑ کا نام حیدرؑ رکھ دیا

جس سے خوشبوئے مئے حُبِ علیؑ آتی نہ تھی
ہم نے وہ نظروں سے کوسوں دور ساغر رکھ دیا

احمدؐ و حیدرؑ کا رتبہ کیا کہوں اے اہلِ بزم
حق نے اپنا نور دونوں میں برابر رکھ دیا

غیر ممکن ہے نہ پائے علم کی خیرات وہ
جس قلندر نے درِ حیدرؑ پہ بستر رکھ دیا

کربلا پہنچا تصور میں تو میں نے دوستو
احتراماً روضۂ شبیرؑ پر سر رکھ دیا

موت کیا آتی حسینؑ ابنِ علیؑ کے سامنے
زندگی کو شاہؑ نے دوشِ اجل پر رکھ دیا

یہ غمِ سبطِ پیمبرؐ ہی کا ہم پر فیض ہے
جس نے دل سے ہر غمِ دنیا بھلا کر رکھ دیا

بھیک مانگی تھی حسینؑ ابنِ علیؑ کے نام پر
میرے خالق نے مرا کشکول بھر کر رکھ دیا

جنت الفردوس کی تازہ ہوا آنے لگی
جب قدم شہؑ نے زمینِ کربلا پر رکھ دیا

زندگی کو مقصدِ سبطِ نبیؐ میں ڈھال کر
حُر نے اپنی فکر کا سورج پلٹ کر رکھ دیا

حاصلِ دینِ رسولِ پاکؐ جس کا ذکر ہے
اس کی یادوں کا دیا لوگوں نے گھر گھر رکھ دیا

حُر جو پیاسا خلد میں پہنچا تو اس کے سامنے
ساقیٔ کوثرؑ نے بھر کر جامِ کوثر رکھ دیا

لہجۂ حیدرؑ میں جب خطبہ دیا للکار کر
شام کا دربار زینبؑ نے ہلا کر رکھ دیا

سینۂ اسلام گو برچھی کی زد پر تھا مگر
اپنا سینہ سامنے اکبرؑ نے بڑھ کر رکھ دیا

حشر کے میداں میں تازہ حشر برپا ہو گیا
جب نبیؐ نے پیشِ حق بے شیرؑ کا سر رکھ دیا

شمر نے زانو رکھا ہے سینۂ شبیرؑ پر
یا شقی نے پھول پر اک سخت پتھر رکھ دیا

کیا غضب ہے فاطمہؑ روتی رہیں اور شمر نے
بوسہ گاہِ مصطفیٰؐ پر کند خنجر رکھ دیا

تیر کھا کر اصغرِ معصوم رن میں ہنس دیے
یوں محاذِ جنگ کا نقشہ بدل کر رکھ دیا

ہے یقیں نیّر گزر جائے گی اچھی زندگی
جب درِ علمِ نبیؐ پر اپنا بستر رکھ دیا

بعنوان
مرثیہ چاند

درحال : ماہِ بنی ہاشم حضرت عباس علیہ السلام

مطلع : اہتمامِ مجلسِ شاہِؑ دوعالم دیکھ کر

تعدادِ بند : ۷۹

سنِ تصنیف : ۱۹۹۹

آسماں پر یوں کھنچی تصویرِ میدانِ قتال
جیسے ہو رنگِ شفق خونِ شہیداں کی مثال
ابر پر ہوتا ہے خیموں کے دھوئیں کا احتمال
درمیاں میں اس طرح سے ہے محرّم کا ہلال
آسماں پر جیسے اک تلوار کی تصویر ہے
سب یہ سامانِ عزائے حضرتِ شبیرؑ ہے

سلام

زمینِ کربلا ہے نازشِ ہفت آسماں اَبتک
بچھائی تھی جو شہ نے ہے وہ روشن کہکشاں اَبتک

بدلتے گو رہے تاریخ کچھ تاریخ داں اَبتک
مگر مٹنے نہ پائیں خونِ شہ کی سرخیاں اَبتک

سرِ منبر جو ہوتا ہے شہادت کا بیاں اَبتک
معینِ دینِ حق ہے کربلا کی داستاں اَبتک

مسلسل کامیابی وردِ نامِ مرتضیٰ سے ہے
مسلسل ہو رہے ہیں زندگی میں امتحاں اَبتک

درِ علمِ پیمبر سے کرم کی بھیک ملتی ہے
ولی بھرنے کو آتے ہیں یہاں سے جھولیاں اَبتک

رخِ اسلام پر تابانیاں جس سے ہویدا ہیں
مثالی ماہِ زہراؑ کی ہیں وہ قربانیاں اَبتک

ہمارا سر کسی فاسق کے آگے جھک نہیں سکتا
جو تھیں کرب و بلا میں ہیں وہی خودداریاں اَبتک

کیا سیراب اپنے خون سے شبیرؑ نے، جب سے
نہ آیا گلشنِ اسلام میں دورِ خزاں اَبتک

غمِ شبیرؑ نے دنیا میں وہ معراج پائی ہے
کہ اوراقِ کتابِ دل بھی دیکھے خونچکاں اَبتک

حرم ہیں بے ردا اور بیڑیاں پہنے ہوئے عابدؑ
خدا معلوم کیوں ٹھہرا ہوا ہے آسماں اَبتک

کٹاتا سر نہ سجدے میں نواسہ گر محمدؐ کا
تو پھر اسلام کا بھی مٹ چکا ہوتا نشاں اَبتک

دلِ حساس رکھتے ہیں تو زہراؑ کی دعاؤں سے
غمِ شبیرؑ میں ہم لوگ ہیں محوِ فغاں اَبتک

نہ ترسا صرف بیٹا ساقیٔ کوثر کا پانی کو
ترستا ہے لبِ شبیرؑ کو آبِ رواں اَبتک

مسلسل یاد آتے ہیں جلے خیمے اُسے نیّرؔ
اسی باعث دلِ مومن سے اٹھتا ہے دھواں اَبتک

چاند

(۱)

اہتمامِ مجلسِ شاہِؑ دو عالم دیکھ کر آج پھر ساماں عزاداری کا پیہم دیکھ کر
اشک بہتے ہیں فضائے درد و ماتم دیکھ کر کہہ رہا ہوں مرثیہ ماہِ محرم دیکھ کر
فیضِ ماہِ فاطمہ زہراؑ اگر ہو جائے گا
مرثیہ اک چاند کے عنوان پر ہو جائے گا

(۲)

اے قلم ہم داستانِ کربلا کیسے کہیں واقعہ جو کربلا میں ہو گیا کیسے کہیں
ہم نے جو دیکھا نہیں ہے وہ بھلا کیسے کہیں قصۂ درد و الم نا آشنا کیسے کہیں
کیا سنائیں ہم بھلا اور کیا کوئی ہم سے سنے
ذکرِ ماہِ فاطمہ ، ماہِ محرم سے سنے

(۳)

واقعاتِ کربلا کا یہ ہے شاہد سر بسر جس نے دیکھا فاطمہؑ کا چاند جلتی ریت پر
فاطمہؑ کے ماہ کے غم میں یہ خود بھی ڈوب کر آسماں پر سال بھر کے بعد آتا ہے نظر
داستانِ درد و غم یوں خود کو دہرانے لگی
چاند دیکھا کربلا والوں کی یاد آنے لگی

(۴)

آسماں پر یوں کھنچی تصویرِ میدانِ قتال جیسے ہو رنگِ شفق خونِ شہیداں کی مثال
ابر پر ہوتا ہے خیموں کے دھوئیں کا احتمال درمیاں میں اس طرح سے ہے محرّم کا ہلال
آسماں پر جیسے اک تلوار کی تصویر ہے
سب یہ سامانِ عزائے حضرتِ شبیرؑ ہے

(۵)

ہو عزائے شہؔ میں نور کبریا کا تذکرہ　　ماہتابِ کائناتِ مصطفیؐ کا تذکرہ
کربلا کا اور جانِ کربلا کا تذکرہ　　لو میں اب کرتا ہوں ماہِ سیدؑا کا تذکرہ
آسمانِ فکر پر اک روشنی سی چھائے گی
جب ضیائے والقمر خود رہنما بن جائے گی

(۶)

آسمانِ دیں پہ زہراؑ کے کرم آثار چاند　　تجھ سے میری شاعری کو لگ گئے ہیں چار چاند
چرخِ مدحت پر ہے نیّر گویا جلوہ بار چاند　　یوں فلک پر بن رہا ہے اب میری گفتار چاند
ماہتابِ فکر و فن جلوا جو دکھلانے لگا
گفتگو میں خود شعورِ گفتگو آنے لگا

(۷)

ماہِ زہراؑ کا سخنور پر ہوا فیضِ کثیر　　روشنی سے ہو گیا روشن مرا مافی الضمیر
حرف کے کشکول میں لایا جو ضو بھر کر فقیر　　نورِ مدحت سے ہوا ذرہ یہ اک ماہِ منیر
ماہتابِ حق کا گھر گھر بول بالا ہو گیا
چاندنی جب ذکر کی پھیلی اجالا ہو گیا

(۸)

ذکرِ ماہِ فاطمہؑ زہرا سے پھیلی روشنی　　روشنی سے کام لیتی ہے جو اپنی زندگی
زندگی کو یوں ہوا حاصل شعور و آگہی　　آگہی مسدود کر دیتی ہے راہیں شام کی
شام کی تاریک راہوں سے بچا لایا ہمیں
راہِ حق پر ذکرِ صبحِ کربلا لایا ہمیں

(۹)

ڈھل رہے ہیں فکرِ شاہِ کربلا میں اب دماغ　　جل رہے ہیں اب حسینیت کے ہر دل میں چراغ
مٹ رہے ہیں سطحِ دل سے تیرگیٔ شب کے داغ　　مجلسِ شبیرؑ میں روشن ہیں اشکوں کے ایاغ
پا رہے ہیں دل جلا ذکرِ غمِ شبیرؑ سے
ہم سنورتے جا رہے ہیں ماتمِ شبیرؑ سے

(۱۰)

ذکرِ ماہِ بنتِ احمدؐ سے جو پھیلی روشنی　　فکر کی راہوں میں چھائی ہے ضیائے آگہی
مجھ کو منبر پر ہوا حاصل جو اوجِ شاعری　　میرے دل نے یوں مرے احساس سے یہ بات کی
اس قدر تو فکر ، ذکرِ ماہِ زہراؑ میں کرو
چاند کا کچھ ذکر ، ذکرِ ماہِ زہراؑ میں کرو

(۱۱)

چاند کو تشبیہ کس سے دے مری فکرِ رسا　　چاندنی راتوں میں کوئی بھی تو اِس جیسا نہ تھا
چاند ہے یا اک گواہِ فیضِ ختمؐ الانبیا　　چاندنی ہے یا ہے نعلینِ محمدؐ کی ضیا
آسماں پر شاہِ بطحا کا کرم کہیے اسے
صاحبِ معراج کا نقشِ قدم کہیے اسے

(۱۲)

یاد آتا ہے مجھے شق القمر کا معجزا　　صاحبِ معراج کا اس کو اشارہ جب ہوا
آسماں پر چاند دو ٹکڑے برابر ہو گیا　　پھر اشارہ جب کیا ٹکڑے سے ٹکڑا آ ملا
چاند پورا ہو گیا معجز نمائی ہوگئی
قائلِ شانِ نبوت اک خدائی ہوگئی

(۱۳)

گفتگو کرتا ہوں میں اب چاند پر تحقیق کی　　چودھویں کے چاند کے جو بیچ میں ہے روشنی
خود بنا کر اک حصار اب اُس کا از خطِ جلی　　جو کھنچی ہے چاند کی تصویر وہ دیکھے کوئی
چاند پر دھبہ نہیں ہے یہ تو اک الزام ہے
غور سے تصویر کو دیکھو علیؑ کا نام ہے

(۱۴)

فیض ہے نامِ علیؑ کا یہ نظامِ کائنات　　روز و شب ہوں دہر کے یا صبح و شامِ کائنات
سب انہیںؑ کے ہاتھ میں ہے انتظامِ کائنات　　وہ ہیں ہمنامِ خدا وہ ہیں امامِ کائنات
ان کے اک ادنیٰ اشارے پر ہے پلٹا آفتاب
سب تصرّف میں ہے اُنؑ کے چاند ہو یا آفتاب

(۱۵)

کر لیا تسخیر انساں نے فلک پر جو قمر　　چاند کی جانب بشر ہے روز و شب گرمِ سفر
زندہ رہنے کے وہاں آثار مل جائیں اگر　　پھر بشر کی آرزو ہے جا بسے یہ چاند پر
چاند کی دنیا میں لیکن چین کیونکر پائیں گے
ہم عزادارِ شہِ مظلوم کیسے جائیں گے

(۱۶)

یہ غمِ سبطِ نبی ہم کو عزیز از جان ہے　　ہم اسی غم کے لیے ہیں اپنی یہ پہچان ہے
یہ ہمارے ساتھ یوں ہے جس طرح ایمان ہے　　نجم آفندی کا اس بارے میں یہ فرمان ہے
ہم جو جائیں گے تو غازی کا علم لے جائیں گے
چاند پر بھی ہم شہِ والا کا غم لے جائیں گے

(۱۷)

چاند پر جا کر عزا خانہ بنایا جائے گا　　ماہتابِ فاطمہ کا غم منایا جائے گا
چاندنی کا فرشِ مجلس جب بچھایا جائے گا　　مرثیے کا رنگ مجلس میں جمایا جائے گا
آئیں گی تازہ بہاریں گلشنِ ایمان پر
مرثیہ جب میں پڑھوں گا چاند کے عنوان پر

(۱۸)

چاند پر اہلِ زمیں کو آئیں گے گھر اپنے یاد　　مطمئن اہلِ عزا کے دل وہاں یوں ہوں گے شاد
کربلا کی ہو زیارت اُن کی ہوگی یہ مراد　　کس قدر اُن کو وہاں مولاؑ پہ ہوگا اعتماد
فیضِ شہ سے بے خبر ہوں گے جو طولِ راہ سے
کربلا پر ہی نظر ہوگی فرازِ ماہ سے

(۱۹)

گو ہمیں در پیش ہوگا یہ بلندی کا سفر　　آئیں گے ہم کو وہاں سے بھی نظر سب بحر و بر
چاند پر جا کر زمین پر جب بھی ڈالیں گے نظر　　کربلا کی بس زیارت ہم کریں گے سر بہ سر
چاند سے سوئے زمیں دیکھیں گے اٹھتے بیٹھتے
روضۂ سلطانِ دیں دیکھیں گے اٹھتے بیٹھتے

(۲۰)

اے خدا کس طرح لکھوں مدحتِ ممدوح آج　　ماہِ زہرا کی تجلّی کو میں دوں کیسے خراج
تو اگر لطف و کرم کا رکھ دے میرے سر پہ تاج　　روشنی میں بندۂ خاکی کا ڈھل جائے مزاج

راہِ مدحِ ماہِ زہرا پھر مجھے مِل جائے گی
صفحۂ قرطاس پر بھی چاندنی کِھل جائے گی

(۲۱)

جب مرا ممدوح آیا فاطمہ زہراؑ کے گھر　　صاحبِؐ شق القمر کی جم گئی اس پر نظر
لے لیا بڑھ کر محمدؐ نے جو وہ رشکِ قمر　　تہنیت کو آئے سب حور و ملک جن و بشر

سب نے دیکھا چشمِ حیرت سے نبیؐ کی جان کو
چودھویں کا چاند نکلا تیسری شعبان کو

(۲۲)

تیسری کے ماہِ شعباں دیکھ اب سوئے زمیں　　خانۂ بنتِؑ نبی ہے نازشِ عرشِ بریں
مصطفیٰؐ کو دے گئے کیسی خبر روح الامیں　　اب تو محضر پر جمی ہے چشم ختم المرسلیں

مصطفیٰؐ کی گود میں اک چاند سی تصویر ہے
چاند سی تصویر کیا ہے دین کی تقدیر ہے

(۲۳)

مصطفیٰؐ مہرِ رسالت یہ امامت کا ہیں چاند　　وہ ہیں خورشید ہدایت، یہ ہدایت کا ہیں چاند
وہ صداقت کا ہیں سورج، یہ صداقت کا ہیں چاند　　بندگی کا شمس وہ ہیں یہ عبادت کا ہیں چاند

سجدۂ شمس الضحیٰ پر یہ کمال آیا نظر
اس افق کے طول پر بیم ہلال آیا نظر

(۲۴)

ماہِ زہرا کی ہے آمد یہ خوشی کا وقت ہے　　یہ خوشی کا وقت ہی تو مے کشی کا وقت ہے
مے کشی کا وقت گویا شاعری کا وقت ہے　　شاعری کا وقت فکر و آگہی کا وقت ہے

ہر شعاعِ نور فکر و آگہی کے ساتھ ہے
روشنی ہی روشنی اب شاعری کے ساتھ ہے

(۲۵)

ساقیا ساغر میں بھر کر دے حقیقت کی شراب　　جس کو پی کر مرثیہ گوئی پہ آ جائے شباب
مرثیہ کہہ کر پڑھوں منبر سے جب بہرِ ثواب　　روشنی ہر بیت کو دے فاطمہ کا ماہتاب
روشنی تصویرِ باغ خلد دکھلانے لگے
بیت میں جنت کا گھر مجھ کو نظر آنے لگے

(۲۶)

اب بصارت کو بصیرت سے ملا دے ساقیا　　میری آنکھوں سے حجابوں کو اٹھا دے ساقیا
میکدے کو روشنی سے جگمگا دے ساقیا　　تیسری شعبان کا چاند اب دکھا دے ساقیا
جو ولا کا آئینہ ہو جام ایسا دے مجھے
عکسِ ماہِ فاطمہ ساغر میں دکھلا دے مجھے

(۲۷)

ساقیا میکش کو ہو یہ میکشی پر اختیار　　مئے مسلسل دے کہ پیتا ہی رہے یہ بادہ خوار
طالب دیدار تیرا ہے جو وہ دیوانہ وار　　اس لیے ساغر پہ ساغر پی رہا ہے بار بار
جام مئے میں چاند کی تصویر ابھرتی دیکھ لے
تیری صورت ساغرِ دل میں اترتی دیکھ لے

(۲۸)

ذکرِ ماہِ فاطمہ کی روشنی ساغر میں دے　　گھول کر مجھ کو شعور و آگہی ساغر میں دے
مئے کی صورت فکر کی تابندگی ساغر میں دے　　جو قلم لکھے وہ مجھ کو شاعری ساغر میں دے
فکرِ تابندہ مری تحریر ہونا چاہیے
صف بہ صف الفاظ میں تنویر ہونا چاہیے

(۲۹)

وہ پلا دے ساقیا جس میں ولا کا نور ہے　　فکر کی جس میں تجلی ہل اتیٰ کا نور ہے
جس کی مستی میں بہت حرف و نوا کا نور ہے　　جس کے دم سے چشم خامہ میں رثا کا نور ہے
یہ رثا کا نور جو قرطاس پر چھانے لگے
گوہر اشکِ عزا پر آب و تاب آنے لگے

(۳۰)

ساقیا ممدوح کا دیدار کرنا ہے مجھے   فکر کو اب مطلعِ انوار کرنا ہے مجھے
مدحِ ماہِ احمدِ مختار کرنا ہے مجھے   دستِ دل کو آئینہ بردار کرنا ہے مجھے
فیض سے تیرے جو پیمانے میں اب جائے نظر
خود مرے ممدوح کی صورت مجھے آئے نظر

(۳۱)

وہ مرا ممدوح ماہِ فاطمہؑ زہرا حسینؑ   مصطفیٰؐ کے دل کی ٹھنڈک مرتضیٰؑ کا نورِ عین
جس کے مقصد کی تجلی دینِ حق کی زیب و زین   جگمگا اٹھے ہیں جس سے مشرقین و مغربین
دامنِ کرب و بلا میں ماہ و اختر بھر دیے
اس نے ذہنوں میں اجالے ہی اجالے کر دیے

(۳۲)

ماہِ زہراؑ کے کرم کی روشنی ہے لاجواب   کربلا میں جس نے پیدا کر دیا ہے انقلاب
نورِ حق سے حُرؑ کو ایسا کر دیا ہے فیضیاب   اُس کے چہرے سے عیاں ہے حریت کی آب و تاب
کر دیا واقف جو اُس کو صبحِ خوش انجام سے
سوئے حق آیا نکل کر حُرؑ حصارِ شام سے

(۳۳)

ماہِ زہراؑ میں شجاعت کی تجلی دیکھ لو   دیکھ لو چشمِ عنایت کی تجلی دیکھ لو
پیکرِ انساں میں قدرت کی تجلی دیکھ لو   شکلِ فطرس میں سخاوت کی تجلی دیکھ لو
عرش والے اِنؑ کے دم سے فرش پر بخشے گئے
فطرسِ بے بال و پر کو بال و پر بخشے گئے

(۳۴)

عزم و ہمت، صبر و استقلال، شکرِ کبریا   جذبۂ ایثار و قربانی و تسلیم و رضا
عشقِ خالق، ذوقِ سجدہ، بندگی، حق سے وفا   شفقت و رحم و کرم، عفوِ خطا، حسنِ عطا
کون سا جلوہ نہیں ہے حق کی جلوہ گاہ میں
ہر تجلی دیکھتا ہوں فاطمہؑ کے ماہ میں

(۳۵)

ہر تجلی بالیقیں ہے راہِ حق میں لا جواب
فکرِ باطل کا جو کرتی ہے مسلسل سدِّ باب
نوچ لیتی ہے رخِ ظالم سے ظلمت کی نقاب
ہر بشر کی فکر میں کرتی ہے برپا انقلاب
ہر تجلی کربلا کی آئینہ بردار ہے
بیعتِ فاسق سے گویا مستقل انکار ہے

(۳۶)

فکرِ راہِ کربلا کی ہر تجلی سر بہ سر
ہے عزاداری کی صورت اب بھی سرگرمِ سفر
اب یزیدِ وقت کوئی سر اٹھاتا ہے اگر
تیغ ذکرِ ماہِ زہرا سے وہ کٹ جاتا ہے سر
راہِ باطل میں مسلسل اب جو سدِّ راہ ہے
یہ عزاداریٔ شہ وہ حق کی خیمہ گاہ ہے

(۳۷)

اس عزاداری کے سائے میں ہے دینِ کردگار
ہے دعائے سیّدہ اس کے تحفظ کا حصار
مستقل باغِ خرد پر علم کی ہے یہ بہار
کیوں یزیدِ دورِ حاضر کر رہا ہے اس پہ وار
ہے تجلی علم کی ذکرِ شہِ ابرار سے
کٹ نہیں سکتی کبھی یہ جہل کی تلوار سے

(۳۸)

تیرگیِ جہل ذہنوں سے مٹانے کے لیے
فکرِ انساں علم کے مرکز پہ لانے کے لیے
چشمِ دل سے پردۂ ظلمت اٹھانے کے لیے
شام کے خفتہ ضمیروں کو جگانے کے لیے
پستیوں میں گرنے والوں کو سہارا دے دیا
شامیوں کو ماہ زہرا نے اجالا دے دیا

(۳۹)

اس اجالے میں نظر آنے لگے حق کے اصول
لرزہ بر اندام ہو کر رہ گئے سارے جہول
فکرِ باطل منتشر ہو کر ہوئی یوں نا قبول
مرکزِ دینِ رسولِ حق ہوئے سبطِ رسول
سوئے ماہ فاطمہ سب کی نظر جانے لگی
اور دلوں میں روشنی اسلام کی آنے لگی

(۴۰)

ذہنِ انسانی میں بھر دی راستی کی روشنی   راستی کی روشنی ہے حق رسی کی روشنی
حق رسی کا نور ہو یا بندگی کی روشنی   آگہی کی آگہی ہے روشنی کی روشنی
آگہی کی روشنی نے کام آساں کر دیا
دہر میں فرقِ حق و باطل نمایاں کر دیا

(۴۱)

جو مدینے سے چلا تھا فاطمہؑ کا ماہتاب   کربلا پہنچا وہ بن کر آفتابِ انقلاب
اُس کے مقصد کی تجلی کا نہ تھا کوئی جواب   تیرگی کے وہ مقابل ہو گیا تھا کامیاب
تیرگیٔ شام پر وہ نور جب چھانے لگا
چہرۂ باطل زمانے کو نظر آنے لگا

(۴۲)

مہرِ ایماں کا مخالف تھا یزیدِ روسیاہ   زندگی جس کی ہمیشہ ہی رہی غرقِ گناہ
وضع کرتا تھا اصول اپنے بنے دینِ الٰہ   ڈالتا تھا خاک دینِ حق پہ وہ باطل پناہ
کیا چھپائے سے حقیقت بھی چھپائی جائے گی
چاند پر جو خاک ڈالو گے وہ منھ پر آئے گی

(۴۳)

کربلا کی ہے زمیں یا آسمانِ انقلاب   اس فلک پر فاطمہؑ کا دل ہے دیں کا آفتاب
میرِ لشکر شیرِ حیدرؑ ہے وفا کا ماہتاب   اور سپاہی جرأتوں کے ہیں ستارے انتخاب
نورِ ماہ و مہر و انجم یوں کہیں کھلتا نہیں
ایسا لشکر انقلابی فکر کا ملتا نہیں

(۴۴)

جس طرح کے ہیں رفیقانِ امامِ ذی حشم   اس طرح کے کب تھے اصحابِ رسولِ محترم
مضطرب ہیں شہ پہ جاں دینے کو یہ سب دم بدم   خود ملک بھی کہتے ہیں آپس میں از لطف و کرم
آفتابِ دینِ حق کے یہ سہارے دیکھنا
دیکھنا چرخِ وفا کے چاند تارے دیکھنا

(۴۵)

سب ستارے جرأت و ہمت کی تابانی کے ساتھ   بڑھ رہے ہیں سوئے میداں نور ایمانی کے ساتھ
ضوفشاں ہیں جذبۂ ایثار و قربانی کے ساتھ   دل پہ سجدہ جھکتے ہیں جن کے پیشانی کے ساتھ
رفتہ رفتہ زینتِ عرشِ شہادت ہو گئے
سب کے سب قربانِ خورشیدِ شریعت ہو گئے

(۴۶)

اک وفا کا چاند اِن میں ہے ابوطالب شعار   بن گیا ہے گردِ خورشیدِ شریعت خود حصار
جس کے چہرے سے جلالِ شیرِ حق ہے آشکار   شاہِ دیں سے اس کو مل جائے جو اذنِ کارزار
یہ علی کی تیغ کے جوہر جو دکھلانے لگیں
شامیوں کو دن میں بھی تارے نظر آنے لگیں

(۴۷)

دیکھنا تاریخ میں صفین کی اِس کا جلال   یہ علی صورت نظر آئے دمِ جنگ و جدال
دستِ عباسِ علی میں تیغ کی تھی وہ مثال   ہاتھ میں ماہِ بنی ہاشم کے ہو جیسے ہلال
یہ ہلالی تیغ جو میداں میں لہرانے لگی
دشمنوں کو موت کی صورت نظر آنے لگی

(۴۸)

بازوئے ماہِ بنی ہاشم میں زورِ حیدری   دشمنوں کے دل میں پیدا کر رہا تھا تھرتھری
کھینچ کر تلوار جب میداں میں اترا یہ جری   خاک میں ملنے لگی سب خودسروں کی خودسری
خودسروں کے سر پہ کیا تیغِ جری گرنے لگی
آنکھ کی پتلی میں تصویرِ اجل پھرنے لگی

(۴۹)

تیغ تھی دستِ جری میں یا فضا میں تھا ہلال   جیسے پورا چاند ہو، تھی ڈھال کی ایسی مثال
اک قیامت تھی کہ تھی صفین کی جنگ و جدال   دیدنی ماہِ بنی ہاشم کا تھا رعب و جلال
اس جری کے سامنے جب اہلِ شام آنے لگے
اُن کے سر پر یہ ہلالی تیغ برسانے لگے

(۵۰)

یوں فضاؤں میں جو آتی ہے نظر خمدار تیغ حشر کا سامان بن جاتی ہے شعلہ بار تیغ
اپنے ہاتھوں میں جو لہراتا ہے وہ جرار تیغ ہر دو جانب بن رہی ہے مرکزِ دیدار تیغ
موت کی ناگن کی صورت ہے سپاہِ شام میں
اور ہلالِ عید ہے یہ لشکرِ اسلام میں

(۵۱)

جب چلی ماہِ بنی ہاشم کی تیغِ آبدار فرقِ اعدا سے سرِ میدان گزری بار بار
فرق سے ہو کر ہوئی وہ خاک پر سجدہ گزار خاک سے اٹھ کر فضاؤں میں ہوئی پھر آشکار
سب یہ بولے کھول کر چشمِ حقیقت دیکھنا
تیغ ہے یا ہے ہلالِ فتح و نصرت دیکھنا

(۵۲)

پاس جس کے تیغ ایسی تھی سرِ کرب و بلا طالبِ اذنِ وغا جب شاہِ دین سے وہ ہوا
تھام کر اپنی کمر خورشیدِ حق نے یہ کہا اے مرے ماہِ بنی ہاشم مرے ماہِ وفا
تابشِ رعب و جلالت سے عدو ناکام ہے
دور اب تک میرے خیموں سے سپاہِ شام ہے

(۵۳)

تم جلالِ حیدرِ کرار کے ہو ورثہ دار ہے تمھاری تیغ بھی میداں میں مثلِ ذوالفقار
ساتھ ہو، اب تک جو میرے تم تو میرے جانثار میری جانب آ نہیں سکتی یہ فوجِ نابکار
اک شجاعت کی ضیا جو ہے تمھارے نام میں
صبح سے اک کھلبلی سی ہے سپاہِ شام میں

(۵۴)

کیسے میداں کی اجازت دوں تمھیں جانِ امام شام کے بادل میں گر تم چھپ گئے ماہِ تمام
مجھ کو بھی پامال کر دے گی سپاہِ اہلِ شام چادریں چھینیں گے ظالم اور جلائیں گے خیام
ہم اگر یوں کشتۂ اہلِ ستم ہو جائیں گے
نرغۂ اعدا میں سر ننگے حرم ہو جائیں گے

(۵۵)

ہو گیا خاموش پھر شبیر کا طاعت گزار　　آ گیا خیمے کے در پر سر جھکائے دلفگار
دفعتاً بالی سکینہ آئی واں پر بیقرار　　وہ چچا کو دیکھ کر بولی کہ عمو میں نثار
ہو جو ممکن مشک میری بھر کے لا دیجئے مجھے
اپنے ہاتھوں سے ذرا پانی پلا دیجئے مجھے

(۵۶)

اس نے پھر ماہِ بنی ہاشم کو مشکیزہ دیا　　دوش پر مشکیزہ وہ عباسِ غازی نے رکھا
گود میں بچی کو لائے پیشِ سرورِ باوفا　　شہ نے یوں عباسؑ کو دیکھا تو یہ رو کر کہا
کیا وسیلہ لائے ہو اذنِ وغا کے واسطے
فکر امت کی بھی رکھو تم خدا کے واسطے

(۵۷)

امتِ جد کا تمھیں رکھنا ہے اے بھیا خیال　　ڈھال لو تم صبر میں اس وقت حیدرؑ کا جلال
تم ہلالی تیغ مت کھینچو پئے جنگ و جدال　　لیکن اب معصوم کی تشنہ لبی کا ہے سوال
خیر دیتا ہوں اجازت رن میں جانے کے لیے
صرف یہ مشکِ سکینہ بھر کے لانے کے لیے

(۵۸)

تم جری ہو کربلا کے حیدرِ کرار ہو　　خیر سے تم لشکرِ دیں کے علمبردار ہو
لاکھ دریا پہ نگہباں لشکرِ اشرار ہو　　نہر تک جانا بھلا کیونکر تمھیں دشوار ہو
نہر تک جانے کی بس تدبیر کرنی ہے تمھیں
موجِ دریا مشک میں زنجیر کرنی ہے تمھیں

(۵۹)

امتِ جد پر نہ تم کھینچو کہیں یہ ذوالفقار　　تم یہیں رکھ دو ہلالی تیغ اے طاعت گزار
گھاٹ پر قبضہ کئے ہے اب جو فوجِ نابکار　　ایک نیزے سے کرو جا کر دفاعی کارزار
ہو یہ نیزہ، فوجِ اعدا کو بھگانے کے لیے
نہر سے پلٹو، تو مشکیزہ بچانے کے لیے

(۶۰)

پھر فرس پہ آیا دنیائے سعادت کا قمر — رن میں پہنچا مطلعِ مہر و محبت کا قمر
تان کر نیزہ بڑھا برجِ شجاعت کا قمر — جا کے اترا گھاٹ پر عرشِ شہادت کا قمر
گھاٹ سے جو دور اب وہ فوجِ شر ہونے لگی
خشک تھی جو مشک وہ پانی سے تر ہونے لگی

(۶۱)

تشنگیٔ شہ سمجھتا تھا بنی ہاشم کا چاند — پیاس کے ساگر میں ڈوبا تھا بنی ہاشم کا چاند
منھ نہ دریا کو لگاتا تھا بنی ہاشم کا چاند — تشنہ کاموں کا مسیحا تھا بنی ہاشم کا چاند
فکر یہ تھی بنتِ سلطانِ مدینہ کے لیے
مشک میں دریا کو لے جاؤں سکینہ کے لیے

(۶۲)

جس نے قبضہ کر کے دریا پر نہ پانی خود پیا — کیا کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کی پیاس کا
شہ جو پیاسے تھے تو دریا پر وہ پیاسا ہی رہا — وہ تو وہ ہے اس کے مرکب کو بھی تھا پاسِ وفا
پیاس پر آقا کی جو پیاسا علمبردار تھا
مثلِ اسپِ شاہ پیاسا اُس کا بھی رہوار تھا

(۶۳)

مشک بھر کر اب جو نکلا نہر سے وہ تشنہ کام — دور جو تھیں آ گئیں نزدیک وہ افواجِ شام
شام کے بادل میں گویا گھر گیا ماہِ تمام — تان کر نیزہ بڑھا جس دم علمدارِ امام
فوج میں ہلچل ہوئی رستہ بنا تازی بڑھا
تیز تر سوئے حرم میدان سے غازی بڑھا

(۶۴)

جنگ کا نقشہ دکھائے کیسے کاغذ پر قلم — دیکھ کر غازی کو اُکھڑے شامیوں کے پھر قدم
یوں دفاعی جنگ کرتا ہے وہ سقائے حرم — مشک کی جانب نہ آنے پائیں یہ اہلِ ستم
حکمِ شہ ہے امتِ جد کا نہ کچھ نقصان ہو
کچھ نہ کچھ لیکن دفاعِ مشک کا سامان ہو

(۶۵)

اپنی جاں جائے تو جائے فکر اس کی کچھ نہیں   مشک کو نقصان پہنچائے نہ یہ فوجِ لعیں
تیر کوئی مشک کی جانب نہ آ جائے کہیں   اک فقط نیزہ سے جنگ اور اُس پہ یہ افواجِ کیں
ناگہاں وہ ظلم کے اک وار سے تھرا گیا
ہائے تھا جس ہاتھ میں نیزہ وہی کام آ گیا

(۶۶)

اب ہے وہ اک ہاتھ باقی جس میں ہے حق کا علم   اک شقی نے اس کو بھی چھپ کر کیا لیکن قلم
دوش سے اب زیں پہ رکھ کے مشک سقائے حرم   مشک پر جرار اپنے آپ کو کرتا ہے خم
ہے علم تو بازوں میں، یوں وفا کو رشک ہے
اب علمبردار کا سینہ حصارِ مشک ہے

(۶۷)

ناگہاں اک گرز آ کر سر پہ صفدر کے لگا   زین پر ماہِ بنی ہاشم لرز کر رہ گیا
گرز سر پر کیا لگا ٹوٹا حصار اب مشک کا   تیر اک آیا تو مشکیزہ سکینہ کا چھدا
مشک کا چھدنا تھا پانی سب زمین پر گر گیا
یا سکینہ کی امیدوں پر یہ پانی پھر گیا

(۶۸)

گر گیا پانی تو مشکیزہ گرا وہ خاک پر   پھر گرا اُس مشک پر عرشِ شہادت کا قمر
گھاٹ پر اب جاں بلب ہے صیغمِ حق کا پسر   اور سیاہ شام کے بادل ہیں تا حدِ نظر
چاند فوجِ شاہ کا ان بادلوں میں کھو گیا
چشمِ شہ میں اب اندھیرا ہی اندھیرا ہو گیا

(۶۹)

چھپ گیا جب یوں بنی ہاشم کا نظروں سے قمر   سرورِ دیں ڈھونڈنے نکلے کمر کو تھام کر
پاس جب پہنچے تو یہ کہنے لگے با چشمِ تر   اب تو ساماں گھر کی بربادی کا آتا ہے نظر
روشنی عرشِ وفا کے چاند کی ڈھلنے کو ہے
اب گلوئے سرورِ دیں پر چھری چلنے کو ہے

(۷۰)

بولے پھر ماہِ بنی ہاشم سے شاہِ کربلا　　زندگی بھر تم نے مجھ کو اپنا آقا ہی کہا
وقتِ آخر آرزو پوری مری کر دو ذرا　　اب تو مجھ کو بھائی کہہ دو اے علی کے مہ لقا
بھائی کہہ کر شاہؑ کو ، دشتِ بلا کے ابر میں
چھپ گیا ماہِ بنی ہاشم قضا کے ابر میں

(۷۱)

چھپ گیا ماہِ بنی ہاشم اندھیرا ہو گیا　　آفتابِ دینِ پیغمبرؐ اکیلا ہو گیا
بھائی سے اک بھائی مقتل میں جدا کیا ہو گیا　　شاہِ دیں پر لشکرِ اعدا کا نرغہ ہو گیا
عرشِ دیں کے چاند تارے سب پڑے تھے خاک پر
آفتابِ دینِ حق تنہا کھڑے تھے خاک پر

(۷۲)

آفتابِ دینِ حق کہتے تھے دل کو تھام کر　　پہلے تو مجھ سے ستارے میرے بچھڑے تھے مگر
خاک پر چرخِ وفا سے گر گیا اب کے قمر　　اس غمِ جانکاہ نے تو توڑ دی میری کمر
مجھ کو اس حالت میں کیا دے گا سہارا اب کوئی
چاند ہے باقی نہ باقی ہے ستارا اب کوئی

(۷۳)

میں ہوں تنہا اور مرے چاروں طرف ہے فوجِ شام　　اے مرے ماہِ بنی ہاشم وفاؤں کے امام
میرا اصغر تیر جب کھائے گا اے ماہِ تمام　　عصر تک جو فرض ہیں مجھ پر وہ کر جاؤں گا کام
سر مرا جب سجدۂ خالق میں کاٹا جائے گا
آفتابِ دینِ حق نیزے پہ دیکھا جائے گا

(۷۴)

سوچتا یہ ہوں کہ میرے بعد اب کیا ہو گا حال　　جانے کیا کیا ظلم ڈھائے گی سپاہِ بد خصال
ہو گا جب ماہِ بنی ہاشم نہ اکبر میرا لال　　نرغۂ اعدا میں گھر جائے گی سب نانا کی آل
کس طرح گزرے گی پھر شامِ غریبانِ حرم
آج کی شب کون ہو گا اب نگہبانِ حرم

(۷۵)

اٹھو اے ماہِ بنی ہاشم نگہبانِ حرم   تیرگیٔ شب میں تم ہو ماہِ تابانِ حرم
اے دل و جانِ حرم اے مرتبہ دانِ حرم   اٹھ کے مقتل سے سنبھالو جا کے ایوانِ حرم
تم نہ جاؤ گے تو ہر بچہ ڈرے گا رات میں
اور طلایہ کون خیموں کا کرے گا رات میں

(۷۶)

جب نہیں اٹھا بنی ہاشم کا تابندہ قمر   گھر گیا فوجوں کے نرغہ میں محمدؐ کا پسر
عصر کے ہنگام جب زیں سے گرا وہ خاک پر   ظالموں نے کر دیا تن سے جدا سجدے میں سر
کٹ گیا سر کیا ، زمینِ کربلا تھرا گئی
مہرِ زہراؑ چھپ گیا شامِ غریباں آ گئی

(۷۷)

ظالموں نے کھینچ لی نیزے سے زینبؑ کی ردا   اور جلا ڈالے خیامِ اہلبیتِ مصطفیٰؐ
خاک پر بیٹھا ہے اب کنبہ رسول اللہؐ کا   آج کی شب کل کی شب سے مختلف ہے ماجرا
اکبرؑ و عونؑ و محمدؑ ، اصغرؑ و قاسمؑ نہیں
اب حفاظت کو وہاں ماہِ بنی ہاشم نہیں

(۷۸)

صبح کو قیدی بنانے کو بڑھے اہلِ ستم   اور بٹھلائے گئے اونٹوں پہ سر ننگے حرم
پھر اٹھائے سر شہیدوں کے جو نیزوں پر بہم   اک سرِ ماہِ بنی ہاشم نہ ہوتا تھا علم
تب رسن سے باندھ کر ماہِ بنی ہاشم کا سر
اسپ کی گردن میں ڈالا شاہؑ کے خادم کا سر

(۷۹)

میں یہ نیّر سوچتا ہوں معجزہ یہ کیوں ہوا   کیوں نہیں عباسؑ کا سر نوکِ نیزہ پر رکا
گردنِ رہوار میں عباسؑ کا سر کیوں رہا   دفعتاً کانوں میں آئی یہ مرے دل سے صدا
نوکِ نیزہ سے بھلا کیسے یہ منظر دیکھتا
ماہِ غیرت کیسے زینبؑ کو کھلے سر دیکھتا

بعنوان
مرثیہ زندگی

مطلع : زندگی میں ہم کسی شے کی کمی سمجھے نہیں

تعدادِ بند : ۶۳

سنِ تصنیف : ۱۹۷۵ء۔۱۹۸۱ء

درحال: شہادتِ امامِ حسینؑ علیہ السلام

زندگی میں زندگی کی بات کرنی چاہیے
روشنی میں روشنی کی بات کرنی چاہیے
بیخودی میں بیخودی کی بات کرنی چاہیے
آگہی میں آگہی کی بات کرنی چاہیے

کتنا واضح حضرتِ شبیرؑ کا پیغام ہے
حق پہ مرنا درحقیقت زندگی کا نام ہے

سلام

ذکرِ غمِ حسینؑ سے راحت ملی بہت
گویا غمِ حیات سے فرصت ملی بہت

اشکِ غمِ حسینؑ کے موتی کی حشر میں
رضواں کے ہاتھ سے ہمیں قیمت ملی بہت

آنکھوں کی روشنی یہ بتاتی ہے روز و شب
آنکھوں کو آنسوؤں سے بصارت ملی بہت

جو پیرو حسینؑ علیہ السلام ہیں
ان کے لہو میں ہم کو شرافت ملی بہت

سجدہ جو زیرِ تیغ ادا ہو گیا اسے
مسجود کی نگاہ میں رفعت ملی بہت

وابستہ شہرِ علم کے در سے ہے میری فکر
یہ ہے سبب کہ فکر کو وسعت ملی بہت

شاہِ ہدا کا جب درِ دولت ملا تو پھر
ایثار و حلم و علم کی دولت ملی بہت

دستور ہے وہ صادقِ آلِ رسولؐ کا
اپنایا جس نے اس میں صداقت ملی بہت

کشکولِ فکر و فن میں علیؑ کے فقیر کو
ذکرِ غمِ حسینؑ کی دولت ملی بہت

ذلت کی زندگی میں تو کچھ بھی نہ آیا ہاتھ
عزت سے موت آئی تو عزت ملی بہت

سورہ ہے ہل اتی کا گواہی کے واسطے
آلِ نبیؐ میں خوئے سخاوت ملی بہت

بارہ دری سے علم کی مانگی جو ہم نے بھیک
بارہ دری سے علم کی دولت ملی بہت

جو زیرِ تیغ سجدۂ خالق میں سر جھکا
اس کو سناں کی نوک پہ رفعت ملی بہت

زینبؑ سے حوصلہ نہ فقط بیبیوں میں تھا
بیمارِ کربلا کو بھی ہمت ملی بہت

افسوس راہِ شام میں کرب و بلا کے بعد
آلِ رسولؐ حق کو صعوبت ملی بہت

میں شاعرِ حسین علیہ السلام ہوں
نیّر اسی لیے مجھے عزت ملی بہت

زندگی

یہ مرثیہ ڈاکٹر یاور عباس (مرحوم) کے رضویہ امام بارگاہ کے عشرے میں مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء کو پڑھا لیکن اس مرثیہ کے ۲۴ بند میں نے ۱۹۷۵۔۷۶ء میں کہے تھے۔ یہ میرا نقشِ اول ہے۔ اس کے بعد میں نے ۲۰۰۰ تک مستقل مرثیے کہے۔ پھر میں معاشی پریشانیوں میں گھر گیا تو ۲۰۰۱ء اور ۲۰۰۲ء میں مرثیہ نہیں کہا۔ ۲۰۰۳ء میں ہمت کر کے سفر کے عنوان پر مرثیہ کہا۔ ۲۰۰۴ء میں ایک مرثیہ تقریباً مکمل ہے اور ایک مرثیہ کے تین(۳) ایک کے پانچ اور ایک کے دو بند کہے ہیں۔ ۲۰۰۱ء میں ایک مرثیہ شروع کیا تھا۔ ۱۶،۱۷ بند کہے تھے مگر پھر معاشی پریشانیوں میں گھرنے کی وجہ سے یہ بند اپنی کتابوں اور کاپیوں کے ذخیرے میں رکھ کر بھول گیا اور ابھی تک نہیں ڈھونڈ سکا۔ تمام کتاب ہٰذا کے قاریوں سے درخواست ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کریں کہ اللہ میرے معاشی حالات ٹھیک ہونے کے اسباب پیدا کرے۔ آمین ثم آمین

(۱)

زندگی پائی ہے رازِ زندگی سمجھے نہیں — زندگی میں ہم کسی شے کی کمی سمجھے نہیں
جو سمجھنا چاہیے تھا وہ ابھی سمجھے نہیں — نور کیا آئے سمجھ میں، تیرگی سمجھے نہیں
کون بتلائے ہمیں راز و نیازِ زندگی
کون سمجھائے ہمیں تفسیرِ سازِ زندگی

(۲)

زندگی سر تا قدم موجِ خیالِ خام ہے — زندگی اک مرکزِ آفات ہے اوہام ہے
زندگی کہتے ہیں جس کو موت کا پیغام ہے — زندگی نا عاقبت اندیشیوں کا نام ہے
مل رہی ہے زندگی میں غم کی دولت بے شمار
عیش و عشرت کم سے کم ہے اور صعوبت بے شمار

(۳)

پڑھتی ہے خطبے کبھی بالائے منبر زندگی — تیغ کے سائے تلے ہے زیبِ بستر زندگی
ہے کبھی مشغولِ طاعت زیرِ خنجر زندگی — دار پر معراج پا جاتی ہے اکثر زندگی
جب نہیں سمجھے ابھی تک ابتدائے زندگی
کس کو ہے معلوم کتنا وقت پائے زندگی

(۴)

تشنہ کاموں کے لیے گنگ و جمن ہے زندگی　　اک ہجومِ آرزو میں انجمن ہے زندگی
روحِ انساں کے لیے اک پیرہن ہے زندگی　　یہ اگر پرواز کر جائے کفن ہے زندگی
موت ہے وقفہ ہمیشہ ہی رہے گی زندگی
چھوڑ دے دنیا کو عقبیٰ میں ملے گی زندگی

(۵)

اس قدر قدرت نے اس شے میں رکھی ہیں خوبیاں　　زندگی کے واسطے انسان دے دیتا ہے جاں
ہیں رہینِ زیست، سب جن و بشر کرّ و بیاں　　ہوتی رہتی ہیں یہاں پر منتقل آبادیاں
عالمِ بالا سے آئی ہے زمیں پر زندگی
بعد مر جانے کے پہنچے گی وہیں پر زندگی

(۶)

زندگی خود زندگی کے نام سے بیگانہ ہے　　زندگی قصہ کہانی داستاں افسانہ ہے
زندگی دوشِ ہوا پر عارضی کاشانہ ہے　　نا سمجھ ہے زندگی کا جو کوئی دیوانہ ہے
پوچھتا رہتا ہوں اکثر گردشِ ایام سے
اب محبت ہے کہ نفرت زندگی کے نام سے

(۷)

دشمنِ جاں کو فقط جور و ستم سے کام ہے　　عشق کے مارے ہوؤں کو اپنے غم سے کام ہے
برہمن اور شیخ کو دیر و حرم سے کام ہے　　مجھ کو نعماتِ جہاں کی بیش و کم سے کام ہے
ان حقائق کو نظر میں کوئی بھی لایا نہیں
کون ہے جس نے فریبِ زندگی کھایا نہیں

(۸)

زندگی گویا صدائے ساز بن کر رہ گئی　　مختصر سی عمر کی آواز بن کر رہ گئی
زندگی آغاز ہی آغاز بن کر رہ گئی　　دو جہاں میں زندگی اک راز بن کر رہ گئی
آدمی کو زندگی سے درس لینا چاہیے
اپنے احساسات کو دھوکا نہ دینا چاہیے

(۹)

ہاں وہ احساسات جن میں زندگی کا راز ہے　　زندگی کے راستوں میں آگہی کا راز ہے
آگہی کی منزلوں میں بندگی کا راز ہے　　بندگی ظلمت کدے میں روشنی کا راز ہے
تیرگی جب روشنی کے سامنے گھبرائے گی
بندگی میں آدمی کی زندگی ڈھل جائے گی

(۱۰)

مظہرِ آیاتِ ایمان و یقیں ہے آدمی　　خاتمِ صدق و صداقت کا نگیں ہے آدمی
انتہائے عشق پر حق کا امیں ہے آدمی　　ناخدائے کشتیٔ دنیا و دیں ہے آدمی
آدمیت جس میں ہو اس کا حسیں کردار ہے
دامنِ انسانیت میں جذبۂ ایثار ہے

(۱۱)

اور یہ ایثار ہے حق کی بقا کے واسطے　　ہے بقائے حق رضائے کبریا کے واسطے
اور رضائے حق ہے سبطِ مصطفیٰؐ کے واسطے　　اور سبطِ مصطفیٰؐ دینِ خدا کے واسطے
جوہرِ کردار سبطِ مصطفیٰؐ کے ساتھ ہے
جذبۂ ایثار سبطِ مصطفیٰؐ کے ساتھ ہے

(۱۲)

کون سبطِ مصطفیٰؐ جو محسنِ اسلام ہے　　کون سبطِ مصطفیٰؐ جو شاہِ تشنہ کام ہے
کون سبطِ مصطفیٰؐ جو حق کا اک انعام ہے　　کون سبطِ مصطفیٰؐ شبیرؑ جس کا نام ہے
اُس نے رخ بدلا ہے بڑھ کے گردشِ ایام کا
بول بالا ہے اُسی سے مذہب اسلام کا

(۱۳)

ذاتِ سبطِ مصطفیٰؐ ہے آدمی میں انقلاب　　یا یہ کہہ لیجیے جہانِ سادگی میں انقلاب
روشنی خود ہے سراپا تیرگی میں انقلاب　　آپ نے پیدا کیا ہے زندگی میں انقلاب
زندگی کو انقلابِ زیست کا عنواں دیا
زندگی وہ دی کہ سر تا پا جسے ایماں دیا

(۱۴)

زندگی میں زندگی کی بات کرنی چاہیے　　روشنی میں روشنی کی بات کرنی چاہیے
بیخودی میں بے خودی کی بات کرنی چاہیے　　آگہی میں آگہی کی بات کرنی چاہیے
کتنا واضح حضرتِ شبیرؑ کا پیغام ہے
حق پہ مرنا در حقیقت زندگی کا نام ہے

(۱۵)

زندگی شبیرؑ کے پیغام کی تفسیر ہے　　زندگی روئے شہادت کی جلی تنویر ہے
زندگی میں زندگی کی اس لیے توقیر ہے　　زندگی شبیریت کی بولتی تصویر ہے
جب لہو سے شاہِ دیں کے جگمگائی زندگی
کربلا نے اپنے سینے سے لگائی زندگی

(۱۶)

اللہ اللہ کیا بیاں ہو آب و تابِ کربلا　　انقلابِ زندگی ہے انقلابِ کربلا
اس طرح ابھرا افق پر آفتابِ کربلا　　حشر تک ہے دائم و قائم شبابِ کربلا
کربلا کے دم قدم سے زندگی کی لاج ہے
سر زمینِ کربلا شبیرؑ کی معراج ہے

(۱۷)

اہلِ ایماں کے لیے اک روشنی ہے کربلا　　عظمتِ انساں بڑھانے کو بنی ہے کربلا
خون سے شبیرؑ کے ایسی بنی ہے کربلا　　دشت ہو کر بھی ریاضِ زندگی ہے کربلا
زندگی والے سمجھتے ہیں کہ کیا ہے کربلا
کربلا خاکِ شفا ، خاکِ شفا ہے کربلا

(۱۸)

کربلا مظلومیت کی حامی و دمساز ہے　　کربلا سے زندگی کے حُسن کا آغاز ہے
کربلا پر شافعِ روزِ جزا کو ناز ہے　　کربلا تو بربریت کے خلاف آواز ہے
رخ بدل ڈالا ہے اس نے وقت کی رفتار کا
کربلا ہے آئینہ مظلوم کے کردار کا

(۱۹)

رازہائے زندگی سے آشنا ہے کربلا عظمتِ انسانیت کی انتہا ہے کربلا
ظالموں کے واسطے قہرِ خدا ہے کربلا روزِ اول سے ابد تک کربلا ہے کربلا
دین کو ملتی ہے اس سے استقامت بالیقیں
کربلا ہے مرکزِ رشد و ہدایت بالیقیں

(۲۰)

قلبِ مومن ہی سمجھتا ہے وقارِ کربلا اک نئے انداز سے آئی بہارِ کربلا
ہو گیا آباد محشر تک دیارِ کربلا تھا ہر اک منزل پہ شہ کو انتظارِ کربلا
کربلا زیرِ قدم آئی تو فوراً رک گئے
سجدۂ شکرِ خدا میں خاک پر شہ جھک گئے

(۲۱)

کر چکے جب سرورِ دیں سجدۂ شکرِ خدا ہاتھ اٹھا کر آسماں پر کی نظر بہرِ دعا
اور کہا اے خالقِ کل، مصطفیٰ کا واسطہ زندگی میں زندگی کا فرض ہو جائے ادا
حوصلہ اتنا عطا ہو مجھ کو حق کی راہ میں
سر کا نذرانہ لیے پہنچوں تری درگاہ میں

(۲۲)

تجھ سے پوشیدہ نہیں یہ اے مرے پروردگار وقت کا حاکم ہے دنیا میں یزیدِ بد شعار
جس کی نظروں میں کھٹکتا ہے شریعت کا وقار زندگانی آج کل ہے بربریت کی شکار
ظلم و استبداد کفر و فسق، صبح و شام ہے
یہ حکومت در حقیقت دشمنِ اسلام ہے

(۲۳)

طالبِ بیعت ہے مجھ سے وہ حکومت شام کی مسخ کر دی جس نے صورت دین کے احکام کی
جس کی نظروں میں نہیں وقعت کوئی اسلام کی کس قدر توہین ہے، یہ زندگی کے نام کی
کفر پھیلے کو بہ کو، مفقود حق کا نام ہو
کالعدم روئے زمیں سے مذہبِ اسلام ہو

(۴۴)

میرے مالک اب مجھے ہے دیں کی نصرت کا خیال　　موجزن دل میں ہے امت کی شفاعت کا خیال
یہ حکومت کیا ہے، مجھ کو ہے امامت کا خیال　　بس اصولِ دینِ حق کی ہے حفاظت کا خیال
زندگی دے کر خدا کے نام کو زندہ کروں
اپنی جاں پر کھیل کر اسلام کو زندہ کروں

(۴۵)

بیعتِ فاسق کا پس منظر ہے یہ اے کارساز　　اب رہے اسلام باقی اور نہ خالق کی نماز
ہے یزیدِ بد گہر خوفِ خدا سے بے نیاز　　کروٹیں لیتا ہے دل میں میرے ایماں کا گداز
کشتیٔ دیں موجۂ خوں پر ابھرنی چاہیے
اب بقائے دیں کی خاطر جنگ کرنی چاہیے

(۴۶)

کر لیا شبیرؑ نے جب یہ مصمم فیصلہ　　یا علیؑ کہہ کر اٹھے پھر خاک سے بہرِ دعا
جمع کر کے مختصر سی فوج سبطِ مصطفیؐ　　سب کو سمجھانے لگے رازِ جہادِ کربلا
سن کے یہ لبیک کہہ کر شاہؑ کے پیغام پر
زندگی قربان کرنے آ گئے اسلام پر

(۴۷)

الغرض عاشور کی صبحِ قیامت آ گئی　　فوجِ قلت کے مقابل فوجِ کثرت آ گئی
اُس طرف زعمِ حکومت پر حکومت آ گئی　　اِس طرف فرضِ امامت پر امامت آ گئی
واں تو ابنِ سعد کے ماتھے پہ بل آنے لگے
یاں مجاہد نصرتِ شہؑ کی قسم کھانے لگے

(۴۸)

ہر مجاہد چاہتا ہے جنگ میں پہلے کروں　　داستانِ کربلا کو خون سے اپنے لکھوں
زندگی دے کر خدا کی راہ میں زندہ رہوں　　شاہِ دیںؑ فرمائیں جب میں جانبِ عقبیٰ چلوں
لو مجاہد کو سرِ مقتل شہادت مل گئی
راہِ حق میں جان پر کھیلا تو جنت مل گئی

(۲۹)

کوئی کہتا تھا جو مجھ کو مل گئی رن کی رضا پھر تو میدانِ وغا میں حشر کر دوں گا بپا
بھول جائے بھاگنے والا خود اپنا راستہ شام تک پیچھا کروں ہیم سپاہِ شام کا
اب قسم کھا کر میں کہتا ہوں خدا کے نام کی
خاک میں ہستی ملا دوں گا امیرِ شام کی

(۳۰)

ہیں درِ خیمہ پہ استادہ امامؑ ذی وقار ہے کسی مہماں کا شاید شاہِ دیں کو انتظار
لشکرِ دشمن کی جانب دیکھتے ہیں بار بار دفعتاً ظلمت کدے سے کوئی نکلا حق شعار
شام کی افواج سے اک بے بہا، دُر آ گیا
نصرتِ حق کے لیے حق کی طرف حُر آ گیا

(۳۱)

العطش کی پیاسے بچوں کی جو آتی تھی صدا سن کے اس آواز کو حُرِ جری رونے لگا
گر کے قدموں میں، حسینؑ ابنِ علی سے یہ کہا میرے آقا مجھ کو پہلے دیجیے رن کی رضا
بین سے بچوں کے مولا منھ کو اب آتا ہے دل
پانی پانی کی صدا سن کر جلا جاتا ہے دل

(۳۲)

مل گیا حُرِ جری کو شہ سے جب اذنِ وغا کھینچ کر تلوار رن میں آ گیا وہ باوفا
غیظ میں آ کر سپاہِ شام پر حملہ کیا ناگہاں اک گرزِ آہن حُر کے ماتھے پر لگا
وار اتنا کارگر تھا کام اپنا کر گیا
کربلا میں شاہ کا مہمان پیاسا مر گیا

(۳۳)

بعدِ حُر مارے گئے شبیرؑ کے انصار بھی حضرتِ عباسؑ نے راہِ وفا میں جان دی
لاش خیمہ گاہ میں رن سے جواں فرزند کی اپنے کاندھوں پر اٹھا لائے حسینؑ ابنِ علیؑ
اصغرِ بے شیر کو حضرتؑ نے قرباں کر دیا
شمعِ دینِ حق کو تا محشر فروزاں کر دیا

(۳۴)

یکہ و تنہا ہیں اب رن میں شہنشاہِ امم — بڑھ رہے ہیں مستقل لیکن رہِ حق میں قدم
ہے بقائے دینِ خالق کا تصور دم بہ دم — ان کو مطلق بھی نہیں ہے اپنے لٹ جانے کا غم
لاکھوں بے دینوں سے تنہا برسرِ پیکار ہیں
رن میں اب شبیرؑ مثلِ حیدرؑ کرار ہیں

(۳۵)

مثلِ حیدرؑ ہاتھ میں تیغِ دو دم ہے ضوفگن — جذبۂ ایثار سے سرشار ہیں شاہؑ زمن
جنگ میں مصروف ہیں اب وارثِ خیبر شکن — اس طرح ہیں لشکرِ اعدا سے سرگرمِ سخن
تم سمجھتے ہو کہ دیں کا کوئی رکھ والا نہیں
کیا رسولؐ اللہ کی میں گود کا پالا نہیں

(۳۶)

تم سمجھتے ہی نہیں ہو مذہبِ اسلام کو — بھول بیٹھے ہو رسولؐ اللہ کے پیغام کو
دیکھتا ہوں میں ابھی آغاز میں انجام کو — موت آتے ہی مٹا دے گی تمھارے نام کو
مذہبِ اسلام کی پھر سے نمو ہو جائے گی
زندگانی میرے دم سے سرخ رو ہو جائے گی

(۳۷)

تھا ادھر فوجِ ستم سے شاہِ دیں کا یہ کلام — میرے نانا ہیں پیمبرؐ میں امامؑ ابنِ امامؑ
سر گریں گے خاک پر، گر کھینچ لی میں نے حسام — چھوڑ کر میدان بھاگے گی سپاہِ روم و شام
دل پہ سب تیغِ زباں کی ضرب کو سہنے لگے
یہ حقیقت ہے یہ آپس میں شقی کہنے لگے

(۳۸)

اس قدر ہے حضرتِ شبیرؑ کو جوشِ وغا — جنگ کے میدان میں جیسے علیؑ مرتضیٰ
ہوش اعدا کے اڑے ہیں دیکھ کر یہ حوصلہ — موت کی دہلیز پر ہے زندگی کا فیصلہ
دیں بچانے کو محمدؐ کا نواسہ ہے بہت
ساقیا لیکن ترا فرزند پیاسا ہے بہت

(۳۹)

گو کہ ہے میدان میں چاروں طرف فوجِ ستم　　پھر بھی ہے فرزند تیرا کس قدر ثابت قدم
قتل گہ میں کر رہا ہے خودسروں کے سر قلم　　کم سے کم اتنا تو کر اے ساقیٔ کوثر کرم
شاہِ دیں کی جرأت و ہمت بڑھا دے ساقیا
تشنہ لب کو بادۂ کوثر پلا دے ساقیا

(۴۰)

ساقیا مشہورِ عالم ہے تری دریا دلی　　تو بہ فیضِ ربِ کعبہ ہے محمدؐ کا وصی
اے وزیرِ شاہِ بطحےٰ خالقِ کل کے ولی　　دھوپ کی شدت میں پیاسے ہیں حسین ابنِ علی
بہرِ تکمیلِ محبت خلد سے ساغر اتار
اور اس ساغر میں ساقی چشمۂ کوثر اتار

(۴۱)

لٹ گیا ہے کربلا میں گلستاں شبیرؑ کا　　مر گیا پیاسا ہی رن میں بے زباں شبیرؑ کا
کھا گیا برچھی کا پھل اکبرؑ جواں شبیرؑ کا　　دیکھ تو آ کر ذرا یہ امتحاں شبیرؑ کا
نرغۂ اعدا میں سبطِ احمدِؐ مختار ہے
تشنہ لب ، زہرؑا کا دلبر برسرِ پیکار ہے

(۴۲)

درد میں ڈوبا ہوا ہے کربلا کا معرکہ　　کون ہے شبیرؑ کا پردیس میں جز کبریا
پیاس کی شدت میں بھی ملحوظ ہے حق کی رضا　　ایسے عالم میں بھی ہے معراج پر جوشِ دعا
روئے شاہِ کربلا اک صبر کی تصویر ہے
ساقیا یہ فاطمہؑ کے دودھ کی تاثیر ہے

(۴۳)

لاش اکبرؑ کی اٹھائی شکر کا سجدہ کیا　　تربتِ اصغرؑ بنائی شکر کا سجدہ کیا
مر گئے عباسؑ بھائی شکر کا سجدہ کیا　　بوند پانی کی نہ پائی شکر کا سجدہ کیا
برسرِ پیکار پھر بھی شاہِ تشنہ کام ہے
گردشِ ایام ان سے لرزہ بر اندام ہے

(۴۴)

گھر چکا ہے زغۂ اعدا میں اب زہراؑ کا لال مطمئن کتنا نظر آتا ہے فرخندہ خصال
اپنے لٹ جانے کا غم ہے اور نہ کچھ فکرِ مآل ساقیا، لیکن شۂ مظلوم کو ہے یہ خیال
تا قیامت آبروئے ساقیٔ کوثر رہے
زندگی جائے تو جائے دینِ پیغمبرؐ رہے

(۴۵)

روک لی یہ کہہ کے تیغِ تیز اللہ رے جگر عصر کا ہنگام ہے اب ہے فریضے پر نظر
بہرِ تکمیلِ عبادت بادشاہِ بحر و بر گرتے ہیں پشتِ فرس سے آہ جلتی خاک پر
ساقیا اب زندگی پہنچی ہے اُس انجام پر
آرہی ہے پھر سے تابانی رخِ اسلام پر

(۴۶)

یہ خشوعِ قلب بہرِ بندگی صلِ علیٰ محوِ سجدہ ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ صلِ علیٰ
سائے میں تیغوں کے ہیں سبطِ نبیؐ صلِ علیٰ زندگی دراصل یہ ہے زندگی صلِ علیٰ
شمر کا خنجر ہے اور شبیرؑ خوش انجام ہے
یا یہ کہہ لو زیرِ خنجر مذہبِ اسلام ہے

(۴۷)

اک شۂ مظلوم اور یورش سپاہِ شام کی لاج رکھ لی شاہِ دیں نے مصطفیؐ کے نام کی
اس قدر تھی فکر ان کو دیں کے استحکام کی خوں سے پھر بنیاد رکھ دی مذہبِ اسلام کی
سوئے کوثر سجدۂ خالق میں پیاسا چل دیا
پھر گیا خنجر محمدؐ کا نواسا چل دیا

(۴۸)

شمر نے سر شاہِ دیں کا کر دیا تن سے جدا دخترِ شبیرؑ کو داغِ یتیمی دے دیا
اِس طرف ہے تشنہ لب کا خاک پر لاشہ پڑا اور اُدھر مقتل سے خیمے کی طرف گھوڑا چلا
زخمی و رنجور ہے اور غمزدہ رہوار ہے
چل رہا ہے گو قدم رکھنا بہت دشوار ہے

(۴۹)

جب سے پیاسے ہیں سرِ کربِ وبلا شاہِ انام — پیروِ رہوارِ غازی ہے یہ گھوڑا لاکلام
سوئے خیمہ جا رہا ہے اس لیے یہ تیز گام — تب سے رہوارِ شہِ مظلوم بھی ہے تشنہ کام
بات یہ اہلِ حرم کو اب بتانی ہے اسے
شہ کے مرنے کی خبر جا کر سنانی ہے اسے

(۵۰)

انتظارِ شاہ میں زینبؑ تھیں در پہ بیقرار — جب قریبِ خیمۂ اطہار پہنچا راہوار
کتنا خوں آشام منظر ہے بغیرِ شہسوار — یک بہ یک آتے ہوئے دیکھا فرس کو ایک بار
خون سے بھائی کے تر زینِ فرس آئی نظر
رو کے زینبؑ نے کہا آتے نہیں بھائی نظر

(۵۱)

وہ مرے عونؑ و محمدؑ وہ مرے نورِ نظر — جو بھی میداں میں گیا واپس نہیں آیا اِدھر
اکبرؑ مہرو ، جگر بندِ شہِ جن و بشر — قاسمِ مضطر ، مرے بھائی کا وہ پیارا پسر
کربلا کے دشت میں اک ایک جا کر سو گیا
انتہا ہے خاک کا پیوند اصغرؑ ہو گیا

(۵۲)

فاطمہؑ کے دل کا ٹکڑا اور نبیؐ کے دل کا چین — صرف لے دے کے بچے تھے سبطِ پیغمبر حسینؑ
جس سے وابستہ تھیں امیدیں وہ شاہِ مشرقین — جس سے ڈھارس تھی حرم کو وہ علیؑ کا نورِ عین
جنگ میں کیا شاہ سے منہ موڑ کر آیا ہے تو
کس جگہ بھائی کو میرے چھوڑ کر آیا ہے تو

(۵۳)

مثلِ اکبرؑ سینۂ سرورؑ میں کیا نیزہ لگا — یہ تو بتلا دے مجھے بھائی کو میرے کیا ہوا
لاشِ قاسمؑ کی طرح وہ ہو گئے پامال کیا — کیا گلوئے سرورِ دیں مثلِ اصغرؑ چھد گیا
دشت میں کیا خاک و خوں میں شاہِ والا بھر گئے
مثلِ عباسؑ جری شانے کٹا کر مر گئے

(۵۴)

چھپ گیا کیا کربلا میں فاطمہؑ کا آفتاب　　کیوں نظر آتے نہیں اب سرورِؑ عالی جناب
بین سن کر اور بھی بڑھتا تھا دل کا اضطراب　　بے زباں رہوارِ زینبؑ کو نہ دے پایا جواب
اپنے آقا کے لیے آنسو بہا کر رہ گیا
سامنے زینبؑ کے بس گردن جھکا کر رہ گیا

(۵۵)

دیکھ کر رہوار کو بنتِ علی رونے لگیں　　اس غمِ جانکاہ میں اشکوں سے منہ دھونے لگیں
اپنے بھائی کے لیے وہ جان کو کھونے لگیں　　ہجر میں ماں جائے کے وہ مضطرب ہونے لگیں
اب کوئی ہمدم نہ کوئی مونس و غمخوار ہے
غش میں بستر پر پڑا اک عابدِؑ بیمار ہے

(۵۶)

دل تڑپتا ہے نہیں ہے نام کو صبر و قرار　　یاد آتی ہے مجھے بھائی کی صورت بار بار
گھر ہوا تاراج زہراؑ کا ہوئے ہم بے دیار　　موت کی خواہش ہے اب تو زندگی ہے ناگوار
دیکھتا ہے ظلم اہلبیتؑ پر ہوتا ہوا
اے خدا آخر یہ کیوں ہے آسماں ٹھہرا ہوا

(۵۷)

کون زینبؑ کو سنبھالے اب کوئی یاور نہیں　　قاسمؑ مضطر نہیں ہمشکلِ پیغمبرؐ نہیں
اب کہاں سوئے سکینہؑ سینۂ سرورؑ نہیں　　کس کو وہ جھولا جھلائے اب علی اصغرؑ نہیں
یاد کر کے اصغرِؑ معصوم کو بھی رو چکی
ظلم کی حد ہے سکینہؑ بے پدر کی ہو چکی

(۵۸)

ایک معصومہ نے دیکھے صبح سے کیا کیا ستم　　میتوں پر میتیں لاتے رہے شاہِ امم
ہائے ننھی جان پر اور اس قدر رنج و الم　　اس کی حالت دیکھ کر روتے تھے سب اہلِ حرم
پہلے روتی تھی تڑپ کر یہ چچا کے واسطے
جان اب دیتی ہے شاہِ کربلا کے واسطے

(۵۹)

کس کو کہتے ہیں یتیمی کوئی بتلائے اسے اب نہ قاسم ہیں نہ اکبر کون بہلائے اسے
کون ہے اس وقت جو بابا سے ملوائے اسے اب کوئی بڑھ کر فقط اتنا ہی سمجھائے اسے
صبر کر بی بی کہ اب بابا نہ پھر کر آئیں گے
شام کے زندان میں صورت مگر دکھلائیں گے

(۶۰)

ناگہاں یہ آسماں سے دی فرشتوں نے صدا صبر کر بی بی ہے خوشنودیٔ خیر الوریٰ
لاشۂ شبیرؑ پر گریہ کناں ہیں انبیاء شہ کی قربانی ہوئی مقبول پیشِ کبریا
ہو سلام اس پر کہ جس نے سر دیا اسلام پر
ہو سلام اس پر کہ جو قرباں ہوا اسلام پر

(۶۱)

السلام اے افتخارِ دیں شہیدِ کربلا السلام اے ابنِ حیدر مالکِ صبر و رضا
السلام اے کشتیٔ دنیا و دیں کے ناخدا السلام اے رازدارِ زندگی سرِّ بقا
تیرے پائے عزم و استقلال کو میرا سلام
فاطمہؑ بنتِ نبیؐ کے لال کو میرا سلام

(۶۲)

السلام اے عظمتِ انسانیت کے تاجدار السلام اے آئینہ دارِ حبیبِ کردگار
السلام اے بخشنے والے محبت کو وقار السلام اے آشنائے زندگی دل کی پکار
صبر کی تلوار سے وہ کام تو نے کر دیا
پھر سے زندہ مذہبِ اسلام تو نے کر دیا

(۶۳)

زندگی مقصد کو پہنچی حضرتِ شبیرؑ سے جب دیا عنوان میں نے صدق کی تحریر سے
فکر نے معراج پائی نور کی تنویر سے پہلی کاوش کا نتیجہ مل گیا تقدیر سے
لطف فرمائے گا جب شیرِ خدا کا لال بھی
مرثیہ نیّر کہے گا پھر تو اگلے سال بھی

نیّر اسعدی کا خاندانی پس منظر اور تعارف

آغا محمد اصغر پدر بزرگوار آغا نیّر علی (نیّر اسعدی)
(سابق رجسٹرار نظامت تعلیمات، کراچی)

ہمارے آباو اجداد کا تعلق ایران سے تھا۔ مورثِ اعلیٰ ہمایوں بادشاہ کی فوج کے ہمراہ ہندوستان آئے اور یہیں آباد ہو گئے میرے والد (ابا جان) مولانا مرزا احمد حسین ناصر صاحب بچپن میں ہی شفقت پدری سے محروم ہو گئے اور ان کی پرورش شفیق تایا نے جن کی اولاد نرینہ نہ تھی اولاد کی طرح کی۔ ابا جان مرحوم نے ۱۹۲۵ء میں نارمل اسکول آگرہ سے ٹریننگ کی اور پورے یوپی میں پہلی پوزیشن حاصل کی، کچھ دن پرائمری اسکول جہانگیر آباد میں ہیڈ ماسٹر رہے اور اس کے بعد ۱۹۲۹ء میں نارمل اسکول جے پور (راجستھان) میں لسانیات کی تدریس کے لیے تقرر ہو گیا۔

جب ابا جان یوپی سے جے پور آئے تو ان کو یہاں مولانا سید الطاف حسین صاحب کا تقرب حاصل ہوا۔ جو مہاراجہ کالج جے پور میں عربی کے پروفیسر تھے اور شیعہ قوم کی تمام دینی خدمات نکاح، مجالس پڑھنا، نمازِ عیدین، دفن و غسلِ میت وغیرہ سب وہی انجام دیتے تھے۔

ابا جان نے جے پور میں مکان نہیں بنایا اور کرایہ کے مکانات میں اٹھارہ سال گزار دیے۔ آخری دس سال سے زاید محلہ کچابندہ میں رہے جو اب آمیر روڈ کہلاتا ہے مولانا الطاف حسین صاحب نے ابا جان کی تربیت کی اور ان کی تین سالہ صحبت میں اُن مرحوم کی زندگی میں ہی شیعہ قوم کی تمام تر خدمات ان کے سپرد ہو گئیں۔

ابا جان مرحوم سولہ سال کی عمر سے تہجد پڑھتے تھے جو کبھی قضا نہیں ہوئی۔ اکیاون رکعت نماز کے علاوہ اوراد و وظائف میں مصروف رہتے تھے۔ ابا جان علم عروض کے ماہر تھے۔ اور ناصر تخلص کرتے تھے۔ انھوں نے جے پور میں قصیدہ و نوحہ، سلام، اور انیس کے کلام پر تضمینیں کہیں۔ لیکن ہجرت میں تمام کلام ضائع ہو گیا ان کا کچھ کلام جو میرے حافظے میں ہے وہ یہ ہے۔

رباعیات

مخلق پہ جو ایمان نہیں لائیں گے
ہم اُن سے کہے دیتے ہیں پچھتائیں گے
اس وقت سے تا حشر اگر وہ ناصر
اللہ کو ڈھونڈیں تو نہیں پائیں گے

جب کام تعصب سے لیا جاتا ہے
ایمان کو ہاتھوں سے دیا جاتا ہے
قائل ہیں حیات خضر و عیسیٰ کے مگر
مہدیؑ ترا انکار کیا جاتا ہے

حیدرؑ جو ہوئے صمد کے گھر میں پیدا
یکتا تھے ہوئے احد کے گھر میں سدا
سب کچھ صحیح ناصر پہ تعجب یہ ہے
لڑکا ہوا لاولد کے گھر میں پیدا

کیا روز مبارک ہے کیا جشن ہے شاہانہ
شیشے ہیں صراحی ہے اور جلوۂ جانانہ

پوچھا جو سب اس کا ہاتف کی ندا آئی — گھر بن گیا خالق کا حیدرؔ کا زیبا خانہ

نوحہ

دی بنِ جزلم نے یہ رو کر صدا — قتل محمدؐ کا نواسہ ہوا
آیا ہے یثرب کا لٹا قافلہ — قتل محمدؐ کا نواسہ ہوا

دوش پہ احمدؐ نے چڑھایا جسے — چھاتی پہ زہراؑ نے سلایا جسے
شمرِ لعین سینے پہ اس کے چڑھا — قتل محمدؐ کا نواسہ ہوا

لوٹ لیا بیووں کا زیور تمام — قید ہوا آپ کا چوتھا امام
خیمۂ شبیرؑ جلایا گیا — قتل محمدؐ کا نواسہ ہوا

ہائے غضب کوفے کے بازار میں — حاکمِ ملعون کے دربار میں
عترتِ شبیرؑ گئی بے ردا — قتل محمدؐ کا نواسہ ہوا

بالی سکینہ کے طمانچے لگے — پشت پہ سجادؑ کے دُرّے پڑے
کانوں سے بیمار چلایا گیا — قتل محمدؐ کا نواسہ ہوا

بلوے میں سیدانیاں لائی گئیں — بیڑیاں عابدؑ کو پہنائی گئیں
آلِ پیمبرؐ کو کیا بے ردا — قتل محمدؐ کا نواسہ ہوا

بازوئے عباسؑ ہوئے جب قلم — خاک پہ ٹھنڈا ہوا شہؑ کا علم
بھائی رہا اور نہ لشکر رہا — قتل محمدؐ کا نواسہ ہوا

عصر کا ہنگام ہوا جب قریں — ذبح ہوا دوشِ نبیؐ کا مکیں
چرخ سے آتی تھی یہ پیہم صدا — قتل محمدؐ کا نواسہ ہوا

کہتے تھے سجادؑ با آہ و فغاں — لے کے چلے جبکہ لٹا کارواں
ماریہ کی سرزمیں پہ بے خطا — قتل محمدؐ کا نواسہ ہوا

حشر کے آثار ہوئے آشکار — روتے تھے سب پیر و جواں زار زار
جب بنِ جزلم نے یہ ناصر کہا — قتل محمدؐ کا نواسہ ہوا

محترم ایثار حسین صاحب تحت اللفظ خواں کے توسط سے والد صاحب کی میر انیسؔ کے سلام پر تضمین شدہ مخمس کے کچھ بند حاصل ہوئے جو تبرکاً درج کیے جاتے ہیں اس کے لیے میں ایثار حسین صاحب کا شکر گزار ہوں۔

(۱) — (۲)

رہے چشم تر قلب مضطر رہے — جہاں میں ہمیشہ کوئی رہ گیا؟
عجب کیفِ غم زندگی بھر رہے — نبیؐ یا عدوئے نبیؐ رہ گیا؟
باندازِ خورشیدِ خاور رہے — مگر ذکر یہ دائمی رہ گیا

"غمِ شہ کا گر داغ دل پر رہے"
"سلامی لحد بھی منور رہے"

"اک افسانہ بیکسی رہ گیا"
"نہ قاتل رہا اور نہ سرور رہے"

(۳)

مہک ہو گلِ نظم کی کو بہ کو
جسے اپنا رنگِ سخن چار سو
عدو پر بھی احساں ہوں گو ہے عدو
"صبا لے کے جا مرے پھولوں کی بو"
"دماغ عدو بھی معطر رہے"

(۴)

بسر خوب اللہ والوں نے کی
گزاری بہر حال راضی خوشی
کبھی گھر بنا کر نہ بیٹھے کبھی
"فقیروں کی کیا موت کیا زندگی"
"جگہ جس جگہ مل گئی مر رہے"

(۵)

کیے ہیں زمانے میں کارِ جلیل
یہ ناطاقتی زور کی ہے دلیل
کہوں مختصر داستانِ طویل
"بدن گھل گیا مثلِ تیغ اصیل"
"نہ کس بل رہا اور نہ جوہر رہے"

(۶)

علیؑ کی طرح سے محمدؐ لڑے
وغا سے عجب عون کے رن پڑے
شجاعت میں یکساں تھے جھنڈے گڑے
"پسر گو تھے زینبؑ کے چھوٹے بڑے"
"لڑائی میں دونوں برابر رہے"

(۷)

عیاں ہر عمل سے ہوں اسرارِ خیر
نمایاں ہو صورت بہ آثارِ خیر
کھلا دے جہاں میں چمن زارِ خیر
"وہ ہے آدمی جس سے ہو کارِ خیر"
"بشر وہ جو دنیا میں بے شر رہے"

(۸)

جہاں میں نہ یہ صبح ہوگی نہ شام
نیا دور ہو گا نئے انتظام
نجفی لے کے کوثر پہ حیدرؑ کا نام
"پئیں گے شرابِ طہورا کے جام"
"اگر محبِ ساقیِ کوثر رہے"

(۹)

پھریں اس سے جو ہو دو عالم کا شاہ
علیؑ اور زہراؑ کا نورِ نگاہ
اماں دیں نہ اس کو جو ہو دیں پناہ
"چڑھائیں عدو اس کو نیزہ پہ آہ"
"محمدؐ کے زانو پہ جو سر رہے"

(۱۰)

یہ بانو نے صغراؑ سے رو کر کہا
کہ ششماہا معصوم بھی چل بسا
میں ننھے سے زخمی گلے کے فدا
"برس دن بھی کھائی نہ یاں کی ہوا"
"بہت کم زمانے میں اصغرؑ رہے"

(۱۱)

ہوئے ختم تا عصر چھوٹے بڑے
نہ اکبرؑ جئے اور نہ اصغرؑ بچے
انھیں گھر میں لائے انھیں لے گئے

"کبھی لاش اُٹھائی کبھی رو دیئے"
"اِسی شغل میں شاہ دن بھر رہے"

ابا جان کے پھوپھا مولانا حافظ صادق حسین اردو کے شاعر تھے۔ اور ان کے صاحبزادے مولانا مرزا محمد علی اردو اور سندھی دونوں زبانوں کے شاعر تھے۔

جب ابا جان جے پور آئے تو میری عمر صرف ۵ سال تھی۔ میں پانچ بہن بھائیوں میں دوسرے نمبر پر تھا میں نے تعلیم جے پور میں حاصل کی۔ دربار ہائی اسکول جے پور سے میٹرک اور مہاراجہ کالج جے پور سے بی اے پاس کیا۔ اور ۱۹۴۷ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی ٹی کیا۔ تقسیم ہند میں ہمارے خاندان کے کچھ لوگ بلند شہر کچھ دہلی میں ابا جان بمعہ بچوں کے جے پور میں اور میں بسلسلۂ ملازمت کلانور ضلع رہتک میں جہاں میرے بہنوئی مرزا علی انور والد مولانا مرزا محمد علی بھی میرے ہمراہ تھے۔ حالات پر آشوب تھے۔ سب سے زیادہ ہم دونوں نے مصیبت اٹھائی اور بڑی مشکل سے پاکستان منتقل ہوئے۔ ابا جان پہلے ہی ڈاگھریجی ضلع میرپور خاص سندھ منتقل ہو چکے تھے۔ ڈاگھریجی ضلع میرپور خاص سے ہمارے خاندان کا تعلق تقریباً سو سال پرانا ہے جبکہ والد صاحب کے پھوپھا مولانا حافظ صادق حسین یہاں پیش امام ہو کر آئے تھے۔ مولانا صادق حسین کے بعد ان کے صاحبزادے مولانا مرزا محمد علی صاحب ان کی جگہ پیش امام ہوئے۔ جنوری ۱۹۴۷ء میں ان کا انتقال یہیں ہوا اور یہیں دفن ہوئے۔ ان کی قبر مسجد کی محراب کے ساتھ ہے۔ مولانا مرزا محمد علی نے پاکستان کے وجود میں آنے سے کئی سال پہلے غلام مہدی صاحب کو میرٹھ کے دینی مدرسے میں داخل کرایا۔ مولانا غلام مہدی صاحب نے ۱۹۴۷ء تک میرٹھ اور لکھنؤ میں دینی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد نجفِ اشرف تشریف لے گئے۔ انھیں سندھ میں پہلے مجتہد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جب مولانا غلام مہدی صاحب نجفِ اشرف میں زیرِ تعلیم تھے تو والد مولانا مرزا احمد حسین ناصر و اگھریجی میں قیام پذیر رہے۔ اسی عرصے میں انھوں نے چھوٹے بچوں کو دینی تعلیم دینے کے لیے مدرسے کی بنیاد ڈالی جس کے اوّلین طالب علموں میں مولانا عباس علی نجفی شامل تھے۔ اب یہ ادارہ ترقی کرتے کرتے ماشاء اللہ دانش گاہِ جعفریہ بن چکا ہے جس کے پہلے نگراں مولانا غلام مہدی صاحب نجفی اور ان کی وفات کے بعد مولانا عباس علی نجفی اور ان کے انتقال کے بعد مولانا محمد محسن نقی ابنِ مولانا غلام مہدی صاحب نجفی موجودہ نگراں ہیں۔ مولانا غلام مہدی صاحب جب بھی کراچی آتے تھے تو غریب خانے پر ہی قیام فرماتے تھے لہٰذا یہاں ان کے قیام کے دوران بہت سے لوگ دینی مسائل کے سلسلے میں ان سے رجوع کرتے تھے۔

جب میں جے پور میں انٹر میں تھا تو ذاکری کا شوق ہوا۔ کتب خانہ گھر پر موجود تھا۔ مومنین جے پور نے خوب ہمت افزائی کی اور میں اب بھی منبر کی خدمت کر رہا ہوں۔

۱۹۴۸ء سے کراچی میں سرکاری اسکول میں ملازمت کی۔ ریاضی اور انگلش کا ٹیچر رہا۔ پھر ہیڈ ماسٹر ہوا پھر ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولز رہا اور آخری دس سال نظامتِ تعلیمات میں رجسٹرار رہا۔ اور ۱۹۸۵ء میں ۳۷ سال سروس کر کے ریٹائر ہو گیا۔ اس عرصہ مجالس پڑھتا رہا اور دوسرے دینی مشاغل میں مصروف رہا میرا بھائی مرزا احمد اطہر بھی اسکول سے ہیڈ ماسٹر ہو کر ریٹائر ہوا اور میری طرح منبر کی خدمت کر رہا

ہے۔ میرا سب سے چھوٹا بھائی مرزا ظہیر الحسن ٹیلی کمیونیکیشن میں TRAINING سینٹر میں TRAINING دیتا تھا اور وہیں سے ریٹائر ہوا۔ وہ بھی ہم دونوں کی طرح ذاکرِ اہلبیت ہے۔ یعنی ہم اپنے والد مولانا مرزا احمد حسین ناصر کے تینوں بیٹے ذاکرِ اہلبیتؑ اور دوسرے دینی مشاغل میں مصروف ہیں۔

میرے چار لڑکے اور دو لڑکیاں۔ یعنی چھ بچے۔ بیٹا تھے سب سے بڑی لڑکی عقیلہ اس کے بعد آغا نیّر علی (نیّر اسعدی) اور آغا اکرم علی پھر ایک بیٹی زاہدہ اور دو چھوٹے بیٹے آغا مہر عباس اور آغا امیر عباس۔

آغا اکرم علی، اگست ۲۰۰۱ء میں وفات پا گیا میرا یہ بیٹا بھی شاعرِ اہلبیت تھا۔ اس کا ایک شعر جو اس نے روتے روتے بیماری کی حالت میں کہا تھا۔ یہ ہے:

جناں میں بھی سجے گی محفلِ مدح و ثنا اکرم
خدا کی سربراہی میں، محمدؐ کی صدارت میں

ریٹائرمنٹ کے بعد میں اپنے بڑے بیٹے آغا نیّر علی کے ہمراہ خوش و خرم رہ رہا ہوں اور اس کی بیوی بچے میرا ہر طرح خیال کرتے ہیں۔ جیسا کہ ابا جان (مولانا مرزا احمد حسین ناصر) میرے ساتھ تا حیات رہے۔

ابا جان مرحوم نے پہلی مرتبہ ۱۹۴۸ء میں زیاراتِ مقاماتِ مقدسہ کیں۔ ۱۹۵۷ء میں حج کی سعادت حاصل کی اور اس کے بعد متعدد مرتبہ زیارات کے لیے عراق، ایران اور شام تشریف لے گئے۔

میں نے ۱۹۷۳ء میں حج اور ۱۹۹۵ء میں عمرہ، ۱۹۹۶ء میں ایران و عراق کی زیارات کیں اس کے علاوہ ایران تقریباً ۹ مرتبہ زیارت کے لیے جا چکا ہوں۔ ۲۰۰۳ء میں دوبارہ حج کی سعادت حاصل ہوئی۔

میری بیوی نیاز فاطمہ کا ۱۹۸۶ء میں انتقال ہوا۔ اور ابا جان کا ۱۹۸۸ء میں اور والدہ جاہت بانو کا ۱۹۸۱ء میں۔

میرا بڑا لڑکا آغا نیّر علی (نیّر اسعدی) ۱۵ جولائی ۱۹۵۴ء کو این۔ ۳۸ پیر الٰہی بخش کالونی کراچی میں پیدا ہوا۔ نیّر نے گورنمنٹ ہائی اسکول جہانگیر روڈ قاسم آباد سے ۱۹۷۰ میں میٹرک گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ سائٹ سے ۱۹۷۳ء میں آٹو موبائل ٹیکنالوجی میں ڈپلوما اور ۱۹۷۷ء میں کراچی یونیورسٹی سے بی اے اور ۱۹۹۲ میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے اردو ایڈوانس میں کیا۔

نیّر نے S.R.T.C میں ۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۰ء تک شفٹ انچارج کی حیثیت سے ملازمت کی۔

۱۹۸۰ء سے ۲۰۰۰ء تک پاکستان اسٹیل مل میں ملازمت کی اور اسسٹنٹ منیجر کی حیثیت سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے لیا۔

۲۰۰۱ء سے تا حال مختلف جگہ پرائیوٹ جاب کر رہے ہیں۔

گھر میں ۱۲ محرم کی مجلس میں ایثار حسین صاحب مرثیہ تحت اللفظ پیش کرتے تھے۔ ابا جان اور ہم تینوں بھائی ذاکرِ اہلبیتؑ تھے اس ماحول میں آغا نیّر علی کی پرورش ہوئی۔ اس میں وراثتاً شاعری کے جراثیم موجود تھے۔ تو میرا یہ فرزند مرثیہ گوئی کی طرف متوجہ ہوا۔

آغا نیّر علی نے ابا جان مولانا مرزا احمد حسین ناصر سے تعلیم قرآن اور اردو، فارسی نصاب کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ابا جان سے ہی نیّر نے مرثیے کی تشریح کرنا سیکھی۔

آغا نیّر علی نے ۱۹۷۴ء سے باقاعدہ درّد اسعدی کی شاگردی اختیار کی ۱۹۷۵ء میں ایک مرثیہ زندگی کے عنوان سے کہا ۱۹۸۱ء میں ڈاکٹر یاور عباس صاحب کے عشرہ میں یہ مرثیہ پڑھا۔ انھوں نے اس مرثیہ پر فیض صاحب بھرتپوری سے مشورہ کیا اور یہ سلسلہ ۱۹۸۸ء تک فیض صاحب کے اور درد صاحب کے انتقال تک رہا۔ نیّر اسعدی کو اپنے دونوں استادوں درّد اسعدی اور فیض بھرتپوری کی تربیت پر ناز ہے اور دونوں بزرگ استادوں کو بھی اپنے شاگرد پر فخر تھا۔

آغا نیّر علی نیّر اسعدی نے جن لوگوں سے مجلسی علم حاصل کیا ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ مگر چند نام جو اس وقت یاد آرہے ہیں وہ یہ ہیں نفیس فتح پوری، نخن فتح پوری، زاہد فتح پوری، عزم جونپوری، ظفر جونپوری، عالی جونپوری، گلزار جونپوری، رسوا میرٹھی، سعید جونپوری، زیبا ردولوی، ڈاکٹر یاور عباس، تجمل لکھنوی، نازش حیدری، شاداں دہلوی، قمر ہوشنگ آبادی، تابش دہلوی، صبا اکبر آبادی، مولانا صفدر حسین، یاور اعظمی، نسیم امروہوی، رئیس امروہوی، جوہر سعیدی، احسان امروہوی، مجاہد لکھنوی، قمر بنارسی، عارف اکبرآبادی، عزیز حمیدی، ساحر لکھنوی، علامہ نجم آفندی کی صدارت میں بھی نیّر اسعدی نے محفلیں پڑھی ہیں۔ ان محفلوں میں سے ایک میں نخن فتحپوری نیّر اسعدی کو گھر سے گاڑی پر لے گئے تھے اور واپسی پر گھر چھوڑتے ہوئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے بزرگوں سے مجلسی علم حاصل کیا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے شعرا کے تذکرے اور محافل کی روداد یں نیّر مجھ سے بیان کرتا رہتا ہے۔

لیکن نہ اب ویسی محفلیں رہیں اور نہ ویسے شعرا ہیں

میرے گھر مسالمے ہوتے تھے ان مسالموں کو کتابی شکل میں شائع کیا جاتا تھا مگر یہ محافل بالآخر شعرا کے عدم تعاون کی وجہ سے ختم کرنا پڑیں۔

نیّر اسعدی اور آغا اکرم علی سے اکثر شاعری پر گفتگو رہتی تھی۔ میں نے دونوں بھائیوں میں تنقیدی طور پر اشعار پرکھنے کی بے پناہ صلاحیت دیکھی۔ نیّر کی مشق سخن اور تجربے نے اس کے کلام میں پختگی پیدا کردی ہے اور بزرگ احباب اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

آغا نیّر علی کی شادی ۱۹۷۸ء میں مرزا محمد اختر (مرحوم) (ہیڈ ماسٹر ملیہ لوئر سکنڈری اسکول) کی صاحبزادی شہناز سے انجام پائی۔ جس سے نیّر اسعدی کے چار بچے ثمرین نیّر، آغا جعفر علی، مہوش نیّر اور آغا محمد علی ہیں۔ نیّر کے بڑے لڑکے نے B.COM. کیا ہے، چھوٹی بیٹی مہوش نے B.A. کیا ہے اور چھوٹا لڑکا آغا محمد علی انٹر کا امتحان دے رہا ہے۔

نیّر سلمہ کی بڑی لڑکی ثمرین نیّر (جس کی تعلیم بی اے ہے) کی شادی میں نے اپنی بڑی بیٹی کے لڑکے مرزا علی قنبر سے طے کرائی اس کے ایک بیٹی زرناب اور ایک بیٹا ارسل پیدا ہوئے۔ یوں میں پرنواسی اور پرنواسے والا ہو گیا ہوں۔ دونوں میاں بیوی بمعہ بچوں کے خوش ہیں اور نہایت سمجھدار اللہ ان کے گھر کو نظر بد سے بچائے اور ابدالآباد تک آباد رکھے (آمین ثم آمین)

مجھے امید ہے کہ نیّر سلمہ اپنے باقی مرثیوں، سلاموں اور دیگر کلام کو جلد از جلد منظر عام پر لانے کی سعی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ میرے اس بیٹے کی پریشانیوں کو دور کرے جو اسے اس وقت درپیش ہیں اور اس کے کلام کو اور اسے ابدالآباد تک قائم رکھے۔ (آمین ثم آمین)

نیّر اسعدی کے پہلے مجموعے نعت ہی نعت سے اقتباس ۱۹۸۵ء

نیّر اسعدی کی شاعری

نیر صاحب خود جوان ہیں۔ ذوقِ شاعری بھی جوان اور طبیعت میں جولانی ہے اس لیے ترقی کے منازل کی طرف گامزن رہے۔ اور ۱۹۸۱ء میں پہلا مرثیہ کہا۔ چونکہ ان کے استاد ورد اسعدی صاحب حیدرآباد سندھ میں اقامت پذیر ہیں اس لیے غریب خانہ پر تشریف لائے اور مرثیے پر اصلاح کی خواستگاری کی۔ میں نے کہا بھائی میں خود مبتدی ہوں اصلاح نہیں مشورہ دوں گا۔ چنانچہ ان کے نقشِ اول کو دیکھا تو اندازہ ہوا کہ نیّر صاحب میں مرثیہ گوئی کی صلاحیت ہے۔ تاحال چار مرثیہ کہہ کر مومنین سے دادِ سخن حاصل کر چکے ہیں۔ سال ۱۹۸۱ء سے اب تک جتنا اور جس قسم کا بھی کلام کہا ہے اس پر مجھ سے مشورہ کیا ہے۔

ایک مرثیہ میں حضرت ابوالفضل العباسؑ کی جنگِ کربلا اور امیرالمومنینؑ کی جنگِ خیبر کا تقابل نہایت اچھوتے انداز میں نظم کیا ہے۔ جس سے ان کی ندرتِ طبع کا ثبوت ملتا ہے۔

بند ملاحظہ ہو:

عباسؑ اور علیؑ کی فضیلت میں فرق کیا مقصد جہادِ حق میں تو دونوں کا ایک تھا

حیدرؑ نے فتح گر کیا خیبر کا معرکہ عباسؑ نے فرات کو قبضے میں لے لیا

خیبر کشا نے مالِ غنیمت لیا نہیں

اور اس جری نے نہر سے پانی پیا نہیں

اس بند کی بیت شاعر کی پروازِ فکر کی عکاسی کرتی ہے۔ اگر اسی طرح مشقِ سخن جاری رہی تو وہ دن دور نہیں جب شاعر موصوف شعرا کی صفِ اول میں آ جائیں گے۔

یہ ان کی سعادت مندی ہے کہ مجھ کو اپنا استاد گردانتے ہیں۔ میں اپنی رائے کو اس دعائیہ مصرع پر ختم کرتا ہوں: اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

استاد فیض بھرتپوری

نیّر اسعدی کے پہلے مجموعے 'نعت ہی نعت' سے اقتباس

ہونہار شاگرد

"نیّر چندرہ سولہ سال کی عمر سے شعر کہہ رہے ہیں مگر میری ملاقات ان سے ۱۹۷۴ء میں ہوئی جب وہ کراچی ٹرانسپورٹ کارپوریشن ماڈل ڈپو میں سینئر مکینک کے فرائض انجام دے رہے تھے اور میں اسی ورکشاپ کے دفتر میں ہیڈ کلرک کی حیثیت سے مامور تھا۔ پہلی ہی ملاقات میں نیّر نے چند غزلیں سنائیں۔ میرے استفسار پر یہ بھی میرے علم میں آیا کہ یہ غزلیں ان کی اپنی کوشش تھیں یعنی ان غزلوں پہ کسی سے اصلاح نہیں لی گئی تھی۔ دورانِ گفتگو اظہارِ مدعا کیا گیا اور میں نے بخوشی اس ہیرے کو اپنی انگوٹھی میں سجا لیا اور نیّر کو ان کی خواہش پر یہ اجازت بھی دے دی کہ وہ اپنے تخلص کے ساتھ اپنے دادا استاد کی نسبت بھی استعمال کرسکتے ہیں اور وہ اس نسبت پر آج بھی فخر کرتے ہیں۔

نیّر تقریباً روزانہ ہی میرے دیئے ہوئے مصرعہ پر ایک غزل کہتے۔ میری ہدایت کے مطابق کم از کم چالیس پچاس اشعار پر مشتمل غزل ہوتی۔ غرض کچھ عرصہ کی مشق کے بعد ہی نیّر میں شعر کہنے کی بھرپور صلاحیت پیدا ہوگئی۔ کچھ اور عرصہ گزرا تو اعتماد کی حد تک پہنچ گئے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ نیّر فکرِ سخن کرتے وقت سب سے پہلے سلسلۂ اسعد کے وقار کو پیشِ نظر رکھتے ہیں جس کے نتیجے میں سامنے کے مضامین نظم کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ نعت عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈوب کر کہتے ہیں۔ نعت کے لیے نعت کی مخصوص زبان استعمال کرتے ہیں۔

سلام اور مناقب دل کی گہرائیوں سے نظم کرتے ہیں۔ مرثیہ گوئی وہ مشکل فن ہے جو ہر شاعر کے بس کی بات نہیں ہے لیکن میرے اس ہونہار شاگرد نے ایک نہیں بلکہ چار مرثیے تخلیق کرکے مجالس میں جس آب و تاب کے ساتھ پڑھے اور داد حاصل کی وہ اس امر کی غماز ہے کہ نیّر اب اس منزل کا شاعر ہے کہ جس پر صرف میں ہی نہیں سلسلۂ اسعد کا ہر شاعر فخر کرسکتا ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ نیّر سے ان کے دادا استاد مولانا اسعد شاہجہانپوری مرحوم کی روح بھی خوش ہوگی۔ میری دعا ہے کہ باری تعالیٰ نیّر کے نام اور کلام کو ابدالآباد تک آباد رکھے"۔ آمین

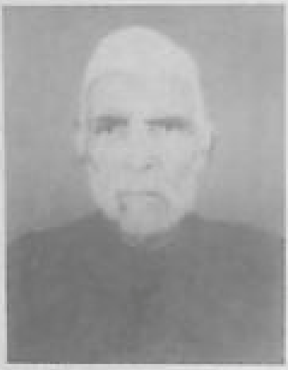
(۱۹۸۴ء کو جب یہ مضمون درد صاحب نے لکھا تھا۔ اس وقت تک چار مرثیے کہے تھے لیکن اس وقت ۲۲ مرثیے مکمل اور ایک مرثیہ کے ۲۲ بند اور ایک کے چار پانچ بند کہے ہیں۔ ایک مرثیہ کے ۱۶/ ۱۷ بند کہے تھے۔ کہیں کتابوں کے ذخیرے میں رکھ کر بھول گیا ہوں۔ معاشی پریشانی میں فرصت نہیں کہ کتابوں میں تلاش کر کے آگے مرثیہ مکمل کروں)۔

پروفیسر سید قوی احمد (حیدرآباد) کی مرتب کردہ کتاب 'درد اسعدی فن کے آئینے میں' سے درد اسعدی کے مضمون ماضی، حال، مستقبل سے اقتباس:

"قدرت نے مجھے ایسے لائق و ہونہار شاگرد عطا کیے ہیں جس کے لیے میں رب العالمین کا شکر بجالاتا ہوں۔ یوں تو میرے شاگردوں میں سب ہی قابلِ اعتماد ہیں مگر مستقبل میں جن سے بہت زیادہ امیدیں وابستہ ہیں وہ احمد ضیا (نواب شاہ)، بدر ساگری (حیدرآباد)، تنویر اسعدی (کراچی)، ساگر اسعدی (سکھر)، خلیل الرحمن خان (حیدرآباد) اور تبسم اسعدی (حیدرآباد) ہیں۔ چونکہ موت کہہ کر نہیں آتی اور زندگی پر بھروسہ کرنا دانشمندی نہیں۔ اس لیے اس کتاب کے توسط سے یہ اعلان کرتے ہوئے خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ میں احمد ضیا، تنویر اسعدی، ساگر اسعدی کو ان کا حق دیتے ہوئے اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں۔ شاگردوں کا تذکرہ چل رہا ہے تو ان کی سعادت مندی کے بارے میں یہ بھی کہتا چلوں کہ جہاں ان میں اور بے شمار خصوصیات ہیں وہاں انھوں نے میری کتابوں کی اشاعت کے سلسلہ میں مالی معاونت بھی فرمائی ہے جس میں ہر ایک نے حسبِ مقدور حصہ لیا ہے"۔

استاد درد اسعدی، حیدرآباد

نیّر اسعدی کے



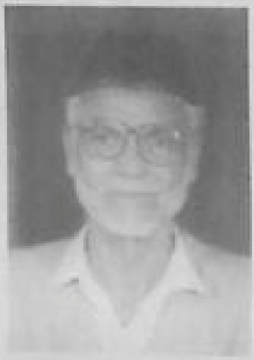
دادا ذاکر اہلبیت مولانا مرزا احمد حسین ناصر اعلی اللہ مقامہ



والد ذاکر اہلبیت الحاج آغا محمد اصغر



برادر شاعر اہلبیت آغا اکرم علی اکرم (مرحوم)



چچا ذاکر اہلبیت الحاج مرزا محمد اطہر



مرثیے کے استاد فیض بھرت پوری اعلی اللہ مقامہ



غزل کے استاد درد اسعدی اعلی اللہ مقامہ



مشاعرہ بیاد اسعدؔ شاہجہانپوری میں قیصرؔ اسعدی کلام پیش کر رہے ہیں جبکہ
ناوکؔ حیدری صدر اور عارفؔ رئیسی اکبر آبادی مہمان خصوصی ہیں۔
زینؔ پرتاپ گڑھی اور عظیم عاقلؔ بریلوی بھی نظر آ رہے ہیں۔



ناوکؔ دہلوی کی زیر صدارت نعتیہ مشاعرہ میں
قیصرؔ اسعدی نعت پیش کر رہے ہیں اور مہمان خصوصی
پروفیسر ڈاکٹر نسیم نقوی بھی تشریف فرما ہیں



بزم فکر و شعور کے زیر اہتمام ایک محفل مسالمہ میں جناب فیضؔ بھرتپوری نے بحیثیت مہمان خصوصی شرکت فرمائی
محفل مسالمہ کی صدارت پروفیسر ڈاکٹر نسیم نقوی صاحب نے فرمائی جبکہ نظامت مشہورؔ جعفری نے کی۔ قیصرؔ اسعدی اپنا کلام پیش کر رہے ہیں



صبا اکبرآبادی کی زیر صدارت طرحی نعتیہ مشاعرہ میں قمر اسعدی نعت پیش کر رہے ہیں
پروفیسر سبط جعفر ایڈووکیٹ ناظم محفل بھی نظر آرہے ہیں۔



دبستان جگر کے زیر اہتمام مجلس مذاکرہ بیادِ صبا اکبرآبادی مرحوم میں قمر اسعدی قطعۂ تاریخ وفات پیش کر رہے ہیں۔
جس کا مصرعۂ تاریخ وفات یہ ہے۔

صبا گلزارِ عالم سے چلو گلزارِ جنت میں

۱۴۱۲ھ



بزمِ ثقافت پاکستان اسٹیل کے زیرِ اہتمام قمرؔ اسعدی کے پہلے نعتیہ مجموعۂ کلام کی تقریبِ رونمائی کا ایک منظر



استاد فیضؔ بھرتپوری مرحوم کے سلسلے میں منعقد تعزیتی جلسہ میں قمرؔ اسعدی ضمیر اختر نقوی اور فیضؔ بھرت پوری
صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مسعود زیدی جبکہ اسٹیج پر فیضؔ صاحب کی تصویر بھی آویزاں ہے



قمرؔ اسعدی ایک مشاعرے میں اپنا کلام پیش کر رہے ہیں جبکہ شیخ الجامعہ کراچی پیرزادہ قاسمؔ، تابشؔ
دہلوی، راغبؔ مرادآبادی اور منظرؔ ایوبی تشریف فرما ہیں۔



برادرم قمر اسعدی سے میرے انتہائی قریبی دوستانہ مراسم ہیں۔ موصوف نہایت سادہ مزاج، خوش اخلاق اور ستائش سے بے نیاز، خوش گو شاعر ہیں۔ آپ کو شاعری کی تمام اصناف سخن میں بشمول قطعہ تاریخ کامل دسترس حاصل ہے۔ میں نے بیشتر مشاعروں میں اور محافل مناقب میں آپ کے کلام کو دلچسپی سے سنا ہے اور یہ محسوس کیا ہے کہ قمر اسعدی کا کلام اظہار بیان، شگفتہ ہونے کے ساتھ ساتھ شعر کے تمام لوازم کو اس سلیقے سے سموئے ہوئے ہے جس طرح گلدان میں ہمہ رنگ گلوں کو قرینے سے سجایا جاتا ہے۔ قمر کے کلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ زبان سادہ و سلیس ہے اور حشو و زوائد سے پاک ہے۔

قمر اسعدی کے مرثیے سننے کا مجھے اتفاق ہوا ہے لہٰذا مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں ہے کہ جو حسن، ندرت خیال اور زبان کی سلاست و روانی ان کی غزلوں میں پائی جاتی ہے وہی موج لطافت ان کے مراثی میں بھی موجزن ہے۔ بندشوں کی چستی الفاظ کا انتخاب اور ان کے دروبست کا اہتمام مرثیے کے تقریباً ہر بند میں نظر آتا ہے۔ جو سامعین کو سماعت کے لئے اول تا آخر تروتازہ رکھتا ہے۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ قمر اسعدی کے مرثیوں کو پڑھتے ہوئے ہر قاری فرحت محسوس کرے گا جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ قمر کے اظہار بیان میں ابہام نہیں ہے جس سے قاری یا سامع کے ذہن پر کوئی بار نہیں پڑتا۔ بیشتر مقامات پر روایتی طرز ادا سے گریز کر کے قمر نے نئے لہجے اور جدید اسالیب میں مضمون کو بھرپور آہنگ و اثر کے ساتھ نظم کیا ہے جو اس امر کا غماز ہے کہ شاعر میں اگر فکری صلاحیت موجود ہو اور زبان کی نزاکت سے واقف ہو تو مرثیے کے آگے بڑھنے کے بہت وسیع اور روشن امکانات ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بشر کے کلام میں جہاں محاسن ہوتے ہیں وہاں خال خال معائب بھی پائے جاتے ہیں اس اعتبار سے یہ ممکن ہے کہ اہل "نقد و نظر" کو ان مراثی میں کچھ خامیاں بھی نظر آئیں لیکن میں یہ بات پورے اعتماد کے ساتھ کہتا ہوں کہ قمر کے کلام میں عروض و فن اور زبان و بیان کی کوئی بہت بڑی خامی نہیں ہوگی اگر کوئی سقم ہوگا تو ان کی صوت و آہنگ میں، وہ بار سماعت بھی نہیں ہوگا ویسے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ طویل نظم و مسدس میں لفظی سہو ابھی ہو جاتی ہے اور بعض اوقات شاعر کی نظر سے اوجھل بھی ہو جاتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ برادرم قمر اسعدی کے اس مجموعہ مراثی کی پذیرائی اہل علم و سخن میں اندازے سے کہیں زیادہ ہوگی۔

گدائے کوچہ اہلبیت

سید علی احمد صابر



سورہ شعراء میں ارشاد رب العزت ہے کہ شاعر بے مقصد ہر وادی میں گھومتے ہیں۔ ان کے قول و عمل میں تضاد ہوتا ہے پھر ایسے شاعروں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جو مومن ہیں۔ نیک ہیں نیک عمل کرتے ہیں اور مظلوم کی حمایت کرتے ہیں۔ قمر اسعدی صاحب بھی انہیں مستثنیٰ شاعروں میں سے ایک ہیں جنھوں نے اپنی شاعرانہ صلاحیتیں ذکر محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے وقف کر دی ہیں۔ قمر اسعدی صاحب کا شمار ان خوش قسمت اہل بیت سے مربوط تخلیق کاروں میں ہوتا ہے جن کے سلجھے ہوئے مزاج نے مرثیہ گوئی میں نئی راہیں دکھائی ہیں۔ نیز جدید عنوانات اور فکر تازہ عطا کی۔ قمر اسعدی بڑے باشعور انسان، عظیم مفکر اور ہماری صدی کے ممتاز و منفرد مرثیہ نگار ہیں ان کی شاعری اسلامی ادب کا ایسا اثاثہ بیش بہا خزانہ ہے جس سے صدیوں تک انسانی شعور فیضیاب ہوتا رہے گا۔

قمر اسعدی صاحب کی فکر میں نئے نئے خیالات کا ایک جہان آباد ہے یہی سبب ہے کہ وہ پرانے مضامین کو بھی نئے انداز اور خوبصورتی کے ساتھ نظم کرنے کا فن کما حقہ جانتے ہیں۔ قمر اسعدی صاحب کی نعتیں، منقبتیں اور مرثیے کانوں کے راستے دل میں اترتے ہیں اور روح پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یوں تو میری قمر اسعدی صاحب سے علیک سلیک گزشتہ ۱۵ سالوں سے ہے لیکن خاص طور پر پچھلے پانچ سال سے مسجد حیدری کی ایک ملاقات اکثر ملنے کا بہانہ ہو گئی اب میں قمر اسعدی صاحب سے اپنے کلام پر اکثر و بیشتر مشورہ سخن کرتا ہوں۔ کیونکہ میں نے انہیں ایک بڑا اچھا انسان، صاف گو، صاحب طرز اور فن شعر گوئی پر دسترس رکھنے والا شاعر پایا۔ اس لئے ان سے مشورہ سخن میں رموز شاعری سے آگاہی ہوتی ہے۔ فکر و شعور کو تازگی میسر آتی ہے۔ قمر اسعدی صاحب کے مراثی میں ایسا اثر بھی ہے کہ جب وہ مرثیہ پڑھتے ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ واقعات کربلا فلم کی صورت نظروں کے سامنے ہیں۔ بقول مرحوم ہاشم رضا

یہ معجزہ ہے تری مرثیہ نگاری کا
جو کربلا میں ہوا وہ بچشم تر دیکھا

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھے قمر اسعدی صاحب کے مراثی کی کتاب "مشکول سخن" (جلد اول) مرتب کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ناسپاسی ہوگی اگر میں اس مرحلہ میں یہ عرض نہ کروں کہ میں ڈاکٹر ہلال نقوی، باقر زیدی (امریکہ) اور علی احمد صابر کا تہ دل سے مشکور ہوں کہ ان معتبر حضرات نے اپنی تحقیقی آراء سے قلب کو زینت بخشی۔

مداح محمدؐ و آل محمدؐ

قیصر جعفری